المتوفی سنہ ۳۸۱ھ

مترجم

مولوی سید حسن امداد صاحب
ممتاز الافاضل

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔ ۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

رحمت اللہ بک ایجنسی
بالمقابل بڑا امام بارگاہ کھارادر کراچی

انتساب

ان علم دوست خواتین و حضرات کے نام جو معصومین علیہم السلام کے بتائے ہوئے احکامات کی معرفت چاہتے ہیں

نام کتاب	علل الشرائع (اردو)
مؤلف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
مترجم	مولوی سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل
ناشر	الکساء پبلشرز R/159 سیکٹر 5-B-2 ۔ نارتھ کراچی فون : 645340
کمپوزنگ	مہوش اردو کمپوزیٹر
اشاعت اول	ایک ہزار ۔ (۱۹۹۲ء ۔ ۱۴۱۲ھ)
قیمت	۲۰۰ روپیہ

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

یہ فطرت انسانی ہے کہ انسان نامعلوم سے معلوم کی طرف لاعلمی کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی جانب اور عدم واقفیت سے واقفیت کی راہ پر گامزن ہونے کی جدوجہد میں ہر لحہ ہر آن مصروف رہتا ہے اور اپنی اسی فطرت کی بناء پر انسان خلاؤں سے گذر کر چاند تک جا پہنچا ہے اسی طرح شاید وہ ایک دن کہکشاں کی بلندیوں کو پا جائے۔ یہ تو مادی دنیا کی باتیں ہیں۔ روحانی دنیا کے بھی ہزاروں گوشے ہیں جن کا منکشف ہونا ابھی باقی ہے۔ اسی لئے مادی علوم کے ساتھ ساتھ روحانی علوم کا حاصل کرنا بھی حیات ابدی کے لئے بے حد ضروری ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ انسان کے دنیا میں دو طرح کے محسن ہوتے ہیں ایک وہ جو اس کے جسم کی نشو نما کرتے ہیں جیسے والدین، ڈاکٹر، حکیم وغیرہ۔ دوسرے وہ جو اس کی روحانی تعلیم و تربیت میں مدد کرتے ہیں جس کے لئے پروردگار عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور مرسلین مبعوث کئے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ہدایات کا فریضہ انجام دیا۔ ان کے علاوہ وہ بزرگ ہستیاں جنہوں نے اپنی تمام زندگی دین کی خدمت میں گذار دیں اور تعلیم و تدریس اور تالیف و تصنیف کا بار گراں اٹھاتے ہوئے احکام خداوندی اور اقوال رسولؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کو ہم تک پہنچایا۔ ایسے ہی محسنوں میں ایک نام جناب شیخ الصدوق (سب سے زیادہ راست گو) علیہ الرحمہ کا بھی ہے یہ امام زمانہ کی دعا کے اثر سے ایران کے شہر قم میں ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ تقریباً (۳۰۰) تین سو کتابیں تالیف و تصنیف کیں۔ جن میں من لا یحضرہ الفقیہ جو مذہب حقہ کی کتب اربعہ میں سے ایک ہے بھی شامل ہے۔

روحانی علوم حاصل کرنے سے قلب انسانی کو سکون حاصل ہوتا ہے جو بلاشبہ ایک دولت بے بہا ہے اب یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ کون سا دین اور کون سا مذہب اختیار کرتا ہے بہر حال کسی بھی دین و مذہب پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس کی مبادیات اور ہدایات سے کماحقہ واقفیت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دین کے پیروکار اپنے اپنے مذہب و مسلک اور عقائد کی اشاعت کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اپنے دین کی تشہیر و ترویج کے لئے بنیادی کتب جو کہ زیادہ تر یونانی، عبرانی، عربی اور فارسی زبانوں میں تھیں دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کے ساتھ شائع کئے جن میں اردو بھی شامل ہے لیکن تراجم کے سلسلے میں اہل تشیع کی پیش رفت غالباً سب سے کم ہے۔ پاکستان کی حد تک چند ناشرین نے ضرور کچھ کام کیا ہے اور کچھ عرصہ سے ایران کے چند اداروں نے اردو تراجم شائع کرنے شروع کئے ہیں لیکن یہ سب مل کر بھی مذہب تشیع کی کل کتابوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتے۔

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے ایک زمانہ تھا کہ عربی کتابیں عام طور پر ہر شخص سمجھ سکتا تھا اور حسب توفیق مستفیض ہوتا رہتا تھا۔ پھر فارسی کا دور آیا اور کتابیں عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ آج کل عربی اور فارسی پڑھنے اور سمجھنے والے بہت کم ہیں اور عوام الناس میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اردو جو برصغیر کی مقبول ترین اور عام فہم زبان ہے پاک و ہند کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں اردو بولنے، پڑھنے اور سمجھنے والوں کی تعداد تقریباً بیس (۲۰) کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مذہب حقہ کی بنیادی اور اہم کتب کا ترجمہ اردو زبان میں کرایا جائے۔ ہم پروردگار عالم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہوئے اس کا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے صدقے میں ہم کو اس کا اہل کیا اور یہ سعادت ہمارے حصہ میں

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مذہب حقہ کی بنیادی کتابیں چار ہیں۔ (۱) الکافی (۲) الاستبصار (۳) تہذیب الاحکام (۴) **من لا یحضر الفقیہ** جو کتب اربعہ کہلاتی ہیں۔ اگرچہ ان تمام کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جانا چاہیئے تھا جیسا کہ دوسرے مسلک والوں نے کیا ہے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ بہرحال ہم سب سے پہلے جناب شیخ الصدوق علیہ الرحمہ کی شہرہ آفاق کتاب علل الشرائع کا اردو ترجمہ کرا کے شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں کیوں کہ آج کل کے دور میں ہر شخص ہر ایک بات کی وجہ اور سبب معلوم کرنا چاہتا ہے اور اس کا جواب ہر کس و ناکس کے پاس نہیں ہوتا۔ علل الشرائع میں "کیوں" کا جواب جو کہ معصومین علیہم السلام نے بتایا ہے موجود ہے جس کو پڑھنے کے بعد عوام الناس کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی بہت سی "کیوں" کی گتھیاں سلجھ جائیں گی۔

عربی اور فارسی کی عظیم القدر کتب کا ترجمہ آسان عام فہم اور بامحاورہ اردو زبان میں کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اس کام کو وہی انجام دے سکتا ہے جو عربی فارسی اور اردو سب زبانوں پر عبور رکھتا ہو خوش قسمتی سے ہماری رسائی جناب مولوی سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل تک ہو گئی جو ایک مستند اور معروف اردو مترجم ہیں اگرچہ ان کے تراجم کی ایک طویل فہرست ہے لیکن یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور تالیف بحار الانوار کی کئی جلدوں کے ترجمے اس فہرست میں شامل ہیں۔ ہماری درخواست کو قبلہ مولوی صاحب نے بکمال شفقت و محبت قبول کر لیا اور نہایت عرق ریزی سے علل الشرائع کے ترجمے کو مکمل کر دیا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم جناب مولوی سید حسن امداد صاحب کو صحت و تندرستی کے ساتھ طویل عمر عطا کرے تاکہ ان سے زیادہ سے زیادہ ترجمہ کرا کے اقوال معصومین کو عوام الناس تک پہنچایا جاسکے۔

علل الشرائع ایسے سوالات کے جوابات فراہم کرتی ہے جو اکثر و بیشتر ذہن انسانی میں ابھرتے ہیں مگر ان کے تسلی بخش جوابات نہیں ملتے۔ گویا قاری کے علم میں بے حد اضافہ کرے گی خاص طور پر ذاکرین کو نئے اور متنوع موضوعات فراہم کرے گی۔ یاد رہے کہ شیخ الصدوق جیسے جید عالم اور مولوی سید حسن امداد صاحب جیسے شہرہ آفاق مترجم کے اس عظیم الشان ترجمہ کے لئے کسی تقریظ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

اس کار خیر کا آغاز اس حقیر نے جناب سید برکت حسین صاحب رضوی اور جناب سید فیضیاب علی صاحب رضوی کے مکمل تعاون سے کیا اور پھر

لوگ ساتھ آتے رہے اور کارواں بنتا گیا

ان کے علاوہ اور بہت سے کرم فرماؤں نے حسب استطاعت قلمے سخنے معاونت فرمائی ہم ان تمام حضرات کے ممنون ہیں اور صمیم قلب سے بارگاہ ایزدی میں بطفیل ائمہ معصومین علیہم السلام دعاگو ہیں کہ پروردگار ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

حرف آخر کے طور پر ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ہم انسان ہیں جو کہ خطا کا پتلا ہے وہ خواہ کتنی ہی عرق ریزی کرلے مگر خامیوں کوتاہیوں اور غلطیوں سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں اگرچہ جملہ احباب نے اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کیا ہے اور احتیاط کو بھی مدنظر رکھا ہے اس کے باوجود اگر کوئی خامی رہ گئی ہوں یا غلطی سرزد ہوئی ہو یا کوتاہی و غفلت آپ کی نظر سے گذرے تو اسے درگذر فرمائیے بلکہ اصلاح احوال کے لئے ہماری توجہ اس جانب ضرور مبذول کرائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کا ازالہ آپ کے شکریہ کے ساتھ کیا جاسکے اس تعاون کے لئے ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ ہم ایک بار پھر بارگاہ احدیت میں سجدہ ریز ہیں اور اپنی اس حقیر کوشش کو امام زمانہ علیہ السلام کے توسط سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی نذر کرتے ہیں اور اس کی قبولیت کے لئے دست بدعا ہیں۔

دیتا ہوں واسطہ میں جناب امیر کا
مقبول بارگاہ میں ہو ہدیہ فقیر کا
(انیس)

پروردگار عالم قارئین کو اس کے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللھم صلی علی محمد و آل محمد

احقر
سید مشتاق حسین نقوی
انصار پبلیشرز
R 159 سیکٹر 5-B-2
نارتھ کراچی
فون نمبر 645340

باسمہ سبحانہ

عرض مترجم

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی مشہور اور اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد اور عدیم النظیر کتاب علل الشرائع کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ حالیہ دور ایک علمی اور سائنسی دور ہے لوگ ہر شے کے وجوہ و اسباب معلوم کرنا چاہتے ہیں اس لئے یہ کتاب اس دور کے تقاضوں کو بہت کچھ پورا کر سکتی ہے اس میں شرعی احکامات کے وہ وجوہ و اسباب جو معصومین علیہ السلام سے منقول ہیں بہت کچھ یکجا کر دیا گیا ہے یہ کتاب عربی میں ہے اس لئے صرف علماء اور عربی دان طبقہ ہی اس کا مطالعہ کر سکتا تھا مگر اب اردو دان حضرات بھی اس ترجمہ سے مستفیض ہو سکیں گے میرا خیال ہے کہ شاید ہی کسی فرقے کے کسی عالم نے اس خاص موضوع پر اتنی ضخیم و مبسوط کتاب تالیف کر کے اپنی قوم کے حوالے کی ہو۔ ہمیں اپنے بزرگ علماء کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے علمی اعتبار سے ہمیں مفلس و نادار نہیں چھوڑا بلکہ اتنا سرمایہ جمع کر گئے کہ جن کو ہم اب تک طبع بھی نہیں کرا سکے ترجمہ تو دور کنار ہے۔ مثال کے طور پر یہی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں کہ جنہوں نے تین سو کتابیں تصنیف کر دیں۔ غور کیجئے یہ ہمارے ایک عالم کا کام ہے اور اتنا معیاری اور بلند ہے کہ ان ہی میں سے آپ کی ایک کتاب **من لایحضرہ الفقیہ** ہے کہ جس کا شمار ہماری کتب اربعہ میں ہے اور اس طرح آپ علامہ کلینی اور شیخ طوسی کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں اور ان کی اس تصنیف میں وہی وزن محسوس کیا جا سکتا ہے جو کافی و تہذیب و استبصار میں ہے شیخ جلیل نجاشی رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب رجال میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف کردہ کتابوں کی ایک نامکمل فہرست پیش کی ہے اس کو یہاں نقل کر رہا ہوں تاکہ قارئین کو ان کی تبحر علمی کا اندازہ ہو سکے۔

اس ترجمہ کی طباعت و اشاعت کا سارا بار محترمی سید اشفاق حسین صاحب نقوی اور ان کے رفقاء نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہے واقعتاً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

ناچیز
سید حسن امداد ممتاز الافاضل
غازی پوری

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیفات

۱۔ کتاب دعائم الاسلام فی معرفۃ الحلال و حرام
۲۔ کتاب التوحید والنبوۃ
۳۔ کتاب اثبات الوصیۃ لعلی علیہ السلام و اثبات خلافت
۴۔ کتاب اثبات النص علیہ
۵۔ کتاب اثبات النص علی الائمہ علیہم السلام
۶۔ کتاب المعرفۃ فی فضل النبی و امیر المومنین علیہ السلام والحسن والحسین علیہما السلام
۷۔ کتاب مدینۃ العلم
۸۔ کتاب المقنع فی الفقہ
۹۔ کتاب العوض عن المجالس
۱۰۔ کتاب علل الشرائع (جس کا اردو ترجمہ نذر قارئین ہے
۱۱۔ کتاب ثواب الاعمال
۱۲۔ کتاب عقاب الاعمال

۱۳۔ کتاب الاوائل
۱۴۔ کتاب الاواخر
۱۵۔ کتاب مناہی
۱۶۔ کتاب الفرق
۱۷۔ کتاب خلق الانسان
۱۸۔ کتاب الرسالۃ الاولہ فی الغیبۃ
۱۹۔ کتاب الرسالۃ الثانیہ
۲۰۔ کتاب الرسالۃ الثالثہ
۲۱۔ کتاب الرسالۃ فی ارکان الاسلام
۲۲۔ کتاب المیاہ
۲۳۔ کتاب السواک
۲۴۔ کتاب الوضوء
۲۵۔ کتاب فضائل الصلوۃ
۲۶۔ کتاب فرائض الصلوۃ
۲۷۔ کتاب فضل المساجد
۲۸۔ کتاب مواقیت الصلوۃ
۲۹۔ کتاب فقہ الصلوۃ
۳۰۔ کتاب الجمعہ والجماعت
۳۱۔ کتاب السہو
۳۲۔ کتاب الصلوۃ سوی الخمس
۳۳۔ کتاب نوادر الصلوۃ
۳۴۔ کتاب الزکوۃ
۳۵۔ کتاب حق الجداد
۳۶۔ کتاب الجزیہ
۳۷۔ کتاب فضل المعروف
۳۸۔ کتاب فضل الصدقۃ
۳۹۔ کتاب فضل الصوم
۴۰۔ کتاب الفطر
۴۱۔ کتاب الاعتکاف
۴۲۔ کتاب جامع الحج
۴۳۔ کتاب جامع علل الحج
۴۴۔ کتاب جامع تفسیر المنزل فی الحج
۴۵۔ کتاب جامع حج الانبیاء
۴۶۔ کتاب جامع حج الائمہ علیہم السلام
۴۷۔ کتاب جامع فضل الکعبہ والحرم
۴۸۔ کتاب جامع ادب المسافر الحج
۴۹۔ کتاب جامع فرض الحج والعمرہ
۵۰۔ کتاب جامع فقہ الحج
۵۱۔ کتاب الوصیۃ الموقف
۵۲۔ کتاب القربان
۵۳۔ کتاب المدینہ و زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ علیہم السلام
۵۴۔ کتاب جامع نوادر الحج
۵۵۔ کتاب جامع زیارات قبور الائمہ علیہم السلام
۵۶۔ کتاب النکاح
۵۷۔ کتاب الوصایا
۵۸۔ کتاب الوقف
۵۹۔ کتاب الصدقۃ والنحل والھبہ
۶۰۔ کتاب السکنی والعمری
۶۱۔ کتاب الحدود
۶۲۔ کتاب الدیات
۶۳۔ کتاب المعاش والمکاسب
۶۴۔ کتاب التجارات
۶۵۔ کتاب العتق والتدبیر والمکاتبہ
۶۶۔ کتاب القضاء والاحکام
۶۷۔ کتاب اللقاء والسلام
۶۸۔ کتاب صفات الشیعہ
کتاب اللعان
۷۰۔ کتاب الاستسقاء

۷۱- کتاب فی زیارت موسیٰ و محمد علیہما السلام
۷۲- کتاب جامع الزیادۃ للرضا علیہ والسلام
۷۳- کتاب فی تحریم الفقاع
۷۴- کتاب المتعہ
۷۵- کتاب الرجعۃ
۷۶- کتاب الشعر
۷۷- کتاب معانی الاخبار (مشہور کتاب و مطبوع)
۷۸- کتاب السلطان
۷۹- کتاب مصادقۃ الاخوان
۸۰- کتاب فضائل جعفر الطیار
۸۱- کتاب فضائل العلویہ
۸۲- کتاب الملاہی
۸۳- کتاب السنۃ
۸۴- کتاب فی عبد المطلب و عبد اللہ و ابی طالب
۸۵- کتاب فی زید بن علی
۸۶- کتاب الفوائد
۸۷- کتاب لا بلزنۃ
۸۸- کتاب الہدایۃ
۸۹- کتاب الضیافۃ
۹۰- کتاب التاریخ
۹۱- کتاب علامات آخر الزمان
۹۲- کتاب فضل الحسن والحسین علیہما السلام
۹۳- کتاب الرسالہ فی شہر رمضان جواب رسالۃ وردت فی شہر رمضان
۹۴- کتاب المصابیح المصباح الاول ذکر من روی عن النبی من الرجال
۹۵- المصباح الثانی ذکر من روی عن النبی صلعم من النساء
۹۶- المصباح الثالث ذکر من روی عن امیر المومنین
۹۷- المصباح الرابع ذکر من روی عن فاطمہ سلام اللہ علیہا۔
۹۸- المصباح الخامس ذکر من روی عن ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام
۹۹- المصباح السادس ذکر من روی عن ابی عبد اللہ الحسین بن علی علیہ والسلام
۱۰۰- المصباح السابع ذکر من روی عن علی ابن الحسین علیہ السلام
۱۰۱- المصباح الثامن ذکر من روی عن ابی جعفر محمد بن علی علیہ السلام
۱۰۲- المصباح التاسع ذکر من روی عن ابی عبد اللہ الصادق علیہ السلام
۱۰۳- المصباح العاشر ذکر من روی عن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
۱۰۴- المصباح الحادی عشر ذکر من روی عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام
۱۰۵- المصباح الثانی عشر ذکر من روی عن ابی جعفر الثانی علیہ السلام
۱۰۶- المصباح الثالث عشر ذکر من روی عن ابی الحسن علی بن محمد علیہ السلام
۱۰۷- المصباح الرابع عشر ذکر من روی عن ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام
۱۰۸- المصباح الخامس عشر ذکر الرجال الذین فی خرجت الیہم التوقیعات
۱۰۹- کتاب المواعظ
۱۱۰- کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

۱۱۱- کتاب الزہد
۱۱۲- کتاب زہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۱۱۳- کتاب زہد امیر المومنین علیہ السلام
۱۱۴- کتاب زہد فاطمہ علیہما السلام
۱۱۵- کتاب زہد الحسن علیہ السلام
۱۱۶- کتاب زہد الحسین علیہ السلام
۱۱۷- کتاب زہد علی ابن الحسین علیہ السلام
۱۱۸- کتاب زہد ابی جعفر علیہ السلام
۱۱۹- کتاب زہد الصادق علیہ السلام
۱۲۰- کتاب زہد ابی ابراہیم علیہ السلام
۱۲۱- کتاب زہد الرضا علیہ السلام
۱۲۲- کتاب زہد ابی جعفر الثانی علیہ السلام
۱۲۳- کتاب زہد ابی الحسن علی بن محمد علیہ السلام
۱۲۴- کتاب زہد ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام
۱۲۵- کتاب اوصاف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۱۲۶- کتاب دلائل الائمہ علیہم السلام و معجزاتہم
۱۲۷- کتاب الروضہ
۱۲۸- کتاب نوادر الفضائل
۱۲۹- کتاب المحافل
۱۳۰- کتاب امتحان المجالس
۱۳۱- کتاب غریب الحدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امیر المومنین علیہ السلام
۱۳۲- کتاب الخصال
۱۳۳- کتاب مختصر تفسیر القرآن
۱۳۴- کتاب اخبار سلمان و زہدہ و فضائلہ
۱۳۵- کتاب اخبار ابی ذر و فضائلہ
۱۳۶- کتاب التقیہ
۱۳۷- کتاب حذو النعل بالنعل
۱۳۸- کتاب نوادر الطب
۱۳۹- کتاب جوابات المسائل الواردہ علیہ من واسط
۱۴۰- کتاب الطرائف۔
۱۴۱- کتاب جوابات المسائل الواردہ علیہ من قزوین
۱۴۲- کتاب جوابات المسائل الواردہ من مصر
۱۴۳- کتاب جوابات المسائل وردت من بصرہ
۱۴۴- کتاب جوابات مسائل وردت من الکوفہ
۱۴۵- کتاب جواب مسئلہ وردت علیہ من المدائن فی الطلاق
۱۴۶- کتاب علل غیر مبوب
۱۴۷- کتاب فیہ ذکر من لقیہ من اصحاب الحدیث و عن کل واحد منہم حدیث
۱۴۸- ذکر المجلس الذی جری بین یدی رکن الدولہ
۱۴۹- ذکر مجلس آخر
۱۵۰- ذکر مجلس الثالث
۱۵۱- ذکر مجلس الرابع
۱۵۲- ذکر مجلس الخامس
۱۵۳- کتاب الحذاء والخف
۱۵۴- کتاب الخاتم
۱۵۵- کتاب علل الوضو
۱۵۶- کتاب الشوریٰ
۱۵۷- کتاب اللباس
۱۵۸- کتاب المسائل
۱۵۹- کتاب الخطاب
۱۶۰- کتاب فضل العلم
۱۶۱- کتاب الموالات
۱۶۲- کتاب مسائل الوضو
۱۶۳- کتاب مسائل الصلوٰۃ
۱۶۴- کتاب مسائل الزکوٰۃ

۱۶۵۔ کتاب مسائل الخمس
۱۶۶۔ کتاب مسائل الوصایا
۱۶۷۔ کتاب مسائل المواریث
۱۶۸۔ کتاب مسائل الوقف
۱۶۹۔ کتاب مسائل النکاح نحو عشر کتابا
۱۷۰۔ کتاب مسائل الحج
۱۷۱۔ کتاب مسائل العقیقۃ
۱۷۲۔ کتاب مسائل الرضاع
۱۷۳۔ کتاب مسائل الطلاق
۱۷۴۔ کتاب مسائل الدیات
۱۷۵۔ کتاب مسائل الحدود
۱۷۶۔ کتاب ابطال الغلو والتقصیر
۱۷۷۔ کتاب السر المکتوم الی وقت المعلوم
۱۷۸۔ کتاب مختار ابی عبیدہ
۱۷۹۔ کتاب الناسخ والمنسوخ
۱۸۰۔ کتاب جواب مسئلہ نیشاپور
۱۸۱۔ کتاب رسالہ ابی محمد انصاری فی شہر رمضان
۱۸۲۔ کتاب رسالہ الثانیہ الی اہل بغداد فی معنی شہر رمضان
۱۸۳۔ کتاب ابطال الاختیار واثبات النص
۱۸۴۔ کتاب المعرفت بالرجال البرقی
۱۸۵۔ کتاب مولا امیر المومنین علیہ السلام
۱۸۶۔ کتاب مصباح المصلی
۱۸۷۔ کتاب مولد فاطمہ علیہا السلام
۱۸۸۔ کتاب الجمل
۱۸۹۔ کتاب تفسیر القران جامع کبیر
۱۹۰۔ کتاب اخبار عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی
۱۹۱۔ کتاب تفسیر قصیدۃ فی اہل البیت علیہم السلام
۱۹۲۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ

باسمہ سبحانہ

حالات مؤلف علیہ الرحمہ

(۱) آپ کی ولادت اور ان کے متعلق علماء کے اقوال

شیخ اجل رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ صدوق قمی علیہ الرحمہ حضرت امام دوازدہم محمد بن حسن المہدی المنتظر صاحب الزمان علیہ السلام کی دعا کی برکت سے قم کے اندر ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور قمیوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو علمی حیثیت و منزلت میں ان کے برابر ہو۔

بنی بابویہ قم کے خاندانوں میں سے ایک ایسا خاندان ہے جس کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس شخص نے تیسری اور چوتھی صدی کی علمی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ ملک ایران میں شہر قم علم کا گہوارہ رہا ہے اس سرزمین نے ایسے محدثین و مصنفین کو جنم دیا اور اس کی فضاؤں سے رشد و ہدایت کے ایسے ایسے ستارے اور ایسے ایسے چاند و سورج طلوع ہوئے کہ جن سے قم کی تاریخ ہمیشہ ہمیشہ درخشاں اور تابندہ رہے گی۔

چنانچہ علامہ مجلسی اول محمد تقی علیہ الرحمہ نے **من لا یحضر الفقیہ** کی شرح بزبان فارسی اللوامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ المتوفی ۳۲۹ھ (جو مولف کتاب علل شرائع کے والد تھے) کے زمانہ میں قم کے اندر دو لاکھ محدثین تھے اور شیخ صدوق کے والد ابو الحسن علی بن حسین علیہ الرحمہ ان کے راس الرئیس ان کے فقیہ تھے اور عامہ اہل قم کی نظران کی طرف اٹھتی تھی حالانکہ قم میں اس وقت کثرت سے علمائے اعلام تھے مگر اہل قم اپنے مسائل شرعیہ کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے ان کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں ستارے بہت ٹوٹے۔ آپ قم میں دفن ہوئے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ان میں ایک کتاب الرسالہ ہے جسے آپ نے اپنے فرزند ابی جعفر یعنی شیخ صدوق کو تحریر کیا تھا اور اسی رسالہ سے شیخ صدوق نے اپنی کتاب **من لا یحضر الفقیہ** میں کثرت سے روایات نقل کی ہیں ان کے حالات تمام کتب رجال میں مرقوم ہیں ان کے شرف و فضل کے لئے یہی بہت ہے کہ ان کے پاس گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا تھا جس میں ان کو نصیحت و وصیت فرمائی اور یہ لکھا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا مکتوب گرامی شیخ صدوق کے والد کے نام

نام سے اس اللہ کے جو رحمن و رحیم ہے ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ عاقبت متقیوں کے لئے ہے جنت موحدین کے لئے اور جہنم ملحدین کے لئے ہے اور سوائے ظالموں کے اور کسی پر زیادتی اچھی نہیں ہے اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے جو خلق کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس کی بہترین مخلوق محمد اور ان کی طیب و طاہر عترت پر۔

لما بعد اے میرے شیخ، میرے معتمد، اور میرے فقیہ ابو الحسن علی ابن الحسین قمی اللہ تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے تمہارے صلب میں صالح اولاد قرار دے میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اس لئے کہ مانعین زکوٰۃ کی نماز نہیں قبول کی جاتی نیز میں تمہیں وصیت کرتا ہوں لوگوں کی خطا معاف کرنے کی، غصہ کو پی جانے کی، اپنے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کی، اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی ان کی حاجت برآوری کے لئے سعی اور کوشش کرنے کی اور جہل کا سامنا ہو تو اسے برداشت کرنے کی دین میں تفقہ اور تمام امور میں ثابت قدمی کی اور قرآن کے عہد کو پورا کرنے کی، حسن خلق کی، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی چنانچہ

انتساب

ان علم دوست خواتین و حضرات کے نام جو معصومین علیہم السلام کے بتائے ہوئے احکامات کی معرفت چاہتے ہیں

تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس** سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۴ ان کی رازکی باتوں سے اکثر میں تو بھلائی کا نام تک نہیں مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے یا اچھے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان ملاپ کرانے کا حکم دے اور تمام فواحشات سے اجتناب کرے اور تمہارے لئے لازمی ہے نماز شب کی ادائیگی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ اے علی تمہارے لئے نماز شب لازمی ہے اور آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا تھا اور جو شخص نماز شب کا استخفاف کرے اسے ہلکی چیز سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے لہٰذا تم میری وصیت پر عمل کرو اور میرے شیعوں کو بھی حکم دو کہ وہ اس پر عمل کریں اور تم پر لازم ہے کہ صبر سے کام لو اور فرج و کشادگی کا انتظار کرو اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے بہتر کام فرج و کشادگی کا انتظار کرنا ہے اور میرے شیعہ ہمیشہ ہی حزن و غم میں بسر کریں گے یہاں تک کہ میرا وہ فرزند ظہور کرے گا جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ پس اے میرے شیخ صبر سے کام لو اور میرے شیعوں کو بھی صبر کی تلقین کرو **ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین** سورہ اعراف۔ آیت نمبر ۱۲۸ ساری زمین تو خدا ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کا وارث و مالک بنائے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیزگاروں کا ہی ہے اور تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر** "اور ہم لوگوں کے لئے خدا ہی کافی ہے وہ بہترین کارساز بہترین مالک اور بہترین مددگار ہے۔"

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سوانح نگاروں نے ان کے والد کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام کے اس خط کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا کہ اب اس خط کے پڑھنے کے بعد ہم اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ان کے والد کی عظمت و علو مرتبت کے لئے مزید کوئی دلیل پیش کریں اس لئے کہ امام علیہ السلام نے اس خط میں ان کو شیخ و معتمد اور فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کے لئے توفیق الٰہی اور ان کے صلب سے صالح اولاد پیدا ہونے کی دعا کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی نسل میں بڑے بڑے علماء و فضلاء و صلحا پیدا ہوئے خصوصاً شیخ صدوق علیہ الرحمہ۔

حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کی توقیع آپ کے والد کے نام

شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب غیبت میں امام عصر کی وہ توقیعات و خطوط جو ناحیہ مقدسہ سے جاری ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ابو العباس احمد بن علی بن نوح سے روایت ہے اور انہوں نے ابی عبد اللہ الحسین بن محمد بن سورہ قمی سے روایت کی ہے جبکہ وہ سفر حج میں ہم لوگوں کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسن بن یوسف الصائغ قمی اور محمد بن احمد بن محمد صیرفی المعروف بہ ابن دلال نے اور ان دونوں کے علاوہ مشائخ اہل قم نے کہ علی بن الحسین بن بابویہ (والد شیخ صدوق) کی زوجیت میں ان کے چچا محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی دختر تھیں مگر ان سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہو رہی تھی تو آپ نے حضرت شیخ ابی القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ (منجملہ نواب اربعہ) کو خط لکھا کہ وہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ سے درخواست کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں ایسی اولاد عطا کرے جو فقیہ ہو تو جواب میں یہ توقیع آئی کہ اس زوجہ سے تمہیں کوئی اولاد نہ ہوگی مگر عنقریب ایک دیلمی کنیز تمہاری ملکیت میں آئے گی اور اسی سے تمہارے دو فقیہ فرزند پیدا ہوں گے۔ ابو عبد اللہ بن سورہ کا بیان ہے کہ ابو الحسن بابویہ کے تین فرزند پیدا ہوئے ایک محمد دوسرے حسین یہ دونوں فقیہ تھے اور حفظ میں ماہر تھے ان کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ یہ دونوں وہ سب کچھ حفظ کر لیتے تھے جن کو اہل قم میں سے کوئی حفظ نہیں کر پاتا تھا۔ ان کے تیسرے بھائی حسن تھے جو منجھلے (اوسط) تھے وہ فقیہ نہ تھے لوگوں سے اختلاط کم رکھتے اور ہمیشہ زہد و عبادت میں معروف رہتے اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ابن سورہ کا بیان ہے کہ جب یہ دونوں حضرات یعنی ابو جعفر محمد (شیخ صدوق) اور ان کے بھائی ابو عبد اللہ الحسین جس وقت روایات بیان کرتے تو لوگ حیرت زدہ ہوتے اور کہتے کہ آپ دونوں میں یہ خصوصیات امام علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے اور یہ بات اہل قم میں بہت مشہور تھی۔

کیا چنانچہ رجب ۳۴۷ھ میں رے کے اندر آپ نے ابو الحسن محمد بن احمد بن اسد اسدی المعروف بہ ابن جرادہ بردعی اور یعقوب بن یوسف یعقوب اور احمد بن محمد بن المصقر الصائغ العدل و ابی علی احمد بن محمد بن حسن القطان المعروف بہ ابی علی ابن عبد ربہ رازی سے احادیث اخذ کیں یہ صائغ و قطان اہل رے کے شیوخ میں سے تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے دیگر شہروں کے بھی سفر کئے اور جہاں جہاں تشریف لے گئے۔ وہاں کے شیوخ سے اخذ احادیث کرتے رہے

(۲) مشہد مقدس

صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب عیون الاخبار الرضا کے خاتمہ میں کہتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الدولہ سے زیارت مشہد رضا اجازت چاہی انہوں نے رجب ۳۵۲ھ میں مجھے اجازت دی یہ آپ کے لئے مشہد مقدس کی پہلی زیارت تھی دوسری زیارت ۵ ذی الحجہ ۳۶۷ھ کی اور شہر رے واپس آئے پھر تیسری زیارت مشہد مقدس کی ماہ شعبان ۳۶۸ میں ماوراء النہر جاتے ہوئے کی۔

(۳) استرآباد و جرجان

آپ استرآباد و جرجان بھی تشریف لے گئے وہاں ابی الحسن محمد بن قاسم مفسر استرآبادی خطیب سے تفسیر امام حسن عسکری اور ابی محمد قاسم محمد استرآبادی و ابی محمد عبدوس بن علی بن عباس جرجانی و محمد بن علی استرآبادی سے احادیث کا استماع کیا۔

(۴) نیشاپور

یہ ایک شہر ہے جو رے اور سرخس کے درمیان خراسان کے راستہ پر واقع ہے مشہد مقدس کی زیارت سے واپسی میں ۳۵۲ھ میں آپ نے وہاں چند دن قیام فرمایا وہاں کے لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے مسائل پوچھتے اور ان کے جوابات لیتے رہے۔

(۵) مرو الرود

مرو الرود یہ بھی مرو شاہجہاں کے قریب پانچ دن کی مسافت پر ایک شہر ہے یہ دونوں خراسان کے شہروں میں سے ہیں آپ خراسان کے سفر میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔

(۶) سرخس

سرخس یہ نواحی خراسان میں ایک قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور رے کے بالکل درمیان راستہ پر واقع ہے خراسان کے سفر میں آپ بھی تشریف لائے۔

(۷) سمرقند

یہ ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک بہت مشہور و معروف شہر ہے کہا جاتا ہے کہ اس کو حضرت ذو القرنین نے آباد کیا اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کو شمر حمیری نے آباد کیا یہ ماوراء النہر کے اہم ترین شہروں میں سے ایک ہے آپ وہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لاتے تھے۔

(۸) بلخ

یہ ایران کے قدیم شہروں میں سے ہے اس کے اور سمرقند کے درمیان بارہ فرسخ کی مسافت ہے آپ یہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے تھے

(۹) ایلاق

یہ ماوراالنہر کے اضلاع میں سے ایک ضلع ہے جو ضلع شاش سے متصل ہے یہ دونوں شہر سمرقند کے صوبہ میں ہے آپ یہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے کچھ دنوں قیام فرمایا اور دوران قیام شریف ابی عبداللہ محمد بن حسن موسوی المعروف بہ نعمت سے ملے جنہیں شریف مذکور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے واقف ہوئے جو تقریباً اس وقت ۲۴۵ کتابیں تھیں اور اس میں سے اکثر کی انہوں نے نقل حاصل کرلی اور شریف مذکور نے آپ سے محمد بن ذکریا رازی کی تالیف کی ہوئی کتاب **من لا یحضرہ الطبیب** کا ذکر کیا اور فرمائش کی کہ آپ بھی اس طرز کی ایک کتاب فقہ میں لکھ دیں جو مسائل حلال و حرام و شرائع و احکام پر مشتمل ہو تو آپ نے ان کی فرمائش پر کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** تصنیف کی جیسا کہ آپ نے اس کے مقدمہ میں سبب تصنیف کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱۰) فرغانہ

یہ بھی بلخ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اس کے اور بلخ کے درمیان مغرب کی جانب تیس منزلیں ہیں آپ دوران سفر یہاں بھی تشریف لے گئے۔

(۱۱) ہمدان

آپ ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کو جاتے ہوئے یہاں تشریف لائے۔

(۱۲) بغداد

آپ یہاں ۳۵۲ھ میں تشریف لائے وہاں کے شیوخ نے آپ سے احادیث سنیں اور آپ نے وہاں کے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا پھر دوسری مرتبہ حج بیت اللہ سے واپسی پر ۳۵۵ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لائے اور بغداد میں جن شیوخ سے آپ نے استماع حدیث کیا وہ ابو محمد حسن بن یحییٰ حسینی علوی و ابوالحسن علی بن ثابت دوالیبی ہیں ان سے آپ نے اپنی پہلی تشریف آوری ۳۵۲ھ میں استماع کیا تھا۔ پھر آپ نے محمد بن عمر الحافظ اور ابراہیم بن ہارون حسینی سے احادیث کا استماع فرمایا۔

(۱۳) کوفہ

آپ ۳۵۴ھ میں دوران سفر حج کوفہ بھی تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں بہت سے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا جیسے محمد بن بکران نقاش و احمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی و حسن بن محمد بن سعید ہاشمی و ابی الحسن علی بن حسینی بجاور مسجد کوفہ نیز دیگر شیوخ سے دوسرے مقامات پر اخذ احادیث فرمایا چنانچہ محمد بن علی کوفی سے مشہد امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں اور ابی الحسن علی بن حسین بن شقیر بن یعقوب بن حرث بن ابراہیم ہمدانی سے کوفہ میں ان کے مکان پر اور ابی ذر یحییٰ بن زید بن العباس بن ولید بزاز اور حسن بن محمد سکونی مزکی سے کوفہ ہی میں استماع کیا مگر یہ نہیں معلوم کہ کس مقام پر۔

(۱۴) مکہ و مدینہ

آپ ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قبور ائمہ طاہرین کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(۱۵) فید

یہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور کوفہ کے درمیان تقریباً نصف راہ پر واقع ہے اور مکہ سے واپسی میں یہاں ابی علی احمد بن ابی جعفر بیہقی سے استماع حدیث کی۔

غرض جو شخص شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کی کتاب ثانی الاصول (**من لا یحضرہ الفقیہ**) کا مطالعہ کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جید علماء خاصہ و عامہ سے مختلف علوم و فنون کے متعلق روایات لی ہیں۔ چوتھی صدی کے علمی مراکز جیسے بغداد، کوفہ، رے، قم، نیشاپور، طوس، بخارا، نیز جن جن شہروں کے آپ نے سفر کئے وہاں ایسے ایسے نادر روزگار علماء کو حدیثیں سنائیں اور ان سے حدیثیں سنیں کہ جن کے پاس لوگ اخذ روایت کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔

تصانیف

آثار علمی

پچھلے صفحات میں جب آپ نے یہ پڑھ لیا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مختلف قسم کے علوم و فنون پر تین سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جس کی ہم یہاں تفصیل کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے اور پھر یہ بھی معلوم ہے کہ رے کے اندر آپ کے نزدیک ہی وزیر مملکت صاحب ابن عباد کا وہ عظیم و بیش بہا کتب خانہ تھا کہ جس کی کتابوں کی فہرست ہی گیارہ جلدوں پر مشتمل تھی اور اس کے علاوہ وہ کتابیں جو آپ کو مختلف سفروں میں مطالعہ کے لئے ہاتھ آئیں وہ اس کتب خانہ کے علاوہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے ان بزرگ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ حافظہ اور ذہن و ذکاوت عطا ہوا تھا اور وہ سب کچھ یاد کرلیتے تھے جو کوئی دوسرا یاد نہیں کرسکتا تھا اہل قم میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک چلتے پھرتے اور متحرک مدرسہ تھے جہاں جاتے جس شہر میں وارد ہوتے وہاں آپ بولتے جاتے اور لوگ لکھتے جاتے اور آپ کے زمانے ہی میں آپ کی کتابوں کی نقلیں لوگ کرنے لگے چنانچہ شریف نعمت نے آپ کی دو سو پینتالیس (۲۴۵) کتابیں نقل کرالیں مگر افسوس ان کے علمی خزانوں میں سے اب صرف چند ہم لوگوں کے پاس موجود ہیں جو ان کے علم اور ان کی عظمت کی کچی دلیلیں ہیں اور ان میں سے بھی چند طبع ہوئی ہیں اور اکثر غیر مطبوع اور قلمی ہیں۔ نجاشی و شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال میں ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں محدث نوری نے مستدرک میں اور طہرانی نے اپنی کتاب الذریعہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ایک سو ننانوے (۱۹۹) کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

تلامذہ

اگر ہم ان تمام لوگوں کو تلاش کرنا چاہیں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے اور ان سے علم حاصل کیا ہے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اور اس کے لئے ایک بڑا وقت درکار ہوگا خصوصاً جبکہ ارباب معاجم کے بیان کے مطابق ہم جانتے ہیں کہ جب وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ بڑے بڑے شیوخ اصحاب نے ان سے احادیث سننا شروع کردیا تھا اور جب کہ ہم کو معلوم ہے کہ انہوں نے علمی مراکز کے بہت سے سفر کئے اور اس میں وہ خود حدیثیں سناتے بھی رہے اور سنتے بھی رہے لوگوں کو علم دیتے بھی رہے اور علم لیتے بھی رہے۔ نیز ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے ستر (۷۰) سال سے کچھ زیادہ عمر پائی جسے انہوں نے علمی جہاد میں صرف کردیا اس اثنا میں وہ کتابیں بھی تصنیف کرتے رہے اور شیوخ کی مجلسوں میں بھی شریک رہے اصول حدیث کو بھی جمع کرتے رہے اور دینی احکام کی نشر و اشاعت بھی کرتے رہے۔ یہ سب دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان تمام لوگوں کی فہرست پیش کریں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے کچھ اکتساب کیا ہے اور ہم پر کیا موقوف ان کی سوانح حیات لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان کے چند مشہور تلامذہ کے سوا جن کے نام زبان زد خلائق ہیں اور ان کی تعداد تقریباً بیس تک پہنچتی ہے اور کسی نشاندہی نہیں کی ہے۔

یہ سب میں نے شیخ صدوق کی کتاب **من یحضرہ الفقیہ** کی جلد اول کے مقدمہ سے لیا ہے جس کو افاضل نجف کے بعض محققین نے تحریر کیا ہے اور جو ۱۳۷۷ھ میں نجف کے اندر طبع ہوئی ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیفات میں سے یہ کتاب علل الشرائع بھی ہے جس کو اپنے محترم قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں جو ۳۵۸ ابواب پر مشتمل ہے اور آخری باب نوادرات پر مشتمل ہے ہمیں نہیں معلوم کہ اس کتاب کی تالیف کا سلسلہ کب کیا ہوا اور یہ کب تالیف ہوئی۔ یہ ایک مرتبہ ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی اور پھر دوبارہ ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی اور اس کے ساتھ کتاب معانی الاخبار بھی ملحق کردی گئی جیسا کہ اس کے ساتھ کتاب الروضہ فی الفضائل بھی ملحق کردی گئی ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ اس روضہ کا مصنف کون ہے۔ اور تیسری مرتبہ ۱۳۷۸ھ میں طبع ہوئی مگر یہ تینوں مرتبہ ایران کے مطبعوں ہی میں طبع ہوئی مگر یہ کتابت کی غلطیوں سے خالی نہیں ہے اور اب چوتھی مرتبہ اس کی طباعت نجف سے ہو رہی ہے یہ صحیح ترین نسخہ کہا جاسکے گا انشاء اللہ میں نے اس کے طابع و مصحح سے گفتگو کی ہے

نیز اس کتاب علل الشرائع کا خلاصہ شرف الدین یحییٰ ابن عزالدین حسین بن عشیرہ بن ناصر بحرانی نائب استاد شیخ علی کرکی المتوفی ۹۴۰ھ نے کیا تھا جس کا ذکر میرزا عبداللہ آفندی نے اپنی کتاب ریاض العلماء میں کیا ہے اور اس خلاصہ کا خلاصہ خود میرزا عبداللہ آفندی نے کیا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** ہے اس کا شمار شیعوں کی کتب اربعہ میں ہوتا ہے اور یہ کتب اربعہ وہ ہیں کہ احکام شرعیہ کے اخذ کرنے میں شیعوں کا اس پر دارومدار ہے نو سو سال (۹۰۰) سے زیادہ عرصہ گذر گیا کہ فقہاء وغیر فقہاء میں یہ مقبول ہے اور اتنی معتبر اور قابل اعتناء ہے کہ معدودے چند کے سوا اس پر آج تک کوئی اعتراض نہ کر سکا اور اب اس سے بڑھ کر اس کی اہمیت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے خاندان کے علماء

علم رجال کی کتابوں اور علماء کی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنی بابویہ کے خاندان کو گروہ علماء و مشائخ میں بڑا فضل و شرف کا حامل تھا اس لئے کہ ان میں بہت سے علماء اور محدثین اور گروہ امامیہ کے بڑے بڑے فقہا پیدا ہوئے جنہوں نے دین کی خدمت کی اور اپنی تالیفات و مرویات کے ذریعہ اہلبیت علیہم السلام کے آثار کی حفاظت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ میرزا عبداللہ آفندی اپنی کتاب ریاض العلماء میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ یعنی حسین بن علی بن بابویہ اور ان کے بھائی اور ان کے صاحبزادے اور نواسے اور پوتے شیخ منتخب الدین صاحب فہرست کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے جو سب کے سب اکابر علماء میں سے تھے مگر اس کے بعد شیخ منتخب الدین نے نہیں لکھے کہ ان کے حالات کیا تھے اور خود شیخ منتخب الدین علیہ الرحمہ ان کے نواسوں میں سے تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سلسلہ تو بظاہر سوائے ان کے فرزند کے اور کوئی عالم نہیں ہوا اور شیخ محقق سلیمانی بحرانی نے بابویہ کی اولاد کی تعداد پر ایک رسالہ تصنیف کردیا ہے اور اسی سے حائری نے اپنی کتاب منتہی المقال میں بہت کچھ نقل کیا ہے مگر مجھ کو وہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بس ان میں سے چند کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے جو حقیقت میں گروہ شیعہ کے لئے باعث افتخار ہیں اور آسمان علم کے درخشاں ستارے ہیں۔

والد بزرگوار

اس کے بعد ان فاضل موصوف نے ان میں سے انیس (۱۹) علماء کے نام تحریر کئے ہیں اور ان میں سے ایک حسن ابو علی بن حسین بن موسی بن بابویہ ہیں اور وہ صدوق اول سے ملقب ہوئے اور ان دونوں کو ملا کر "صدوقان" کہتے ہیں۔
اور شہید ثانی علیہ الرحمہ کے پوتے شیخ علی کا قول تھا کہ جب میں صدوقان (دونوں صدوق) کہوں تو اس سے میری مراد دونوں بھائی ہوا کرتے ہیں یعنی محمد اور حسین یہاں تک کہ انہوں نے شہید ثانی کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند صدوقان (دونوں صدوق) سے مراد محمد اور ان کے والد ہیں نجاشی نے اپنی فہرست ص ۱۸۴ میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی ابو الحسن اپنی عمر بھر قمیین کے شیخ ان کے فقیہ اور ان کے سردار رہے یہ عراق گئے اور ابو القاسم سے ملے اور ان سے مسائل دریافت کئے وغیرہ وغیرہ جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کی دعا کی برکت

نجاشی نے بھی اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا ہے کہ شیخ صدوق کے والد علی بن الحسین ایک مرتبہ عراق تشریف لائے اور ابو القاسم حسین بن روح سے ملاقات کی ان سے چند مسائل دریافت کئے پھر جب قم واپس گئے تو علی بن جعفر بن اسود کے توسط سے انہیں خط لکھا کہ میرا یہ عریضہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام تک پہنچا دیں جس عریضہ میں انہوں نے اولاد پیدا ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی تھی اور امام علیہ السلام نے ان کے خط کا جواب دیا کہ میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کردی ہے اور عنقریب تمہارے یہاں دو بہترین فرزند پیدا ہوں گے۔ نیز شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ صفحہ ۲۷۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی الاسود نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آپ کے والد یعنی علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ رحمہ اللہ نے محمد بن عثمان عمری رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آپ ابو القاسم روحی سے گذارش کریں کہ وہ مولانا صاحب العصر علیہ السلام سے میری طرف سے درخواست کریں کہ حضرت میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے میں نے ان کے کہنے کے بموجب ابو القاسم روحی سے گذارش کی تو انہوں نے انکار کردیا مگر تین دن کے بعد انہوں نے بتایا حضرت صاحب العصر علیہ السلام نے علی ابن الحسین کے لئے دعا کردی ہے اور عنقریب ان کے ایک مبارک فرزند پیدا ہوگا جو لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا اور اس کے بعد اور بھی اولاد ہوگی چنانچہ اسی سال آپ (یعنی محمد بن علی بن الحسین شیخ صدوق) پیدا ہوئے اور آپ کے بعد اور بھی اولادیں پیدا ہوئیں اور اسی کتاب میں وہ آگے اپنی طالب علمی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب محمد علی الاسود مجھے شیخ محمد بن حسن بن احمد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے درس میں جاتے ہوئے دیکھتے اور میرا علمی شوق اور حفظ کو ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ تمہارے اندر جو علم سے اتنی رغبت ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ تم امام علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے ہو۔

اور نجاشی نے اپنی کتاب رجال صفحہ ۱۸۵ پر تحریر کیا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اکثر فخر سے کہا کرتے تھے کہ میں حضرت صاحب العصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوا ہوں علمائے نجف میں سے بعض شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تاریخ میں یہ بات واضح نہیں کہ ان کے والد علیہ الرحمہ نے وہ کنیز کب اور کیسے خریدی۔ مگر ظن غالب یہ ہے کہ انہوں نے امام علیہ السلام کی توقیع پڑھنے کے بعد کسی دیلمی کنیز کو تلاش کر کے خریدا تا کہ انہیں وہ گوہر مقصود مل جائے جس کی امام نے خبر دی ہے اور اس کنیز سے پہلے ہی ایک مبارک فرزند نرینہ پیدا ہوا اور وہ یہی ہمارے شیخ محمد بن علی الحسین بن موسیٰ بن بابویہ صدوق علیہ الرحمہ تھے کہ قمیوں میں ان کا مثل کوئی نظر نہیں آتا اور جن کی ولادت آپ کے والد کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اس میں خیر و برکت کی نشانیاں نظر آنے لگیں اس لئے کہ یہ امام کی دعا کی برکت اور ان کی بشارت سے پیدا ہوئے اور امام علیہ السلام نے انہیں خیر و برکت وفقہ اور لوگوں کے لئے ان سے بہت زیادہ نفع پہنچنے کی امید دلائی تھی۔

آپ کا سن ولادت حضرت حسین ابن روح کی نیابت کا پہلا سال

ان کی ولادت قم میں ۳۰۵ھ کے بعد ہوئی جو حسین ابن روح کی سفارت کا پہلا سال تھا جیسا کہ تاریخ ابن اثیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ۳۰۵ھ کے حادثات میں تحریر کیا کہ اسی سن ماہ جمادی الاول میں ابو جعفر محمد بن عثمان عسکری المعروف بہ السمان کی وفات واقع ہوئی جن کو لوگ عمری کے لقب سے پہچانتے ہیں اور یہ امامیہ کے رئیس و سردار تھے اور ان کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ امام منتظر تک رسائی کے ذریعہ تھے اور انہوں نے مرتے وقت ابو القاسم حسین بن روح کو اپنا وصی بنایا اور شیخ طوسی نے اپنی کتاب الغیبۃ میں تحریر کیا ہے کہ ان کی وفات جمادی الاول کی آخری تاریخوں میں ہوئی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ صدوق کی ولادت ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ہوئی اس لئے کہ عمری کی وفات اور ابو القاسم روحی کی سفارت اسی سال کے ماہ جمادی الاول میں ہوئی اور ابو القاسم روحی کی سفارت کے اوائل میں شیخ صدوق کے والد عراق آئے۔ ابو القاسم روحی سے ان سے کچھ مسائل دریافت کئے پھر واپس ہوئے پھر علی بن جعفر اسود کے ہاتھوں انہوں نے ایک خط روانہ کیا پھر امام کی طرف سے اس کا جواب

حصہ اول

پھر کنیز کی خریداری پھر زمانہ حمل و ولادت اس کو ایک عرصہ چاہیے اور کچھ نہیں تو کم از کم ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ان کی ولادت ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ صدوق اپنے والد اور اپنے شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کے ساتھ زمانہ غیبت صغریٰ میں بیس سال سے کچھ زیادہ رہے کیونکہ ان دونوں کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی اور ابی الحسن علی بن محمد سمری سفراء اربعہ میں سے آخری کی وفات بھی اسی سال ہوئی اور پھر غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔

نجاشی کی رائے

نجاشی اپنی کتاب رجال ص ۲۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابو جعفر شہر رے میں وارد ہوئے یہ ہمارے شیخ ہمارے فقیہ ہیں اور خراساں میں فرقہ شیعہ کے رئیس و سردار تھے یہ بغداد کے اندر ۳۵۵ھ میں تشریف لائے حالانکہ وہ ابھی کمسن ہی تھی مگر جہاں کہ اکثر شیوخ نے ان سے احادیث کا درس لیا اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ پھر آپ نے ان کی تصنیف کردہ ایک سو نوے (۱۹۰) سے کچھ زیادہ کتب و رسائل شمار کرائے اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان ہی نے اپنی کتابوں کے نام ہمیں بتائے اور انہوں نے اپنی بعض کتابوں کو میرے والد علی بن احمد بن عباس نجاشی کو پڑھ کر سنایا۔ مرحوم کا انتقال رے کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوا۔

شیخ طوسی کی رائے

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا کہ آپ ایک جلیل القدر حافظ تھے فقہ و اخبار و رجال پر بڑی نظر رکھتے تھے ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن کا ذکر میں کتاب الفہرست میں کیا ہے۔

اور کتاب الفہرست میں تحریر فرمایا کہ آپ ایک جلیل القدر عالم تھے احادیث کے حافظ تھے رجال پر بہت نظر رکھتے تھے اخبار و واقعات کے ناقد تھے۔ قم کے علما کے اندر کثرت حفظ احادیث میں ان کا کوئی مثل نظر نہیں آتا ان کی تقریباً تین سو کتابیں تصنیف کردہ ہیں اور ان کی کتابوں کی فہرست بہت معروف ہے پھر آپ نے ان کی تقریباً چالیس کتابیں شمار کرانے کے بعد کہا کہ اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں جن کے نام مجھے یاد نہیں ہیں ان کی تمام کتابوں کے نام ہمارے اصحاب میں کچھ لوگوں نے ہمیں بتائے جن میں شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن النعمان (یعنی شیخ مفید علیہ الرحمہ) اور ابو عبد اللہ بن حسین عبید اللہ اور ابو الحسین جعفر بن حسن ابن حسکہ قمی و ابو زکریا محمد بن سلیمان حمدانی رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ حلی کی رائے

اور علامہ حلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خلاصہ الاقوال جلد اول میں ان کے متعلق وہی لکھا ہے جو نجاشی اور شیخ طوسی نے تحریر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی تقریباً تین سو تصانیف ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر ہم نے اپنی کتاب کبیر میں کر دیا ہے آپ نے ۳۸۱ء میں وفات پائی اور علامہ سید بحر العلوم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فوائد رجالیہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ مشائخ شیعہ میں سے ایک شیخ اور ارکان شریعت میں سے ایک رکن تھے رئیس المحدثین تھے اور ائمہ طاہرین سے جس قدر روائتیں کی ہیں ان میں صدوق (حد سے زیادہ راست گو) تھے آپ امام عصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے اور یہ فضل و شرف و افتخار ان کو اسی وجہ سے حاصل ہوا۔ امام عصر عجل اللہ فرجہ نے اپنی توقیع میں لکھا کہ یہ فقیہ اور مبارک ہوں گے ان سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے ساری دنیا پر آپ کے علم کی برکت چھا گئی اور ہر خاص و عام نے ان سے نفع حاصل کیا آپ کی تصانیف مدت تک باقی رہیں گی اور ان کی فقہ و حدیث سے فقہاء اور وہ عوام جن کے پاس کوئی مرد فقیہ نہ ہو متنفع ہوں گے۔

اس کے بعد آپ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت کے متعلق روایات کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ روایات صدوق کے

عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے اوصاف بیان کر دینا امام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور امام کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ وہ فقیہ با برکت ہو گا لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا یہ شیخ صدوق کی عدالت اور وثاقت کی دلیل ہے اس لئے کہ ان کی روایت اور ان کے فتویٰ سے لوگ مستفیض ہوں گے تو فتویٰ وغیرہ بغیر عدالت کے مکمل نہیں اس میں عدالت کی شرط ہے اور امام کی طرف سے اس کی توثیق ان کی وثاقت کی بھی بہت بڑی دلیل ہے نیز ہمارے بعض علمائے کرام نے تو ان کی وثاقت پر نص کر دی ہے جیسے الشقۃ الفاضل محمد بن ادریس حلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السرائر والمسائل میں اور سید الشقۃ الجلیل علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فلاح السائل و نجاح الامل میں اور کتاب النجوم و کتاب الاقبال و کتاب غیاث سلطان الوریٰ لسکان الثریٰ میں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المختلف و المنتہیٰ میں شہید نے نکت الارشاد و کتاب الذکریٰ میں ان کی وثاقت کی نص کر دی ہے۔ پھر آپ نے علمائے متاخرین میں سے چند کے نام بتائے ہیں جنہوں نے ان کی وثاقت کی تصریح کر دی ہے اور بہر حال شیخ صدوق کی وثاقت واضح اور روشن چیز ہے بلکہ معلوم ہے اور ضروری ہے کہ جس طرح حضرت ابوذر و حضرت سلمان فارسی کی وثاقت معلوم ہے اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو تو علماء کے درمیان ان کا لقب صدوق مشہور ہونا ہی ان کی وثاقت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

شیخ عبد اللہ مامقانی کی رائے

اور علامہ ثقۃ حجۃ الاسلام شیخ عبد اللہ مامقانی رحمہ اللہ تنقیح المقال جلد ۳ ص ۱۵۴ میں ان کے وہی حالات تحریر کئے ہیں جو نجاشی و شیخ طوسی و علامہ وغیرہ نے تحریر کئے اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی وثاقت میں تامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آفتاب درخشندہ کی روشنی میں تامل کرے اور وہ تامل اس قابل نہیں کہ کتابوں میں درج کیا جائے اور ان کی وثاقت کو کیونکر نہ تسلیم کر لیا جائے جبکہ حضرت حجۃ المنتظر عجل اللہ فرجہ نے اس امر کی خبر دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے نفع پہنچائے گا اس لئے ان کو موثق اور عادل ماننا ضروری ہے کیونکہ ان سے استفاع ان کی روایت اور ان کے فتویٰ ہی سے ہو گا اور یہ بغیر عدالت کے پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

علامہ طباطبائی کی رائے

اور علامہ طباطبائی نے ان کی عدالت پر یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ ان کے اقوال کے نقل نیز ان کی کتابوں خصوصاً **من لا یحضرہ الفقیہ** کی توثیق پر تمام اصحاب فقہ کا اجماع۔

اس کے علاوہ طباطبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے کتاب رجال میں دو باتیں تحریر کی ہیں ایک یہ کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ۳۵۵ھ میں وارد بغداد ہوئے مگر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صدوق علیہ الرحمہ دو مرتبہ بغداد تشریف لائے اور نجاشی نے محض دوسری مرتبہ کے ورود کا تذکرہ کیا ہے پہلا ورود تو اس وقت ہوا جب وہ ۳۵۲ھ میں نیشاپور سے عراق منتقل ہوئے جیسا کہ ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے چنانچہ ان کی کتاب عیون اخبار الرضا میں ہے کہ "بیان کیا مجھ سے ابو الحسن علی بن ثابت رواجینی نے مدینۃ السلام یعنی بغداد کے اندر ۳۵۲ھ میں" اور اس سال میں ان کا نیشاپور سے بغداد تشریف لانا ان کی کتاب کے مختلف ابواب سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "بیان کیا مجھ سے عبد الواحد بن عبدوس نے نیشاپور کے اندر شعبان ۳۵۲ھ میں اس سے پتہ چلتا ہے کہ نجاشی نے جو تاریخ ورود بغداد دی ہے وہ دوسری مرتبہ ورود کی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلا ورود بغداد، کوفہ کے ورود سے پہلے ہے چنانچہ عیون الاخبار کے گیارہویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن بکران النقاش سے کوفہ کے اندر ۳۵۴ھ میں سنا۔ بہر حال ان دونوں تاریخوں میں فرق اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۳۵۲ھ کے آخر میں نیشاپور سے بغداد آئے پھر کوفہ منتقل ہو گئے اور ۳۵۴ھ میں کوفہ کے اندر رہے پھر ۳۵۵ھ میں بغداد منتقل ہو گئے۔

دوسری بات یہ کہ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ وہ کمسن تھے مگر ان سے بڑے بڑے شیوخ نے احادیث سنیں مگر ۳۵۵ھ میں ان کا ورود یہ بتاتا ہے کہ اس وقت ان کا سن چالیس سال سے کچھ زیادہ کا تھا اس سن میں ان کو کمسن نہیں کہا جاسکتا۔

نشوونما۔ اساتذہ اور آپ کے اسفار

نجف اشرف کے بعض الفاضلین تحریر کرتے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی نشوونما فضل و شرف کے آغوش میں ہوئی ان کے پدر بزرگوار انہیں علوم و معارف کی غذا کھلاتے رہے اور اپنے علوم و آداب کی ان پر بارشیں کرتے رہے۔ اپنے صفات زہد و تقویٰ وورع کی روشنیوں سے ان کے نفس کو جگمگاتے رہے اور اس طرح ان کی علمی نشوونما مکمل ہوگئی۔

الغرض آپ اپنے باپ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے جن میں علم و عمل دونوں فضائل جمع تھے ان میں دینی و دنیاوی وجاہتیں موجود تھیں اس لئے کہ آپ کے والد اپنے زمانے میں قمیین کے شیخ ان کے فقیہ تھے لوگوں کی نگاہیں ان ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ اپنے علم اور دینداری کی وجہ سے مشہور تھے۔ اپنے ورع اور تقویٰ کی وجہ سے یہ بہت متعارف تھے تمام دیار و امصار کے اکثر شیعہ آپ کے پاس آتے اور شرعی احکام حاصل کرتے ان کا ذریعہ معاش ان کے علمی مقام کے لئے مانع نہ تھا ان کی تجارت تھی جس کو ان کے ملازمین چلاتے اور آپ بہ نفس نفیس ان کی نگرانی کرتے اور تجارت سے جو کچھ اللہ دیتا اس سے زندگی بسر کرتے انہوں نے کبھی نہ چاہا کہ دوسروں کی دولت سے ثروت مند بن جائیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایسے ماحول میں پرورش پاتے رہے اور تقریباً بیس سال سے زیادہ آپ نے اپنے والد کا زمانہ پایا اور اسی اثناء میں وہ ان کے ایسے اخلاق و آداب و معارف و علوم سے فیض حاصل کرتے رہے جس کی بنا پر وہ اپنے ہم عصروں میں سب سے بلند تھے۔ آپ کی ابتدائی اور اولین نشوونما ایران کے ایک شہر قم میں ہوئی جو اس وقت ایک بڑا علمی مرکز تھا جس میں علماء و محدثین کی کثرت تھی اور تحصیل علم کے لئے بڑا اچھا ماحول تھا۔ اہل قم ان میں خیر و بہتری کے نشانات دیکھ رہے تھے اور امام کی دعا کی وجہ سے لوگ ان سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ پھر بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہ (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کامل جوان ہوگئے اور حفظ و ذکاوت کی ایک مثالی شخصیت بن کر ابھرے۔ شیوخ کی مجالس میں حاضر ہوتے ان سے احادیث سنتے اور ان سے روایت لیتے اور چند دنوں میں لوگوں کی انگلیوں کے اشارے ان کی طرف ہونے لگے۔ چنانچہ آپ نے شیوخ اہل قم سے مثلاً محمد بن حسن بن احمد بن ولید اور حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی علیہ السلام سے بہت کچھ سنا اور ان سے حاصل کیا اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ طلب حدیث کے لئے سفر کیا اور رجب ۳۳۹ میں وطن سے نکلے اور اس کے بعد پے در پے مختلف شہروں کا سفر کرتے اور ان شہروں کے علماء سے استماع حدیث کرتے رہے۔ اس زمانہ میں ایران پر آل زیاد اور آل بویہ کی حکومت تھی۔ یہ لوگ اہل علم کی بڑی قدر و منزلت و خدمت کیا کرتے تھے اس لئے ان کے گرد علماء و شعراء جمع ہوگئے جیسے صاحب ابن عباد وغیرہ اور ان کے دور میں بہت سے علمی مرکز جابجا قائم ہوگئے تھے جیسے قم و خراسان و نیشاپور و اصفہان وغیرہ جو علماء و اساتذہ سے آباد تھے طلباء وہاں تحصیل علم کے لئے جاتے اور وہاں کے امراء و حکام ان کی سرپرستی کرتے ان کے لئے وظائف مقرر کرتے۔ ان کا اکرام کرتے۔

(۱) شہر رے میں ورود

ان امراء میں ایک رکن الدین بویہی بھی تھا جس کو بہت سے علماء کی صحبت حاصل تھی دوسرے شہروں سے علماء کو بلاتا ان سے دینی و دنیاوی فائدہ حاصل کرتا چنانچہ اس نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے بھی استدعا کی اور اس استدعا اور خواہش میں اہالیان شہر رے بھی شریک تھے۔ ان لوگوں نے بھی ان کو رے آنے کی دعوت دی آپ نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اس لئے کہ اللہ کی طرف سے علماء پر یہی فریضہ عائد ہوتا ہے آپ وہاں پہنچے اور وہاں قیام کیا۔ اہالیان شہر ان کے پاس آتے اور احکام شرعی معلوم کرتے نیز صاحبان علم و عقل ان کے گرد جمع ہوتے اور آپ اپنے علوم و معارف سے ان کو فیض پہنچاتے آپ کے دروازے پر جو آتا اس سے بخل نہ کرتے پھر اس شہر میں جتنے شیوخ تھے ان سے انہوں نے بھی اخذ حدیث

اور ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں صفحہ ۲۷۷ پر تحریر کیا ہے کہ ابن بابویہ اور ان کا نام علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ہے شیعوں کے فقہاء اور ثقات میں سے ہیں۔

اور شیخ طوسی نے اپنی دونوں کتابوں میں یعنی فہرست و رجال میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب خلاصہ الاقوال میں ان کا ذکر فرمایا ہے بلکہ تمام ارباب تراجم نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور تمام علماء نے اپنے اجازوں میں ان کا پیش کیا ہے اور بے حد تعریف کی ہے اور ان کے حالات کا مختصر ذکر ہم اس مقدمہ کے ابتدائی صفحات میں بھی کر چکے ہیں اور یہ کہ اپنے گروہ میں ان کا کتنا بلند مقام حاصل تھا اور ان کے شرف کے لئے تو ان کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا وہ مکتوب گرامی ہی کافی ہے جس میں آپ نے ان کو یا شیخی، معتمدی، فقیہی (اے میرے شیخ اے میرے معتمد اور اے میرے فقیہ) سے خطاب کیا ہے۔

یہی پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے فرزند کے لئے ایک رسالہ لکھا اس میں سارے اسناد کو ترک کر کے حدیث کے قریب ترین راوی کو اور ان کے بعد جتنے لوگ بھی آئے انہوں نے اس طرز کو بہت پسند کیا اور مسائل میں ان احادیث کی طرف رجوع کیا ان کو علم و دین میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

اساتذہ

آپ کو متعدد مشائخ و اساتذہ فقہ حدیث سے شرف تلمذ حاصل رہا اور ان سے احادیث کی روایت کی جن کے اسمائے گرامی کتاب معانی الاخبار کے مقدمہ میں موجود ہے جس کی تعداد ۲۷۰ عدد ہے تفصیل کے لئے اسے دیکھیئے۔

تلامذہ

اور جن لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ سے روایتیں لیں وہ مشائخ کی ایک جماعت ہے اور اسی مقدمہ میں ان کے نام مذکور ہیں ان کی تعداد دس (۱۰) ہے اگر ضرورت ہو تو اس مقدمہ کی طرف رجوع کیجئے۔

تعداد تصانیف

آپ کی تالیفات کے متعلق ہم فہرس ابن ندیم میں یہ عبارت پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب کے ایک جلد کی پشت پر ان کے فرزند محمد بن علی کے ہاتھ کی لکھی یہ تحریر پڑھی کہ "میں نے فلاں بن فلاں کو اپنے والد بزرگوار کی کتابوں کے لئے اجازت دی وہ دو سو کتابیں ہیں اور اپنی کتابوں کو جو اٹھارہ ہیں" آپ نے جیسا کے دیکھ لیا کہ وہ دو سو کتابیں ہیں مگر ابن ندیم نے ان کتابوں کے نام تحریر نہیں کئے اور نجاشی اور شیخ طوسی دونوں نے اپنی فہرست میں تقریباً بیس کتابیں لکھی ہیں اور افسوس ہے کہ ان کی بہت سی کتابیں ضائع ہوگئیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ہم لوگوں کو نہیں ملی۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں رکھے وہ ۲۶۰ھ کے حدود میں پیدا ہونے اور اپنے وطن قم میں واپس آنے کے بعد ۳۲۹ھ میں وفات پائی اور یہی وہ سال ہے جس میں بہت سے ستارے ٹوٹے ان کی قبر بہت مشہور ہے اس پر ایک عالیشان قبہ بنا ہوا ہے اللہ کے صالح بندے ان کی قبر کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

شیخ صدوق کے بھائی حسین رحمہ اللہ

نجاشی نے اپنی کتاب الفہرست میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور کہا ہے کہ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی ابو عبداللہ ثقہ ہیں انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے اور اجازہ روایت کی ہے ان کی متعدد کتابیں ہیں ان میں ایک کتاب التوحید و نفی التشبیہ

ایک مملیہ ہے جو صاحب ابی القاسم ابن عباد کے لئے تقریر کیا بتایا مجھ کو اس کے متعلق حسین بن عبید اللہ نے۔

اور شیخ طوسی رحمہ اللہ نے ان کا ذکر اپنی کتاب الغیبۃ ص ۲۰۱ پر کیا ہے اور جس کو نقل کیا ہے ان حجر نے اپنی کتاب لسان المیزان جلد ص ۳۰۶ میں اور ان کے حالات نقل کئے ہیں فہرست نجاشی سے مگر نجاشی کے عبارت سے لسان المیزان کی عبارت مختلف ہے اسے دیکھیں۔

آپ چند مشائخ سے روایت کرتے ہیں جن میں ایک تو ان کے والد ابوالحسن ابن بابویہ ہیں دوسرے ان کے بھائی ابو جعفر ابن بابویہ اور ابو جعفر محمد بن علی الاسود اور علی بن احمد بن عمران الصفار اور حسین بن احمد بن ادریس ہیں اور خود ان سے روایت کرتے ہیں شیخ ابو علی حسین بن محمد بن حسن شیبانی صاحب تاریخ قم و سید مرتضی علم الہدیٰ و علی بن حسین بن موسیٰ و حسین بن احمد بن ہیثم عجلی اور احمد بن محمد بن نوح ابوالعباس سیرافی کہتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کے پاس بصرہ کے اندر ماہ ربیع الاول ۳۰۰ھ اور روایت کی ہے کہ ان سے شیخ طوسی رحمہ اللہ نے ایک جماعت کے توسط سے جیسا کہ آپ نے اس کا ذکر اپنی کتاب الغیبۃ کے ص ۲۰۹، ۲۶۲، ۲۶۸ پر کیا ہے۔

شیخ صدوق کے دوسرے بھائی حسن رحمہ اللہ

ابن سورہ کے حوالے سے ان کا مختصر سا ذکر اس مقدمہ کے پچھلے صفحات میں گذر چکا کہ وہ عبادات اور زہد میں مشغول رہا کرتے تھے اور لوگوں سے اختلاط کم رکھتے وہ فقیہ نہیں تھے۔

مگر دونوں کتابوں پر مقدمہ لکھنے والوں نے ان کے قریبی رشتے داروں کے نام بڑی تلاش و جستجو کے بعد سترہ (۱۷) لکھے ہیں اور ان کے اقربا میں شیخ منتخب الدین ابوالحسن علی بن عبید اللہ بن حسن (حسکا) بن حسین بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کو بھی شمار کیا ہے یہ ایک مرد فاضل و محدث و حافظ تھے۔ اور مشہور ثقات و محدثین میں سے تھے انہوں نے ایک کتاب الفہرست لکھی ہے جو ایران میں بحار الانوار کے آخری جز میں طبع ہو چکی ہے۔ شیخ منتخب الدین اپنے آباء و اقارب و اسلاف سے بہت زیادہ روایتیں کی ہیں اور کئی کئی طریقوں سے کی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے چچازاد بھائی شیخ بابویہ بن سعد سے بھی روایت کرتے ہیں۔

اور علامہ مجلسی ثانی نے اپنی کتاب بحار الانوار کے مقدمہ میں ان کی بے حد تعریف کی وہ کہتے ہیں کہ شیخ منتخب الدین کا شمار مشہور محدثین میں ہے ان کی کتاب فہرست بے حد مشہور ہے یہ حسین بن علی بن بابویہ کی اولاد میں سے ہیں اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ ان کے بڑے چچا ہیں۔

ان کی بہت سی مولفات (کتابیں) ہیں ان میں سے ایک کتاب **الاربعین من الاربعین** (چالیس احادیث چالیس راویوں سے) فضائل امیر المومنین میں ہیں جو قلمی ہیں۔ اور ایک کتاب فہرست ہے جو طبع ہو چکی ہے جس کا ذکر چند سطر پہلے کر چکا ہوں وہ دراصل شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب الفہرست کا تکملہ اور تتمہ ہے اور شیخ حر عاملی نے اپنی کتاب امل الامل میں جو طبع ہو چکی ہے دیگر تراجم کے ساتھ ملا کر جدا کر دیا اور اس میں تمام اجازات سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور شیخ منتخب الدین کا رسالہ مواسعت (کشادگی) کے موضوع پر ہے جس کا نام انہوں نے "العصرہ" رکھا ہے جو ابھی غیر مطبوع ہے وہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں اور صاحب مقدمہ نے ان میں سے تیرہ (۱۳) نام لکھے ہیں جن میں ان کے والد عبید اللہ کا نام بھی ہے اور متاخرین سوانح نگاروں نے ان کے حالات زندگی لکھے ہیں اور بہت تعریفیں کی ہیں ان کی ولادت ۵۰۴ھ میں ہوئی اور وفات ۵۸۵ھ کے بعد ہوئی۔

وفات

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی وفات شہر رے کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوئی انکی قبر شہر رے میں سید عبدالعظیم حسنی رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب ایک قطعہ زمین میں ہے جو آپ کی قبر کی وجہ سے زیارت گاہ بن گئی ہے لوگ یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس سے برکتیں حاصل کرتے ہیں اور اس بقعہ مقدسہ کا نام بستان طغرلیہ ہے اس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ یہ طغرل بیگ سلجوقی کی قبر کے برج کے قریب واقع ہے۔ آپ کی وفات کے بعد دنوں میں مشہور ہو گیا کہ یہاں سے کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں اس لئے سلطان فتح علی شاہ قاچاری نے ۱۲۳۸ھ میں آپ کی روضہ کی جدید تعمیر کر دی

ان کرامتوں کا ذکر کتاب روضات الجنات خوانساری میں صفحہ ۵۵۹ طبع ایران ۱۳۰۶ھ میں ہے اور سید ناسید حسن صدر کاظمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نہایۃ الدرایہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور تنکابنی نے قصص العلماء میں، محمد ہاشم خراسانی نے منتخب التواریخ میں، شیخ عباس قمی نے فوائد رضویہ میں اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہاں کی کرامتیں لکھی ہیں۔

قبر شریف

آپ کی قبر شریف کا آج بھی ان چند عظیم روضوں میں شمار ہوتا ہے جہاں شیعہ زائرین حصول برکت کے لئے تمام اقطار و امصار سے پہنچتے ہیں اور اپنی اموات کو وہاں دفن کرتے ہیں روضہ کے صحن میں بہت سے علماء اور اہل فضل و ایمان کی قبریں ہیں اب ہم یہاں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتے ہیں اور اس میں سے بہت کچھ ہم نے کتاب دلیل القضاء الشرعی جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ تا صفحہ ۱۷۶ سے لیا ہے اور اس کے ساتھ اضافے کئے ہیں۔

نجف اشرف

محمد صادق بحر العلوم

حصہ اول

حصہ دوم

الصلوٰۃ

علل الشرائع
شیخ الصدوق

الزکاۃ

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷۴	وہ سبب جس کی بنا پر اشجار پھل دیتے ہیں بعض پھل نہیں دیتے اور بعض خاردار ہوتے ہیں۔	۳۶۵
۳۷۵	زرد آلوؤں کی زردی اور اس کے بعض بیج شیریں اور بعض کے تلخ ہونے کا سبب	
۳۷۶	پھلوں میں کیڑے پیدا ہونے کا سبب، نیز گیہوں اور جو پیدا ہونے کا سبب، مکئی، گاجر اور شلجم کے اس شکل میں پیدا ہونے کا سبب	۳۶۶
۳۷۷	چہرے کی زردی، آنکھوں کی نیلاہٹ، دانتوں کے درمیان گیپ اور منہ کے کھلے ہونے کا سبب	
۳۷۸	وہ سبب جس کی بنا پر اگر کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ پھر پنپتا نہیں۔	۳۶۷
۳۷۹	وہ سبب جس کی بنا پر ہر قسم کی کھجور کا درخت پانی کے جوہڑ میں ہوتا ہے سوائے عجوہ کے۔	
۳۸۰	وہ سبب جس کی بنا پر آفتاب گرم ہے اس میں سوزش ہے اور چاند اس کے خلاف ہے۔	
۳۸۱	وہ سبب جس کی بنا پر سدرۃ المنتہیٰ کا نام سدرۃ المنتہیٰ رکھا گیا۔	۳۶۸
۳۸۲	وہ سبب جس کی بنا پر شمالی ہوا کا نام شمالی ہوا رکھا گیا ہے۔	
۳۸۳	وہ سبب جس کی بنا پر ہوا، پہاڑ، ساعتوں اور دن اور رات کو برا کہنا جائز نہیں ہے۔	
۳۸۴	وہ سبب جس کی بنا پر طارق کو طارق کہتے ہیں۔	
۳۸۵	نادر علل اور اسباب	۳۶۹

حصّہ اوّل
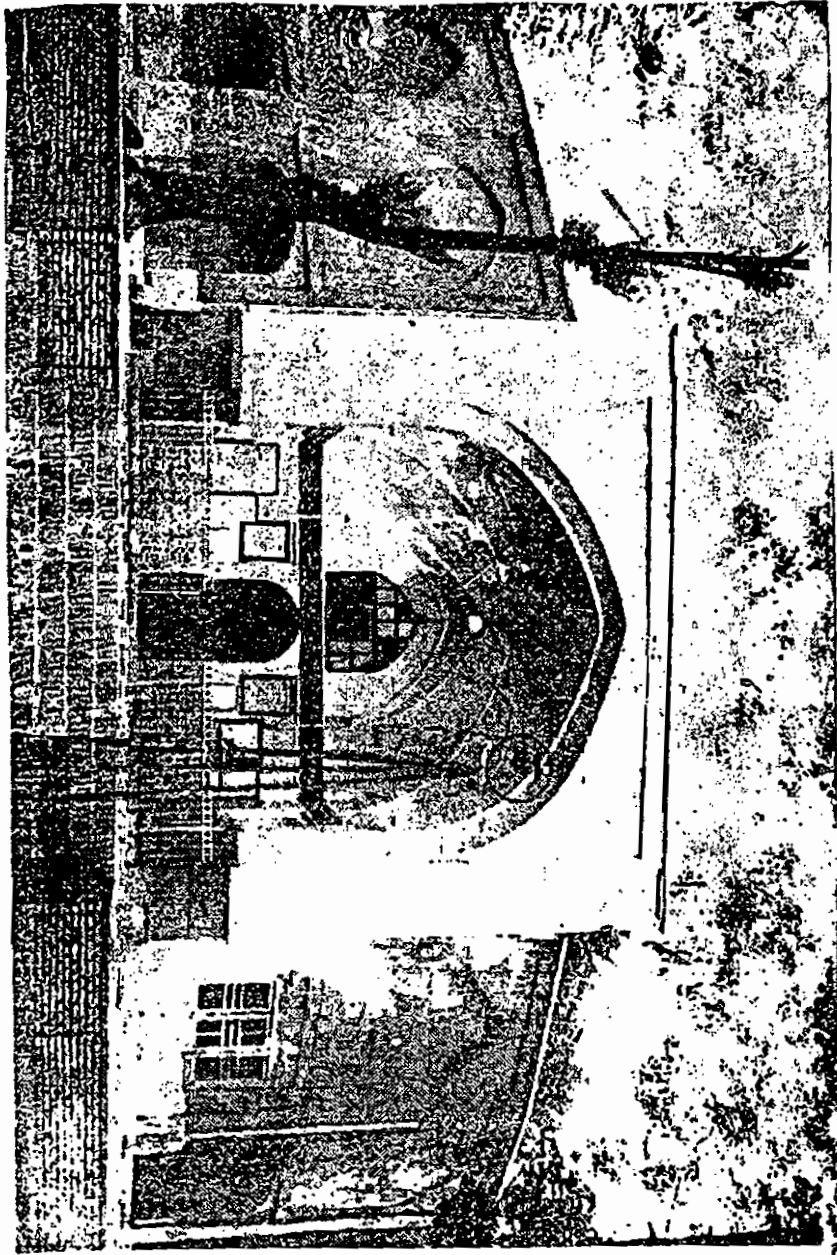
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اس اللہ کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا محمدؐ اور ان کی پاک و طاہر آل پر اور ان پر طرف سے سلام ہو جو سلام کا حق ہے۔

فرمایا شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ فقیہ قمی نے اللہ ان سے راضی و خوش رہے اور انہیں راضی و خوش رکھے جنت کو ان کی بازگشت اور قیام گاہ بنادے۔

باب (۱) وہ سبب جس کی وجہ سے سماء کا نام سماء رکھا گیا اور دنیا کا نام دنیا اور آخرت کا نام آخرت اور سبب جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام رکھا گیا اور حوا علیہ السلام کا نام حوا علیہ السلام درہم کا نام درہم اور دینار کا نام دینار اور وہ سبب جس کی وجہ سے گھوڑے کے لئے اجد کہا جاتا ہے اور خچر کے لئے عد کہا جاتا ہے اور وہ سبب جس کی وجہ سے گدھے کے لئے حر کہا جاتا ہے

بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے کہ علی بن محمد نے اپنے استاد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ۔ ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا امیر المومنین میں چیزوں کے متعلق آپ سے سوال کروں گا اگر آپ نے صحیح صحیح بتادیا تو میں اسلام لے آؤنگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا اے مرد یہودی مجھ سے چاہے پوچھ لے اس لئے کہ ہم اہلبیت سے زیادہ صاحب علم تجھے کوئی بھی نہ ملے گا۔ یہودی نے کہا یہ بتائیں کہ یہ زمین کس چیز پر ٹکی ہوئی ہے۔ بتائیں کہ بعض بچے اپنے چچا سے اور بعض بچے اپنے ماموں سے کیوں مشابہ ہوتے ہیں اور یہ بتائیں کہ زن و شوہر کے نطفوں میں سے کس نطفے سے بال و خون و گوشت و ہڈی و پٹھے بنتے ہیں اور یہ بتائیں کہ سماء کا نام سماء اور دنیا کا نام دنیا اور آخرت کا نام آخرت اور آدمؑ کا نام آدمؑ اور حواء کا نام حواء اور درھم کا نام درھم اور دینار کا نام دینار کیوں ہے اور گھوڑے کو اجد خچر کو عد اور گدھے کو حر کیوں کہا جاتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا سنو۔ زمین ایک ملک کے کندھے پر ٹکی ہوئی ہے اور اس ملک کے پاؤں ایک چٹان پر ہیں اور چٹان ایک بیل کے سینگ پر اور بیل کے پاؤں مچھلی کی پشت پر اور مچھلی نچلے سمندر میں اور سمندر ایک تاریکی پر اور تاریکی ایک بانجھ اور بنجر شے پر اور بانجھ و بنجر شے ایک تر اور گیلی مٹی پر اور اس گیلی مٹی کے نیچے کیا ہے۔ اس کو سوائے خدا عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا اور بعض بچے چچا اور بعض ماموں کے مشابہ کیوں ہوتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے پہلے رحم میں پہنچ جائے تو جو بچہ ہو گا وہ اپنے چچا کے مشابہ ہو گا اور مرد کے نطفے سے ہی ہڈیاں اور پٹھے تیار ہوتے ہیں۔ اور اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے سے پہلے رحم میں پہنچے تو جو بچہ پیدا ہو گا وہ اپنے ماموں کے مشابہ ہو گا اور عورت ہی کے نطفے سے بال اور جلد و گوشت تیار ہوتے ہیں کیونکہ یہ نطفہ زرد و رقیق ہوتا ہے اور سماء کا نام سماء اس لئے ہے کہ یہ وسم السماء یعنی معدن آب ہے۔ دنیا کو دنیا اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ہر شے سے زیادہ پست چیز ہے۔ آخرت کو آخرت اس لئے کہا گیا ہے کہ اسی میں جزاء و ثواب ملے گا۔ آدمؑ کا نام آدمؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ ادیم ارض (زمین کے چمڑے) سے پیدا کئے گئے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے

Menahi

جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ زمین کی سطح سے چار قسم کی مٹیاں لائیں۔ سفید مٹی، سرخ مٹی، پیلی مٹی اور سیاہ مٹی، ہموار و نا ہموار زمین سے لائیں پھر حکم دیا کہ اب چار طرح کے پانی لائیں یعنی شیریں پانی، نمکین پانی، کڑوا پانی اور بدبودار پانی جب سب پانی آگئے تو حکم دیا کہ یہ تمام پانی مٹی میں ڈال دیں پھر اللہ نے اپنی قدرت سے اسکو گوندھا تو نہ کوئی مٹی بچی جسے پانی کی احتیاج ہو اور نہ کوئی پانی بچا جو مٹی کا محتاج ہو۔ پھر اللہ نے شیریں پانی ان کے حلق میں، نمکین پانی ان کی آنکھوں میں کڑوا پانی ان کے کانوں میں اور بدبودار پانی ان کے ناک میں قرار دیا۔

اور حواء کا نام حواء اس لئے رکھا گیا کہ وہ حیوان سے پیدا کی گئیں اور گھوڑے کو اجد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یوم قتل ہابیل سب سے پہلے جس نے گھوڑے کی سواری کی وہ قابیل تھا اور یہ مصرعہ گنگناتا جاتا تھا اجدالیومہ وما...ترک الناس وما (میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اب انسان کا کوئی خون نہیں ہو گا) اس لئے گھوڑے کو اجد کہتے ہیں اور فچر کو اس لئے عد کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ فچر پر سوار ہوئے اور اس کے لئے ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام معد تھا جو جانوروں کا بڑا شوقین تھا۔ اور وہی حضرت آدم کو فچر پر بٹھا کر اسے ہانکتا تھا جب وہ سرکشی کرتا تو حضرت آدمؑ پکارتے کہ اے معد اے معد اسے ہانکو اس لئے وہ فچر معد کے نام سے مانوس ہو گیا تھا تو لوگوں نے معد کی میم کو چھوڑا اور صرف عد کہنے لگے۔

اور گدھے کو حمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ گدھے پر سب سے پہلے حضرت حواء سوار ہوئیں اس لئے کہ ان کے پاس ایک گدھی تھی جس پر سوار ہو کر وہ اپنے بیٹے ہابیل کی قبر کی زیارت کے لئے جاتی تھیں اور درمیان میں کہتی جاتی تھیں واحمرالااور جب وہ یہ کہتی تھیں تو گدھی چلنے لگتی تھی اور چپ ہو جاتیں تو گدھی سرکشی کرنے لگتی تو لوگ تمام حروف کو چھوڑ کر صرف حمر کہنے لگے۔

درھم کا نام درھم اس لئے ہوا کہ یہ درحقیقت دار ھم (غمکدہ) ہے جو شخص اس کو جمع کرے گا اور اطاعت الٰہی میں صرف نہیں کرے گا وہ اس کو جہنم میں پہونچا دے گا۔

اور دینار کو دینار اس لئے کہا جاتا ہے کہ درحقیقت دار نار ہے جو اس کو جمع کرے گا اور اطاعت الٰہی میں صرف نہیں کرے گا وہ اس کو جہنم کا وارث بنا دے گا۔

یہ سنکر یہودی نے کہا یا امیرالمومنین آپ نے سچ فرمایا آپ نے جو کچھ کہا وہ میں نے توریت میں دیکھا ہے اس کے بعد وہ امیرالمومنین کے ہاتھوں پر اسلام لے آیا اور آپ کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہوا۔

باب (۲) وہ سبب جس کی وجہ سے آگ کی پرستش کی گئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے کہ انہوں نے سنا محمد ابن حسین بن ابی الخطاب اور احمد بن محمد بن عیسیٰ سے یہ دونوں کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن سنان نے کہ انہوں نے سنا اسماعیل بن جابر اور کرام بن عمر سے انہوں نے سنا عبد الحمید بن ابی الدیلم سے انہوں نے روایت کی حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب قابیل نے دیکھا کہ آگ نے ہابیل کی قربانی قبول کرلی تو ابلیس نے اس سے بڑھکر کہا کہ ہابیل چونکہ اس آگ کی پرستش کرتا تھا اس لئے اس نے اس کی قربانی قبول کرلی۔ تو قابیل نے جواب دیا کہ میں اس آگ کی تو پرستش نہیں کروں گا جس کی پرستش ہابیل کرتا تھا مگر ہاں دوسری آگ کی پرستش کروں گا اور اس کے سامنے اپنی قربانی پیش کروں گا وہ آگ میری قربانی قبول کرے گی۔ اس لئے اس نے آتش کدہ بنایا اور اس کی پرستش کرنے لگا اور اسے اپنے پروردگار کی معرفت نصیب نہ ہوئی چنانچہ اس کی جتنی اولادیں پیدا ہوئیں وہ سب آتش پرست ہو گئیں۔

باب (۳) وہ سبب جس کی وجہ سے بت پوجے جانے لگے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے احمد بن محمد ابن عیسیٰ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے محمد بن خالد برقی نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حماد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حریز ابن عبد اللہ سجستانی سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے وقالوا لاتذرن الھتکم ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق ونسراً (اور کہنے لگے کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ "ود" اور نہ "سواع" کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو) سورۃ نوح۔ آیت نمبر ۲۳ کے متعلق روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جن کے نام لئے گئے ہیں یہ سب اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے جب یہ مرگئے تو ان کی قوم چیخنے پیٹنے لگی۔ اور ان کی موت ان لوگوں پر شاق ہوئی تو ان کے پاس ابلیس علیہ اللعن آیا اور بولا (صبر کرو) میں ان لوگوں کی شکل کا بت بنا دیتا ہوں کہ تم انہیں دیکھا ان سے انس رکھنا اور اللہ کی عبادت کرنا چنانچہ ابلیس نے ان کے ہمشکل چند بت بنا دئے اور وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے اور ان بتوں کی شکلوں کو دیکھتے رہتے۔ اور جب جاڑے اور بارش کا موسم آتا تو انہیں گھروں میں لیجا کر رکھتے اور اللہ کی عبادت کرتے رہتے یہاں تک کہ وہ نسل ختم ہو گئی ان کی اولاد بڑی ہوئی تو کہنے لگی کہ ہمارے باپ دادا ان ہی کی تو عبادت کرتے تھے چنانچہ وہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگے اور اللہ کی عبادت ترک کردی اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولاتذرن وداولاسواعا.

باب (۴) وہ سبب جس کی وجہ سے عود کو خلاف بھی کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے نعمان سے انہوں نے یزید بن معاویہ عجلی سے ان کا بیان ہے کہ امام محمد باقر ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ عود کا نام خلاف اس طرح پڑ گیا کہ ابلیس نے عود سے سواع کے شکل کی ایک مورت بنائی ود کی شکل کے خلاف اس لئے عود کا خلاف نام پڑ گیا۔ یہ حدیث طویل ہے میں نے یہاں بقدر حاجت نقل کیا ہے۔

باب (۵) کیا وجہ ہے کہ تمام وحشی جانور اور چڑیاں اور درندے وغیرہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے

(۱) مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے عبد اللہ بن محمد سے انہوں نے حماد بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ تمام وحشی جانور اور پرندے اور درندے بلکہ تمام مخلوق الٰہی پہلے آپس آپس میں میل ملاپ اور اختلاط رکھتے تھے مگر جب آدمؑ کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تو ان میں نفرت پیدا ہوئی اور ایک دوسرے سے ڈرنے لگے۔ ہر ایک صرف اپنی اپنی شکل وصورت والوں سے ملنے جلنے لگا۔

باب (۶) کیا وجہ ہے کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ملائکہ سے بہتر ہیں اور انسانوں ہی میں ایسے بھی ہیں جو جانوروں سے بدتر ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ کہا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن

حکم سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام دریافت کیا بتائیں ملائکہ افضل ہیں یا بنی آدم ؟ آپ نے کہا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عقل دی بغیر شہوت و خواہش کے اور جانوروں کو شہوت و خواہش دی بغیر عقل کے اور بنی آدم کو دونوں چیزیں دیں۔ پس جس کی عقل خواہش پر غالب رہے گی وہ ملائکہ سے بہتر ہے اور جس کی شہوت و خواہش عقل پر غالب رہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

باب (۷) کیا سبب ہے کہ انبیاء و رسل اور حجتہائے خدا صلوات اللہ علیہم ملائیکہ سے افضل ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن علی ہمدانی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالفضل العباس بن عبداللہ بخاری نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے روایت کرتے ہوئے حضرت علی ابن موسیٰ رضاؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰؑ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمدؑ بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن حسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین ابن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کوئی مخلوق مجھ سے افضل اور زیادہ مکرم اپنے نزدیک نہیں پیدا کی اور حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ افضل ہیں یا جبرئیل ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین کو اپنے ملائکہ مقربین پر فضیلت دی اور مجھے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت عطا فرمائی اور یہ فضیلت میرے بعد تم کو اور تمہارے بعد آئمہ کو عطا فرمائی۔ اور ملائکہ تو ہم لوگوں کے خادم ہیں بلکہ ہمارے دوستوں کے بھی خادم ہیں۔ اے علی (وہ فرشتے جو کہ) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گردو پیش ہیں وہ اللہ کے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو ہم لوگوں کی ولایت و دوستی پر ایمان لاتے ہیں۔

اے علی اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آدم کو پیدا کرتا نہ حوا کو نہ جنت کو نہ جہنم کو نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ پھر ہم لوگ ملائیکہ سے کس طرح افضل نہیں ہوئے جبکہ ہم لوگ اپنے رب کی معرفت اور اس کی تسبیح و تہلیل و تقدیس میں ان ملائیکہ سے سابق تھے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ ہماری روحیں تھیں اور ہم لوگوں کو اپنی توحید اور تمجید کے ساتھ گویا کیا اس کے بعد ملائیکہ کو پیدا کیا۔ جب ان ملائیکہ نے ہماری ارواح کو بشکل نوری دیکھا تو ہم لوگوں کو ہی سب سے عظیم تر سمجھنے لگے تو ہم لوگوں نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی تاکہ ملائیکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگ مخلوق ہیں اور اللہ ہم لوگوں کی صفات سے کہیں بالاتر ہے۔ پس ہم لوگوں کی تسبیح سن کر ملائیکہ بھی تسبیح پڑھنے لگے اور اللہ کو ہم لوگوں کی صفات سے بالاتر سمجھنے لگے اور جب ان لوگوں نے مشاہدہ کیا اور ہم لوگوں کی شان ہی کو عظیم سمجھنے لگے پس ہم لوگوں نے لا الہ الا اللہ کہنا شروع کیا تاکہ ملائیکہ یہ سمجھیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں۔ ہم لوگ اس کے بندے ہیں۔ ہم لوگ اللہ نہیں ہیں ہم پر بھی واجب ہے کہ اس اللہ کی عبادت کریں یہ سن کر ملائیکہ نے بھی لا الہ الا اللہ کہنا شروع کیا۔ پھر مشاہدہ کیا تو ہم لوگوں کے محل و مقام کو بہت بڑا سمجھنے لگے۔ ہم لوگوں نے فوراً کہا اللہ اکبر تاکہ ملائیکہ یہ سمجھیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اسی کی بارگاہ سے بلند مقام عطا ہوتا ہے۔ پھر جب ملائیکہ نے ہم لوگوں کی عزت و قوت دیکھی جو اللہ نے ہم لوگوں کو عطا فرمائی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تاکہ ملائیکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگوں کے پاس نہیں کوئی قوت اور نہیں کوئی طاقت مگر صرف اللہ کی دی ہوئی۔ پھر جو نعمتیں اللہ نے ہم لوگوں کو دی ہیں اور جو فریضہ اطاعت ہم لوگوں پر واجب کیا ہے جب فرشتوں کی ان پر نظر پڑی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا الحمد اللہ تاکہ فرشتے یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا ہم لوگوں کے

اوپر کس قدر حق ہے۔ یہ سنکر ملائیکہ بھی کہنے لگے الحمد اللہ۔ پس اس طرح ہم لوگوں کے ذریعہ ملائیکہ نے اللہ کی توحید کی معرفت اس کی تسبیح اس کی تہلیل اور اس کی تمجید کی طرف ہدایت پائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلق کیا اور ہم لوگوں کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا اور صرف ہم لوگوں کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر ملائیکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اور ملائیکہ کا یہ سجدہ اللہ کے لئے عبودیت کا تھا اور حضرت آدمؑ کے لئے تعظیم و اکرام کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ہم لوگ ان کے صلب میں تھے پھر کیسے ہم لوگ ملائیکہ سے افضل نہ ہوں گے جبکہ سارے ملائیکہ نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔

اور جب مجھے آسمانوں کی طرف لیجایا گیا تو جبرئیل نے وہاں اذان کہی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کر کے اور اقامت کہی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کر کے مجھ سے کہا اے محمد آگے بڑھئے میں نے کہا اے جبرئیل میں تمہارے ہوتے ہوئے آگے بڑھوں ؟ انہوں نے کہا ہاں اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اپنے تمام ملائیکہ پر فضیلت دی ہے اور آپ کا فضل و شرف تو خاص ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان سب کو نماز پڑھائی مگر میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اور جبکہ میں نور کے حجابوں تک پہونچا تو جبرئیل نے کہا اے محمدؐ اب آپ آگے بڑھیں اور انہوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو میں نے کہا اے جبرئیل تم نے ایسے مقام پر میرا ساتھ چھوڑ دیا ؟ تو انہوں نے کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے جو حد میرے لئے مقرر کی یہاں پر ختم ہو جاتی ہے اگر میں نے اس حد سے تجاوز کیا تو حدود الہی سے تجاوز کرنے پر میرے بال و پر جل جائیں گے۔ پھر انہوں نے مجھے اس نور میں غوطہ دے دیا اور اب میں وہاں پہنچ گیا جہاں اللہ اپنے ملک کی بلندی میں مجھے پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر مجھے ندا دی گئی تو میں نے عرض کیا لبیک و سعدیک اے تبارک و تعالیٰ پھر ندا آئی اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں لہذا تم میری ہی عبادت کرنا اور مجھ ہی پر توکل کرنا اور تم ہی تو میرے بندوں میں میرے نور اور میری مخلوقات کی طرف میرے رسول اور میری تمام مخلوق پر میری حجت ہو۔ تمہارے لئے اور تمہاری اتباع کرنے والوں کے لئے میں نے جنت خلق کی ہے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے میں نے جہنم خلق کی ہے۔ تمہارے اوصیاء کے لئے میں نے اپنے کرم کو لازم کر دیا ہے اور ان کے شیعوں کے لئے میں نے اپنی طرف سے ثواب دینا واجب کر لیا ہے۔ میں نے عرض کیا پروردگار میرے اوصیاء کون ہیں تو آواز آئی اے محمدؐ تمہارے اوصیاء کے نام تو ستون عرش پر لکھے ہوئے ہیں اور اگرچہ میں اپنے رب کے سامنے تھا مگر میں نے وہیں سے نظر کی تو ساق عرش پر بارہ نور ہیں اور ہر نور ایک ہرے رنگ کی سطر میں ہے اور ہر سطر میں اوصیاء میں سے ہر وصی کا نام مرقوم ہے جن کے اندر پہلے علی ابن ابی طالب تھے اور آخری میں میری امت کے مہدی ہیں۔ میں نے عرض کیا پروردگار میرے بعد یہ سب میرے اوصیاء ہوں گے ؟ تو آواز آئی اے محمد ہاں اے محمد تمہارے بعد یہی میرے اولیاء میرے احباء میرے اصفیاء اور میری حجتیں ہیں میری مخلوق پر اور یہی تمہارے بعد تمہارے اوصیاء اور تمہارے خلفاء ہیں جو مخلوق میں تمہارے بعد سب سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں ان ہی لوگوں کے ذریعہ اپنے دین کو غالب کروں گا۔ ان ہی کے ذریعہ اپنے حکم کو بلند کروں گا ان کے آخری فرد کے ذریعے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا اسے زمین کے سارے مغرب و مشرق پر قابو اور تمکن دوں گا۔ اس کے لئے ہوا کو مسخر کروں گا بھاری بھاری بادلوں کو اس کا مطیع کروں گا۔ اس کے اسباب میں اضافہ کروں گا۔ اپنی فوج سے اس کی مدد کروں گا۔ اپنے ملائیکہ سے اس کی نصرت کروں گا یہاں تک ہماری دعوت بلند ہو جائے اور ساری مخلوقات ہماری توحید پر جمع ہو جائے پھر میں اس کے ملک و سلطنت کو دوام بخشوں گا اور روز قیامت تک اس سلطنت کو دوام بخشوں گا اور روز قیامت تک اس سلطنت کا سلسلہ اپنے اولیاء میں چلاؤں گا۔

(۲) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن عبداللہ برقی نے کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے روایت کرتے ہوئے اپنے دادا احمد ابن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عمرو بن جمیع سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ جب جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ کے سامنے وہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اور گھر میں داخل نہ ہوتے تھے جب تک کہ آنحضرتؐ سے اجازت نہ لے لیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے باپ سے

روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے و محمد بن ابی عمیر سے اور ان سب لوگوں نے روایت کی ابان بن عثمان سے انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب احد کے دن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درجہ شکست کھائی کہ آنحضرت کے ساتھ سوائے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ کے اور کوئی نہ رہا تو آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا اے ابو دجانہ کیا تم اپنی قوم کو نہیں دیکھ رہے ہو؟ ابو دجانہ نے کہا جی ہاں دیکھ رہا ہوں پھر تم بھی اپنی قوم کے ساتھ جا کر ملحق ہو جاؤ ابو دجانہ نے کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول کے ہاتھ پر اس کے لئے بیعت نہیں کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے۔ ابو دجانہ نے کہا خدا کی قسم میں قریش سے یہ ہرگز نہیں کہنا چاہتا کہ میں بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ لیا لہذا اب تو جو آپ کو جھیلنی پڑے گی وہی میں بھی جھیلوں گا۔ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ جب مشرکین کا کوئی گروہ آنحضرتؐ پر حملہ کرتا تو یہ ان کا مقابلہ کرتے اور مار بھگاتے اور ان میں سے اکثر قتل ہوتے یا زخمی ہوتے کہ اسی اثنا میں حضرت علی کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آدمی اپنے اسلحہ کے ذریعے ہی تو جنگ کرتا ہے مگر میری تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے انہیں اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی۔ پھر وہ اسی تلوار سے آنحضرتؐ کا مسلسل دفاع کرتے رہے یہاں تک سارے مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے تو آنحضرتؐ پر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ اس وقت علیؑ نے آپ کے ساتھ جو کام کیا اس کا نام مساوات و ہمدردی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (وہ کیوں ایسا نہ کرتے) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا اور میں آپ دونوں سے ہوں اور لوگوں نے آسمان سے یہ آواز آتے ہوئے سنی کہ **لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی**

(نکتہ) مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جبرئیل کا یہ کہنا کہ "وانا منکما" اور میں آپ دونوں سے ہوں یہ ان کی طرف سے تمنا کا اظہار ہے کہ کاش میں ان دونوں سے ہوتا۔ اگر جبرئیل ان دونوں سے افضل ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہتے اور ہرگز یہ تمنا نہ کرتے کہ وہ اپنے بلند درجے سے اتر کر ایک پست درجہ میں آجائیں۔ بلکہ "وانا منکما" اس لئے کہا تا کہ وہ اپنے درجے سے بلند درجہ پر پہنچ جائیں اور بلند سے بلند تر درجہ اور فضیلت بالا کے فضیلت حاصل ہو جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری رحمہ اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ علی بن محمد بن قتیبہ نے وہ کہتے ہیں بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بالا پر لیجایا گیا اور وہاں نماز کا وقت آگیا تو جبرئیل نے اذان دی اور اقامت کہی۔ پھر کہا اے محمد آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل تم آگے بڑھو۔ جبرئیل نے کہا میں؟ جب سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو حضرت آدم کو سجدے کا حکم دیا میں کسی آدمی کے ہوتے ہوئے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے وہ کہتے ہیں کہ بتایا مجھ کو احمد بن فضل نے کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن مہزیار نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابراہیم عوفی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حکم براجمی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے شریک بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابی وقاص عامری سے اور انہوں نے محمد بن عمار ابن یاسر سے انہوں نے اپنے والد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرما رہے تھے کہ علی ابن ابی طالب کے کراماً کاتبین (دو محافظ فرشتے) دوسرے لوگوں کے کراماً کاتبین پر یقیناً فخر کریں گے کہ ہم علی ابن ابی طالب کے کراماً کاتبین ہیں۔ اس لئے کہ علی کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی بات اوپر نے کر نہیں گئے کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا۔

باب (۸) اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بغیر کسی مقصد کے نہیں پیدا کیا۔

(۱) ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی فقیہ مصنف کتاب رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے اور حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے جمیل بن دراج اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ اس نے سے چند حلال و حرام چیزوں کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی شے بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کی۔

باب (۹) خلقت خلق اور ان کے حالات میں اختلاف کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے حسین بن عبیداللہ سے اور انہوں نے حسن بن علی بن ابی عثمان سے انہوں نے عبدالکریم بن عبیداللہ سے انہوں نے سلمہ بن عطار سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اپنے اصحاب کے مجمع میں آئے اور فرمایا **ایہا الناس اللہ تعالیٰ جل ذکرہ** نے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں اور جب اس کی معرفت حاصل کریں گے جب اس کی عبادت کریں گے تو اللہ کے سوا کسی اور بندے کی بندگی سے مستغنی ہو جائیں گے۔ پھر ایک شخص نے کہا فرزند رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ کی معرفت کیا ہے؟ فرمایا کہ ہر اہل خانہ کو اپنے زمانے کے امام کی معرفت کہ جس کی اطاعت ان لوگوں پر فرض ہے۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ آپ جناب کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے کے لوگ یہ جان لیں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے کسی زمانہ کو بغیر امام معصوم کے خالی نہیں چھوڑا پس جس نے اللہ کی عبادت بغیر حجت خدا کو تسلیم کئے ہوئے کی اس نے گویا غیر اللہ کی عبادت کی۔

(۲) مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ علوی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ پوچھا کہ اللہ نے مخلوقات کو کس لئے پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو عبث پیدا نہیں کیا اور نہ انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا بلکہ انہیں اپنی قدرت کے اظہار کے لئے پیدا کیا نیز اس لئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اللہ کی رضا و خوشنودی کے مستحق بن جائیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے کسی منفعت حاصل کرنے یا ان کے ذریعہ کسی مضرت کو دور کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ان لوگوں کو نفع پہنچائے اور انہیں ابدی نعمتوں تک پہنچا دے۔

(۳) مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار سے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے اور انہوں نے محمد بن زید سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تاکہ آپ جناب سے توحید باری کے متعلق سوال کروں تو آپ نے مجھے یہ املا کرادیا۔

حمد اس خدا کی جو تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے بحیثیت موجد کے اور ان کا اختراع کرنے والا ہے۔ پہلے پہل کسی اور شے کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ صرف اپنی حکمت اور قدرت سے ورنہ اس کو اختراع کہنا درست نہیں ہوگا اور کسی نمونہ کے ذریعے نہیں ورنہ اس کو ایجاد کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

اس نے اپنی حکمت اور اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے جو چاہا اور جیسا چاہا پیدا کیا یکتائی کے ساتھ۔ عقلیں اس کو اپنی گرفت میں نہیں لا سکتیں وہم و خیال اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ کسی پیمانے سے ناپا تولا نہیں جا سکتا ساری تعلیم ہیں اس

سامنے ہیچ ساری نگاہیں اس کے سامنے بے سود ۔ اس میں صفات کا الٹ پھیر کرنا گمراہی ہے ۔ وہ بغیر کسی حجاب کے حجاب کے اندر ہے ۔ وہ بغیر کسی پردے کے پردے میں چھپا ہوا ہے ۔ وہ بغیر دیکھے پہچانا جاتا ہے ۔ بغیر اس کی صورت کے اس کی تعریف کی جاتی ہے ۔ بغیر جسم کے اس کی توصیف ہوتی ہے ۔ نہیں ہے کوئی سوائے اس اللہ کے وہ کبیر و ستار ہے ۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور انہوں نے حسن بن محبوب سے نیز بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حبیب سجستانی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی صلب سے آدم کی تمام ذریات کو نکالا تاکہ ان سے اپنی ربوبیت اور ہر نبی کی نبوت کا اقرار کا عہد و میثاق لے اور ان سے سب سے پہلے جس عہد کا میثاق لیا گیا وہ محمدؐ ابن عبداللہ کی نبوت کا تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آدمؑ سے کہا ذرا دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے ۔ آدمؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ذرات کی شکل میں آسمان کے اندر بھرے ہوئے تھے آدمؑ نے کہا پروردگار ، میری ذریت کتنی زیادہ ہے تو نے انہیں کس لئے پیدا کیا اور تو ان سے یہ عہد و میثاق کس بات کا لے رہا ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کا کہ یہ صرف میری ہی عبادت کریں گے اور عبادت میں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور ان کی اتباع کریں گے ۔ آدمؑ نے کہا پروردگار ، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ان کے بعض ذرے بعض سے بڑے ہیں اور بعض میں چمک زیادہ ہے اور بعض میں چمک کم ہے اور بعض میں تو چمک بالکل ہی نہیں ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کو اس طرح پیدا کیا ہے تاکہ تمام تمام حالات میں ان کا امتحان لوں ۔ آدمؑ نے عرض کی پروردگار کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ بات کروں ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ہاں بات کرو تمہاری روح تو میری ہی پیدا کردہ روح ہے مگر تمہاری فطرت میری کنونیت کے خلاف ہے ۔ آدمؑ نے کہا پروردگار کاش تو ان سب کو ایک طرح کا ، ایک پیمانہ کا ، ایک طبیعت کا ، ایک سرشست کا ، ایک رنگ کا پیدا کرتا ۔ انہیں ایک ہی مقدار میں عمر ، ایک ہی مقدار میں رزق دیتا تاکہ کوئی ایک دوسرے سے برسرپیکار نہ ہوتا اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتا اور کسی چیز پر آپس میں اختلاف نہ ہوتا ۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا اگرچہ تم میری روح کی وجہ سے گویا ہوئے مگر اپنی ضعف فطرت کی وجہ سے وہ کچھ کہہ گئے جس کا تمہیں علم نہیں سنو میں خالق و عالم و دانا ہوں میں نے اپنے علم کی بنا ، پر ان کی خلقت میں فرق و اختلاف رکھا میری مشیت سے ان پر ان میں میرا حکم چلے گا اور میری ہی تدبیر و تقدیر پر یہ لوگ گزران کرتے رہیں گے ۔ میری خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی ۔ میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں اور جنت کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا جو ان میں سے میری عبادت اور میری اطاعت کریں گے اور میرے رسولوں کی اتباع کریں گے اور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا ۔ میں نے تمہیں اور تمہاری ذریت کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ مجھے اس کی ضرورت تھی بلکہ تمہیں اور ان لوگوں کو میں نے اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں بھی آزماؤں اور ان لوگوں کو بھی آزماؤں کہ دار دنیا میں دوران حیات اور قبل ممات تم میں سے کون ہے جو از روئے عمل بہتر ہے اور اسی بنا پر میں نے دنیا و آخرت و حیات و موت و اطاعت و معصیت و جنت و جہنم کو پیدا کیا ۔ اور اسی طرح میں نے اپنی تقدیر اور اپنی تدبیر میں اور میرا وہ علم جو ان لوگوں پر نافذ ہے اس میں ، میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان کی صورتوں کو ان کے اجسام کو ان کے رنگ کو ان کی عمروں کو ان کی روزی کو ان کی اطاعت ان کی معصیت کو ایک دوسرے سے مختلف رکھوں گا ۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو سعید کسی کو شقی ، کسی کو بینا کسی کو نابینا ، کسی کو پستہ قد کسی کو دراز قد ، کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت ، کسی کو عالم کسی کو جاہل ، کسی کو دولتمند کسی کو فقیر ، کسی کو فرمانبردار کسی کو نافرمان ، کسی کو صحتمند کسی کو مریض ، کسی کو مرض اور کسی کو بغیر تکلیف کے قرار دیا ۔ اس لئے کہ جب کوئی تندرست کسی مریض کو دیکھے تو اپنی صحت و عافیت پر میرا شکر ادا کرے اور جب کوئی مریض کسی صحتمند کو دیکھے تو مجھ سے دعا کرے کہ میں اسے صحت دوں اور میری آزمائش پر صبر کرے تو میں اسے اجر خیر عطا کروں اور اگر کوئی دولتمند کسی فقیر کو دیکھے تو میری حمد کرے اور میرا شکر ادا کرے اور اگر کوئی فقیر

کسی دولتمند کو دیکھے تو مجھ سے دعا کرے اور مجھ سے سوال کرے اور اگر کوئی مومن کسی کافر کو دیکھے تو اس بات پر میری حمد کرے کہ میں نے اس کو ہدایت دی ۔

میں نے انہیں اس لئے پیدا کیا کہ انہیں آزماؤں ۔ خوش حالی و بد حالی میں ، صحت مندی میں اور بیماری میں اور کسی کو عطا کرکے اور کسی کو منع کرکے اور میں اللہ ہوں میں مالک ہوں میں قادر ہوں مجھے اختیار ہے کہ میں اپنی تمام تقدیر و تدبیر کو جاری کروں اور جو چاہوں تبدیلی کروں چاہوں تو جس چیز کو مؤخر کیا ہے مقدم کروں اور جس کو مقدم کیا ہے مؤخر کروں میں اللہ ہوں جو چاہوں کر گزروں مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہاں میں اپنے بندوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کروں گا ۔

(۵) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون ابن مسلم سے اور انہوں نے روایت کی مسعدہ بن زیاد سے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا یا ابا عبداللہ ہم لوگوں کی خلقت بھی عجیب ہے ۔ آپ نے فرمایا تم کیا کہنا چاہتے ہو ؟ اس نے کہا کیا ہم لوگ فنا کے لئے پیدا ہوئے ہیں ؟ فرمایا نہیں اے بھتیجے ہم لوگ باقی رہنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ، ہم لوگ کیسے فنا ہوں گے جبکہ جنت کبھی نہیں مٹے گی اور جہنم بھی کبھی نہیں بجھے گی ہاں یہ کہو کہ ہم لوگ کوچ کر کے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف چلے جائیں گے ۔

(۶) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے اور انہوں نے بعض آئمہ سے کہ بلاناغہ ہر روز ایک فرشتہ مشرق سے ندا دیتا ہے کہ کاش یہ خلق نہ ہوتی کہ یہ لوگ کس لئے پیدا ہوئے ہیں تو دوسرا فرشتہ مغرب سے اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ کس لئے پیدا ہوئے ہیں ۔

(۷) ابوالحسن طاہر بن محمد بن یونس بن حیات الفقیہ نے جو اجازہ مجھے بلخ میں دیا اس کے اندر مجھے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عثمان ہروی نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن مہاجر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن خالد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صدقہ بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ہشام سے اور انہوں نے انس سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انہوں نے جبرئیلؑ سے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی گویا اس نے مجھ سے جنگ کے لئے مبارز طلبی کی ۔ اور میں اپنے کسی کام میں اتنا متردد نہیں ہوتا جتنا کہ کسی مومن کی قبض روح میں متردد ہوتا ہوں کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ برائی کو ناپسند کرتا ہوں مگر کیا کیا جائے یہ اس کے لئے ضروری بھی ہے اور کوئی عمل میرے بندے کو مجھ سے اتنا قریب نہیں کر سکتا جتنی ان فرائض کی ادائیگی جو میں نے اس پر عائد کئے ہیں اور میرا بندہ مجھ سے مسلسل دعائیں مانگتا رہے گا تو میں اس سے محبت کرنے لگوں گا اور جس سے میں محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان و آنکھ اور ہاتھ بن جاؤں گا ۔ اس امید پر کہ اگر وہ مجھ سے دعا کرے تو میں اسے قبول کروں اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں عطا کروں ۔ اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر عبادت کا کوئی باب کھولنا چاہتے ہوں تو میں ان کو اس سے باز رکھتا ہوں کہ کہیں اس میں غرور پیدا نہ ہو جائے جو ان کو خراب کر دے اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جن کا ایمان بغیر فقر کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کو دولت مند کردوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر دولت مندی کے درست نہیں رہ سکتا اگر ان کو فقیر کردوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر مرض کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کے جسم کو صحت دے دوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر صحت کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کو مریض کردوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میں اپنے ہر بندہ کا انتظام اس کے دل کا علم رکھتے ہوئے کرتا ہوں کہ میں علیم و خبیر ہوں ۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن موسیٰ حبال طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محسن نے روایت کرتے ہوئے یونس بن ظبیان سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگ تین وجوہات کی بنا پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ ثواب کی خواہش میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہ طمع ولالچ ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے اور یہ غلاموں کی سی عبادت و اطاعت ہے لیکن میں اللہ کی عبادت اللہ کی محبت کی بنا پر کرتا ہوں اور یہ مکرم و باعزت لوگوں کی عبادت ہے اور ان ہی کے لئے امن ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وہم من فزع یومئذ امنون** (اور ایسے لوگ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے)۔ سورۃ نمل۔ آیت نمبر ۸۹

نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم** (اے پیغمبر لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۱ پس جو اللہ سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس سے اللہ محبت کرے وہ امن پانے والوں میں ہوگا

(۹) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بن ضریس بجلی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن عمارہ سکری سریانی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن عاصم نے قزوین میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن ہارون کرخی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن یزید بن سلام بن عبداللہ (رسول اللہؐ کے غلام) انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن یزید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یزید بن سلام نے اپنے باپ سلام بن عبداللہ برادر عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے برادر موسیٰ بن عمران کے صحیفوں میں یہ مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندوں میں نے اس لئے مخلوق کو نہیں پیدا کیا کہ میں قلیل تھا ان کی وجہ سے کثیر بن جاؤں یا اس لئے پیدا نہیں کیا کہ تنہائی سے مجھے وحشت ہوتی تھی ان کی وجہ سے میرا جی لگ جائے گا اور نہ اس لئے پیدا کیا کہ میں اپنے کاموں میں عاجز تھا ان لوگوں سے مدد لوں گا اور نہ کوئی منفعت حاصل کرنے کے لئے یا کوئی مضرت دور کرنے کے لئے انہیں پیدا کیا۔ اگر آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق مل کر رات دن میری اطاعت اور میری عبادت میں لگی رہتی تو اس سے میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا میں اس سے کہیں منزہ و بالاتر ہوں۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے اور انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا؟ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) سورۃ الذریت۔ آیت نمبر ۵۶ کا مطلب پوچھا اور عرض کیا کہ کیا اس لئے اللہ نے ان لوگوں کو خلق کیا؟ آپ نے فرمایا نہیں ان سب کو اس لئے پیدا کیا تاکہ یہ لوگ وہ کام کریں جس سے اللہ کی رحمت کی مستوجب و مستحق ہوں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمالے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے روایت کی عبداللہ بن احمد نہیکی سے انہوں نے علی بن حسن طاطری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے درست بن ابی منصور سے انہوں نے روایت کی جمیل بن دراج سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان اللہ تعالیٰ کے اس قول **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** سورۃ الذریت۔ آیت نمبر کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی سے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے جمیل بن دراج سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ جناب سے قول خدا **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سب کو عبادت کے لئے پیدا کیا میں نے عرض کیا خاص خاص کو یا عام کو؟ فرمایا خاص خاص کو نہیں بلکہ عام کو۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے روایت کرتے ہوئے علی ابن حسن بن علی بن فضال سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو مختلف قسم کا کیوں پیدا کیا سب کو ایک ہی قسم کا کیوں پیدا نہیں کیا؟ آپ جناب نے فرمایا تاکہ کسی کو وہم نہ ہو کہ وہ کسی اور قسم کی مخلوق پیدا کرنے سے عاجز ہے اور کسی لمحہ کے وہم میں بھی اگر کوئی شکل آتی ہے تو وہ دیکھ لے کہ اللہ نے اس شکل کی مخلوق پیدا کر دی ہے تاکہ کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس شکل کی مخلوق پیدا کر سکتا ہے جو شکل میرے ذہن میں ہے اس لئے وہ جس شکل کو بھی کہے گا اس شکل کی بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق موجود ہے اور وہ قسم قسم کی مخلوقات کو دیکھے گا وہ جان لے گا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

باب (۱۰) وہ سبب جس کی بنا پر آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام رکھا گیا۔

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے روایت کی ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام اس لئے رکھا گیا کہ وہ ادیم ارض سے (زمین کے چہرے یعنی سطح کی مٹی سے) پیدا ہوئے تھے۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زمین کے چوتھے طبقہ کا نام ادیم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اسی کی مٹی سے پیدا ہوئے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ادیم ارض سے پیدا ہوئے۔

باب (۱۱) وہ سبب جس کی بنا پر انسان کا نام انسان رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے انہوں نے روایت کی معاویہ بن حکیم سے انہوں نے ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ انسان کا نام انسان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کو نسیان ہوتا ہے یعنی وہ بھول جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی** (اور ہم نے پہلے آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا مگر وہ اسے بھول گئے) سورۃ طہ۔ آیت نمبر ۱۱۵۔

باب (۱۲) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اور تمام انسانوں کو ماں اور باپ دونوں سے

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے لپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے لپنے باپ سے انہوں نے ابو بصیر سے ان کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اور تمام لوگوں کو ماں اور باپ دونوں سے پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا تاکہ لوگ اللہ کی تمام کمال قدرت کو جان لیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ وہ اس امر پر قادر ہے کہ وہ انسان کو صرف عورت کے بطن سے بغیر مرد کے پیدا کرے جیسا کہ وہ اس امر پر قادر ہے کہ انسان کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

باب (۱۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اجسام میں ودیعت کیا حالانکہ وہ مادیت سے بالکل پاک اور بلند مقام کی رہنے والی تھیں۔

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل برمکی سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن سلیمان بن ایوب خزاز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو ابدان میں ودیعت کیا حالانکہ وہ ملکوت اعلیٰ میں اعلیٰ درجہ کی مخلوق ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ارواح جن کو یہ شرف اور بلند درجہ حاصل ہے اگر ان کو لپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اللہ کو چھوڑ کر خود دعویٰ ربوبیت کرنے لگیں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے اپنی قدرت سے ان کو ان ابدان میں ودیعت کر دیا جو ان کے لئے ابتدائے تقدیر میں مقرر تھے تاکہ یہ دنیا میں جاکر ایک دوسرے کے محتاج ہوں ایک کا دوسرے سے تعلق ہو اور ایک کو دوسرے سے بلندی رہے نیز آخرت میں بھی ان میں سے ایک کو دوسرے سے رتبہ و درجہ بلند ملے اور پھر ان میں لپنے رسول، اپنی حجتیں بھیجیں تاکہ یہ لوگ ان سب کو بشارت و نذارت کے ساتھ ساتھ لپنے معبود کی بندگی پر آمادہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فوری اور ایک مدت کے بعد دونوں طرح ثواب مقرر کر دیئے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے انہیں خیر کی طرف رغبت ہو یا ان کے شر میں مزید اضافہ ہو اور طلب معاش و کسب معیشت میں مشغول رہیں اس طرح ان ارواح کو معلوم ہو جائے کہ وہ خود رب نہیں ان کا رب کوئی اور ہے یہ مربوب ہیں۔ یہ خود خالق نہیں بلکہ کوئی اور ان کا خالق ہے اور اس طرح وہ لپنے رب اور لپنے معبود کی عبادت میں منہمک رہیں تاکہ ابدی نعمتوں اور جنت خلد کے مستحق بن جائیں اور خوف آخرت سے محفوظ رہیں سزا کے مستحق نہ بنیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابن فضل اللہ تعالیٰ لپنے بندوں پر اس سے بھی بہتر نظر رکھتا ہے جتنی وہ لپنے اوپر نظر رکھتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دوسروں پر اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دعویٰ ربوبیت کی طرف مائل ہو گئے اور کچھ ناحق دعوئے نبوت اور کچھ ناحق دعوئے امامت کرنے لگے اس کے باوجود وہ لپنے اندر خود فقط عجز و احتیاج فقر آلام مصائب محسوس کرتے ہیں اور موت ان پر غالب ہوتی ہے اور انہیں مقہور کر دیتی ہے۔ اے ابن فضل اللہ تعالیٰ لپنے بندوں کے لئے وہی کرتا ہے جو ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ خود لپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

باب (۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر حوا علیہ السلام کا نام حوا علیہ السلام رکھا گیا

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے راویت کرتے ہوئے

موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے لپنے چچا حسین بن یزید بن نوفلی سے انہوں نے علی بن حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حوا علیہ السلام کا نام حوا علیہ السلام اس لئے رکھا گیا کہ وہ حی (زندہ) سے پیدا ہوئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا** (اس نے تمہیں ہو احد نفس سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا) (سورۃ زمر۔ آیت نمبر۶)

باب (۱۵) وہ سبب جس کی بنا پر مراۃ کو مراۃ کہتے ہیں (یعنی عورت کو عورت)

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے روایت کرتے ہوئے لپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا مراۃ کا نام مراۃ اس لئے رکھا گیا کہ وہ مرء (مرد) سے پیدا ہوئیں یعنی حوا علیہ السلام آدم علیہ السلام سے مخلوق ہوئیں۔

باب (۱۶) وہ سبب جس کی بنا پر نساء کا نام نساء رکھا گیا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے اور انہوں نے لپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر و عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں آپ نے فرمایا کہ نساء کو نساء اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مونس حضرت حوا علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

باب (۱۷) ابتدائے نسل کی کیفیت اور اس کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس و محمد بن یحییٰ عطار نے دونوں نے کہا کہ بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابراہیم بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے ابن نوبہ نے روایت کرتے ہوئے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ذریت آدم میں نسل کیسے شروع ہوئی؟ اس لئے کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ اپنی لڑکیوں کے نکاح لپنے لڑکوں سے کر دیں اور یہ نسل ساری آدم کی اصل جڑ ان ہی بھائیوں اور بہنوں سے ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہے اور بلند و بالاتر ہے جو شخص یہ کہتا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں لپنے منتخب بندوں کی لپنے دوست داروں کی لپنے انبیاء کی لپنے رسولوں کی اپنی حجتوں کی تمام مومنین و مومنات کی اور تمام مسلمین و مسلمات کی اصل و نسل حرام سے چلائی اور اس میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ ان لوگوں کو حلال پیدا کرے۔ حالانکہ خود اس نے لپنے بندوں سے حلال و طاہر و طیب کا عہد و پیمان لیا ہے اور بے شک تمہیں بھی خبر ہو گی کہ بعض جانوروں نے اپنی بہن کو نہیں پہچانا اور

ان سے مباشرت کر بیٹھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ تو میری بہن تھی تو اپنے عضو تناسل کو نکالا اور اپنے دانت سے کاٹ کر پھینک دیا اور گر کر مر گئے۔

زرارہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت حوا علیہ السلام کی خلقت کے متعلق پوچھا اور کہا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب بالکل آخری پسلی سے پیدا کیا؟

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات سے بھی کہیں پاک و برتر ہے جو شخص یہ کہتا ہے کیا وہ اس کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ حضرت حوا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی کے علاوہ کسی اور چیز سے پیدا کرتا اور اس نے اہل طعن و تشنیع کے اعتراضات کے لئے دروازہ کھول دیا وہ لوگ کہیں گے کہ اگر آدم علیہ السلام اپنے پہلو پسلی سے پیدا ہونے والی اور اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان نکاح کرتے ہیں تو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم میں یہ فرق کیسا۔

پھر آپ نے فرمایا سنو اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا تو ملائکہ نے انہیں سجدہ کیا تو پھر ان پر نیند طاری کردی۔ پھر ایک نئی مخلوق ان کے لئے پیدا کی اور اسے ان کے پہلو میں لٹا دیا تاکہ عورت مرد کے تابع رہے اور اب یہ نئی مخلوق (حوا) ان کے پہلو میں کروٹ بدلنے لگی تو حضرت آدم کی آنکھ کھل گئی اور حوا کو حکم ہوا کہ آدم سے دور ہو جاؤ اور وہ دور ہو گئیں۔ جب حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ایک حسین مخلوق ہے اور اس کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی ہے تو مگر یہ کہ وہ عورت ہے تو انہوں نے ان سے گفتگو کی اور حواؑ نے ان کی زبان میں ان سے بات کی۔ حضرت آدمؑ نے ان سے پوچھا تم کون؟ حوا نے جواب میں کہا میں ایک مخلوق ہوں اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت حضرت آدمؑ نے کہا اے پروردگار، یہ حسین سی مخلوق کون ہے کہ جس کی قربت اور جس کی دید میرے لئے باعث انس ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری کنیز حواؑ ہے کیا تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ رہے تمہاری مونس بنے تم سے باتیں کرے اور تمہارے حکم کی تعمیل کرے؟ انہوں نے کہا ہاں اے پروردگار، اگر تو نے ایسا کر دیا تو جب تک میں زندہ ہوں تیرا شکر گزار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کی درخواست کرو اور پیغام دو اس لئے کہ وہ میری کنیز ہے اور خواہش نفسانی کے لئے بھی مناسب ہے۔ آدمؑ نے کہا پروردگار، میں تجھے اس کے لئے پیغام دیتا اور درخواست کرتا ہوں اب اس میں تیری رضا کیا ہے اللہ نے فرمایا میری رضا یہ ہے کہ تم اس کو دین کی باتیں سکھاؤ آدمؑ نے کہا اے پروردگار، اگر تو یہ چاہتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں میری مشیت بھی یہی ہے میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا ہے اب تم اس کو اپنے ساتھ ملا لو۔ یہ سن کر آدمؑ نے حواؑ سے کہا ادھر آؤ۔ حواؑ نے جواب دیا کہ میں تو وہاں نہیں آتی بلکہ تم ہی یہاں میرے پاس آؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا اٹھو اور تم ہی اس کے پاس چلے جاؤ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتیں ہی مردوں کو اپنے نکاح کا پیغام دیا کرتیں۔ پس یہ ہے حضرت حواؑ کا قصہ۔

(۲) مجھے میرے والد رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن ابن ابان سے اور انہوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اورمہ سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے علی بن داؤد یعقوبی سے انہوں نے حسن بن مقاتل سے انہوں نے کسی ایک شخص سے جس نے یہ روایت سنی وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نسل آدم کی ابتداء کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ کیسے چلی اس لئے کہ ہمارے وہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وحی کی کہ تم اپنے لڑکوں کا نکاح اپنی لڑکیوں سے کردو اور یہ سارے انسانوں کی اصل دینی بھائی بہنوں کا نکاح ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے اور جو یہ کہتا ہے وہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں، اپنے دوستوں کو اپنے انبیاء کو اپنے رسولوں کو مومنین و مومنات کو مسلمین و مسلمات کو حرام سے پیدا کیا اور اس میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ ان لوگوں کو حلال سے پیدا کرے حالانکہ اس نے ان لوگوں سے حلال و طاہر و طیب کا عہد و پیمان لیا ہے اور خدا کی قسم یہ بات منکشف ہو چکی ہے کہ

بعض جانور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو نہیں پہچانا اور جفتی کھائی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ اس کی بہن تھی تو انہوں نے اپنے عضو تناسل نکالا اور اس اپنے دانتوں سے کاٹ کر پھینک دیا اور مرگئے اور دوسرے جانور کے متعلق انکشاف ہوا ہے کہ اس نے اپنی ماں کو نہیں پہچانا اور اس سے یہی حرکت کر بیٹھا مگر بعد میں جب اسے معلوم ہوا کہ یہ اس کی ماں تھی تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر بھلا انسان جو انسان ہے جانور نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو علم و فضل عطا کیا ہے اس کے لئے یہ بات کب جائز ہے۔ سنو اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ انسانوں کا ایک گروہ اہلبیت نبوت کے علم سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور علم وہاں سے لیتا ہے جہاں سے انہیں علم لینے کا حکم نہیں ہے اس لئے وہ لوگ اس پستی پر پہنچ گئے جو تم دیکھ رہے ہو کہ یہ جہالت و گمراہی میں مبتلا ہیں۔ حقیقتاً ماضی میں ابتدائے خلقت سے جو اشیاء کا نظام قائم ہے وہی مستقبل میں تا ابد قائم رہے گا۔

پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں پر افسوس وہ اس حدیث کو کیوں بھولے ہوئے ہیں جس پر فقہائے اہل عراق کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے قلم کو حکم دیا اور لوح محفوظ پر جاری ہوا اور قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کو لکھا گیا اور قلم قدرت نے جو کچھ بھی لوح محفوظ پر لکھا جن جن باتوں کو حرام لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ بہنیں اپنے بھائیوں پر حرام ہیں اور ہم لوگ ان میں سے چار کتابوں کو تو اس عالم میں دیکھ ہی رہے ہیں۔ توریت و انجیل و زبور اور قرآن جو اللہ نے لوح محفوظ سے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں۔ توریت حضرت موسیٰؑ پر، زبور حضرت داؤدؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کتابوں میں یہ چیز کہیں بھی حلال نہیں ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ یہ بات یا اس کے مثل جو بات کہتے ہیں وہ مجوسیوں کی دلیلوں کو تقویت دیتے ہیں۔ اللہ ان کو موت دے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔

پھر آپ نے بتانا شروع کیا کہ حضرت آدم کی نسل کی ابتداء کیوں کر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ستر پیٹوں سے ہوئی اور ہر پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی۔ یہاں تک کہ ہابیل قتل ہو گئے اور جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم کو ہابیل کے قتل کا بہت غم ہوا اور اس غم میں انہوں نے عورت کے پاس جانا چھوڑ دیا اور پانچ سو سال تک حضرت حواؑ سے کنارہ کش رہے اس کے بعد جب غم دور ہوا تو حضرت حواؑ سے مباشرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شیث عطا کیا اور ان کے ساتھ کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔ شیث کا ہی نام ہبۃ اللہ ہے۔ انسانوں میں یہ پہلے وصی ہیں روئے زمین پر۔ پھر شیث کے بعد دوسری مرتبہ کے پیٹ سے یافث پیدا ہوئے اور وہ بھی تنہا ہی پیدا ہوئے ان کے ساتھ کوئی نہیں پیدا ہوا۔ اور پھر جب یہ دونوں بڑے اور بالغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی نسل بڑھے اور چونکہ قلم قدرت لوح محفوظ پر لکھ چکا تھا کہ بھائی پر بہن حرام ہے لہٰذا اللہ نے پنجشنبہ کے دن بعد عصر ایک حور یہ نازل کی جس کا نام برکہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ اس کا نکاح شیث سے کردو اور اس کے بعد دوسرے دن بعد عصر ایک حوریہ نازل کی جس کا نام منزلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ اس کا نکاح یافث سے کردو اب شیث کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جب دونوں جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ یافث کی لڑکی کا نکاح شیث کے لڑکے سے کردو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا پھر ان ہی دونوں کی نسل سے اللہ کے مختلف انبیاء و مرسلین پیدا ہوئے اور یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بھائی بہن سے شادی ہوئی اور اس سے سب پیدا ہوئے پناہ بخدا معاذ اللہ۔

باب (۱۸) محمد بن بحر شعبانی المعروف بہ رہنی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ انبیاء و مرسلین و آئمہ و طاہرین و حجج اللہ کو ملائکہ سے افضل سمجھنے والے کیا کہتے ہیں

(۱) انبیاء و مرسلین حجت ہائے الٰہی و آئمہ کو ملائکہ سے افضل سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تمام مخلوقات خداوندی پر نظر ڈالی تو یہ دیکھا

کہ اشیاء میں سے کچھ طبعاً و اختیاراً اعلیٰ ہیں اور کچھ مجبوراً و اضطراراً اعلیٰ ہو گئی ہیں اور کچھ طبعاً و اختیاراً پست ہیں یا کچھ مجبوراً و اضطراراً پست ہو گئی ہیں لہٰذا بالاجماع اشیاء تین قسم کی ہیں حیوانات، نباتات، و جمادات یا پھر گردش کرنے والے آسمان جو بالصنع جس طرح کے اس کے بنانے والے نے انہیں بنادیا اس پر گردش کر رہے ہیں۔ پھر ان لوگوں نے اشیاء کی ان تین قسموں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مافوق کی نوع ہے مگر ماتحت کے لئے جنس کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تینوں میں حیوانات سب سے اعلیٰ ہیں اور حیوانات کی رفعت ان کے بنانے والے کی حکمت و ترتیب کی مرہون منت ہے ان کے لئے نباتات کو غذا بنائی اور اگر بیمار پڑجائیں تو ان ہی نباتات کو ان کی لئے دوا بھی بنادی اسی میں ان کے لئے شفاء رکھ دی پس پاک ہے وہ کہ جس نے اپنی حکمت سے کتنی اچھی تدبیر و ترتیب کردی کہ یہ رفیع الدرجہ حیوانات اپنے ماتحت کی نوع کو اپنے لئے غذا بنائیں اور گرمی و سردی سے بچنے کے لئے انہیں بطور پوشاک استعمال کریں اور اسی انداز پر تاحیات بسر کرتے رہے اور جماد کو اللہ نے ان کے لئے مرکز بنادیا اور اس کو حیوانات کے لئے چراگاہ، گھر، گھونسلہ، مقام اجماع، کارخانے اور وطن قرار دیا اور اسے کہیں ہموار اور کہیں ناہموار کہیں بلند اور کہیں پست کردیا وہ اس لئے کہ ان سب کی حیوان کو احتیاج ہوگی وہ کہیں بلندی سے فائدہ اٹھائیں اور کہیں پستی سے۔ کچھ حصہ خشکی کا بنایا اور کچھ تری کا تاکہ حیوانات حسب ضرورت اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہ مرکز ان کے تجسیم و تالیف میں بھی استعمال ہوگا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے نظر ڈالی تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے روح و نمو و جسم سے جس کو مرکب کیا ہے اس کو اعلیٰ و ارفع بنایا ان چیزوں سے جنہیں صرف نمو اور جسم ہے پھر دیکھا کہ ان حیوانات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ناطق و غیر ناطق اور اس نطق و بیان کے ذریعے اس نے ناطق و غیر ناطق کے درمیان فرق کردیا۔ ناطق کو غیر ناطق پر فضیلت عطا کی اب ناطق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حجت الٰہی اور دوسری محجوج (یعنی جن لوگوں پر ان کو حجت بنایا گیا ہو) اللہ نے حجت کو محجوج سے اعلیٰ قرار دیا اس لئے کہ اپنی حجت کو اس نے علم علوی سے نوازا اور محجوج کو اس سے محروم رکھا اور چونکہ وہ علم علوی و لدنی سے مخصوص ہے اس لئے اس کو معلم بنایا اور اللہ نے اپنی حجت کو خود علم دیا تاکہ وہ مخلوق میں کسی اور کا علم میں محتاج نہ رہے اور اس میں بھی بعض حجت بعض سے بلند درجہ رکھتی ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر ہم نظر ڈالتے ہیں اصل پر یعنی آدمؑ پر تو یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان تمام روحانی و مادی مخلوقات پر جو ان سے پہلے پیدا ہوئے ان کو فضیلت عطا کیں انہیں وہ علم دیا اور وہ فہم دیا جو نہ ان سے پہلے کسی کو دیا تھا نہ بعد میں کسی کو دیا اور اس علم کو ان کی میراث بنادیا تاکہ نسل در نسل ان میں حجت قائم رہے۔ پھر اللہ نے حضرت آدمؑ کی قدر و منزلت کو اور بڑھانے کے لئے ان کو ملائیکہ پر اپنی حجت بنایا پھر آزمائش کے لئے انہیں سجدہ کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جس کو سجدہ کیا وہ اعلیٰ ہوگا اس سے کہ جس سے سجدہ کرایا جارہا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس سجدہ سے جس نے انکار کیا اس پر کس طرح لعنت کی گئی اور دوستوں کی فہرست سے نکال کر دشمنوں میں شامل کردیا گیا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو عطا کی وہ اس علم کی بناء پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا۔ اس نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی اور ان پر اشیاء کی حقیقت واضح کی اور یہ چیز اس نے کسی کو نہیں دی اس لئے اپنے علم کی وجہ سے وہ ان لوگوں پر فوقیت لے گئے جس کو یہ علم نہ تھا۔ پھر اللہ نے حکم دیا کہ ان ملائیکہ سے تنہا سوال کرو تاکہ وہ بھی دیکھ لیں کہ علم کی قدر و منزلت کیا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ملائیکہ سے جو سوال ہوا تھا وہ ان کی طاقت سے باہر تھا اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوال تنبیہ کے لئے تھا تکلیف، بنا مقصود نہ تھا اور چونکہ ان میں جواب کی طاقت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ سوال صرف اس لئے تھا کہ وہ اپنی لاعلمی کا اقرار کرلیں۔ اور حضرت آدم کی فضیلت کو تسلیم کرلیں۔ یہ کہہ کر کہ **لا علم لنا الا ما علمتنا** (ہمیں تو کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا) سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۳۲ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ملائیکہ کا معلم (استاد) بنادیا یہ کہہ کر کہ (انبئھم) انباء نباء سے ہے جس کے معنی تعلیم کے ہیں تو حضرت آدم کو حکم دیا کہ ان کو تعلیم دیں اور آگاہ کریں اور ملائیکہ کے لئے یہ کہ وہ اسے سنیں اور سمجھیں۔ پھر اگر آپ لوگوں میں سے کسی کی یہ رائے ہے کہ استاد سے شاگرد، واقفیت دینے والے سے واقفیت حاصل کرنے والا، معرفت کرانے والے سے معرفت حاصل کرنے والا افضل ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور ترتیب کے برعکس ہے اور پھر تو اسی کی رائے پر

قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ہو کہ زمین جو مرکز ہے وہ ان نباتات سے افضل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قوت و نشو و نما سے نوازا ہے اور نباتات ان حیوانات سے افضل جن کو اللہ نے حیات و نمو اور روح عطا کی ہے اور غیر ناطق و غیر مکلف اور امر و نہی کی قید سے آزاد حیوانات ان حیوانات سے افضل ٹھہرے ہیں جو ناطق و مکلف اور امر و نہی کے پابند ہوں اور وہ حیوانات جو محجوج ہیں وہ اس حجت سے اعلیٰ و افضل ہوں جو حجۃ اللہ علی الخلق ہیں اور معلم متعلم سے بلند مرتبہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی تمام روحانی و جسمانی مخلوق پر حجت قرار دیا سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو حجت میں اولیت حاصل ہے۔

چنانچہ حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی (اللہ ان کے چہرے کو روشن رکھے) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے دریافت کیا کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ لوگ کیا تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم لوگ اشباح نور تھے اور عرش رحمان کے گرد طواف کرتے تھے اور ملائیکہ کو تسبیح و تہلیل اور تحمید کی تعلیم دیتے تھے۔

ملائیکہ کو افضل اور برتر سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ مخلوقات خواہ روحانی ہوں یا جسمانی ان کی فضیلت کا دارومدار تقرب الٰہی اور رفعت اعلیٰ و بلندی پر ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ کی جیسی تعریف کی ہے وہ کسی کی نہیں کی۔ پھر اللہ نے ملائیکہ کی اطاعت کی بھی تعریف کی کہ **لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون** (وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں جس کا اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں) سورۃ تحریم۔ آیت نمبر ۶ پھر ان کا محل و مقام ملکوت اعلیٰ کو قرار دیا پھر ملائیکہ کے پاس اللہ کی توحید کے دلائل و براہین بھی بہت زیادہ ہیں اور جب ایسا ہے تو انہیں تقرب الٰہی کی زیادہ اور خالق کی معرفت بھی بالاتر ہوگی۔

نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گناہ اور عیوب جو جہنم میں پہنچانے کا سبب بنتے ہیں وہ سب ان افراد میں ہیں جن کو تم ان افراد پر فضیلت دیتے ہو جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور کہا کہ **لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون** (وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں جس کا اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں) سورۃ تحریم۔ آیت نمبر ۶ پھر یہ کیسے جائز ہے کہ وہ افراد جن میں ہر طرح کے عیب ہیں اور جو ہر طرح کے گناہوں میں آلودہ ہیں ان کو ان افراد پر افضیلت دی جائے جن میں کوئی عیب نہیں اور ان سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ کوئی صادر نہیں ہوتا تو انبیاء اور حجت ہائے الٰہی کو افضل سمجھنے والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم پوری جنس کو پوری جنس پر تو فضیلت نہیں دیتے یعنی اس جنس کی ایک نوع کو دوسری جنس کی ایک نوع پر فضیلت ضرور دیتے ہیں اور جس طرح سارے ملائیکہ ابلیس و ہاروت و ماروت کی مانند نہیں اس طرح سارے انسان بھی فرعون اور شیاطین جو بشکل انسان ہیں اور حرام کاموں میں ملوث اور گناہوں میں آلودہ ہیں ان کی مانند بھی نہیں ہیں۔ اور آپ لوگوں نے جو تقرب الٰہی کی بات کی ہے تو اس اگر آپ کی مراد قرب مسافت ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور انبیاء اور حجتوں میں ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے اعمال صالحات و حسنات اور پاک نیتوں کی وجہ سے ساری مخلوق میں اللہ سے زیادہ قریب ہیں اور اللہ سے قرب و بعد مسافت تشبیہہ کے طور پر ہے اللہ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اب رہ گئی بات عیوب و ذنوب کی تو اللہ تعالیٰ نے ہر امر و نہی و ذنوب معاصی کے وجوہ و اسباب بتائے ہیں اور تمام اولین و آخرین کے گنہگاروں کے گناہوں کا اصل سبب ابلیس اور اس کے گروہ کو بتایا ہے اور یہ کہ ابلیس تمام شیاطین کا سردار ہے جو خالق کی نافرمانی کی دعوت دیتا ہے۔ دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے اپنے متبعین کے سامنے گناہوں کو اچھی چیز کرکے پیش کرتا ہے لوگ اس بات کی مان لیتے ہیں اور طغیان و سرکشی پر مائل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کو اس دار امتحان میں لوگوں کی آزمائش کے لئے مہلت دے رکھی ہے مگر اس کے باوجود کتنی انبیاء کی ذریتیں اللہ کی اطاعت میں سرخرو اور معصیت سے دور رہیں۔ لیکن یہی ابلیس ملعون جو انسانوں کی آزمائش کے لئے ہمیشہ سے کام کررہا ہے اگر اس کو ملائیکہ کی آزمائش کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو ان میں بھی معاصی کی کثرت اور اطاعت کی قلت ہوتی بشرطیکہ ان میں معاصی کے تمام آلات پیدا کردیئے جاتے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ ملائیکہ میں سے چند کو آلات شہوت دے دیئے گئے اور ان کو امر و نہی و نیک و بد کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو وہ کیسے دھوکہ کھا گئے اور اس

ملعون کی بات مان لی اور اللہ سے لتنے دور ہوگئے کہ اتنا دور کوئی نبی یا کوئی حجت خدا نہیں ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام عالمین میں منتخب فرمایا اور نوع بشر میں اتنا متکبر تو کوئی پیدا نہیں ہوا جیسا کہ ابلیس ہے اور ہاروت و ماروت کی مانند کوئی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

ملائیکہ کو افضل سمجھنے والے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خضوع و خشوع و تضرع و خنوع کا ایک معیار رکھا اور وہ معیار حضرت آدمؑ کو سجدہ تھا ملائیکہ اس معیار پر پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدہ کا حکم دیا اور وہ اللہ کی اطاعت میں پورے اترے اگر ملائیکہ کی جگہ بنی آدمؑ ہوتے تو امر و نہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرتے جیسے کہ قابیل نے اطاعت نہیں کی اور دنیا کے تمام قاتلوں کا امام بن گیا۔

اس کا جواب انبیاء اور حجت ہائے خدا کو افضل سمجھنے والے یہ دیتے ہیں کہ ملائیکہ کے خشوع و خضوع کی آزمائش جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نے حضرت آدمؑ کے لیئے حکم سجدہ دے کر کی تھی تو وہاں کوئی گمراہ کرنے والا شیطان ان کا دشمن نہ تھا کہ اس کی وجہ سے یہ گمراہ ہوجاتے ہیں وہ ایک ڈھرے پر مسلسل و مستقل اطاعت کرتے رہتے چلے آرہے تھے۔ نہ ان کے پاس کوئی آلہ معاصی یعنی شہوت تھی جو ان بے چاروں کی عبادت میں مخل ہوتی اور جب ملائیکہ میں کسی کو معاصی کی شہوت و خواہش دے کر آزمایا گیا تو وہ معاصی سے نہ بچ سکے۔

ویسے ہم لوگوں کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ملائیکہ میں سے بعض ملک ایسے بھی ہیں کہ ان سے بہتر سبزی کی ایک گٹھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ ان ملائیکہ سے اتنا واقف نہیں جتنا انبیاء علیہم السلام اور خدا کی حجتیں واقفہ ہیں۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ ملائیکہ اللہ کی مخلوقات کی ایک ایسی جنس ہے جس میں عاصی و گنہگار جیسے ہاروت و ماروت یا جیسے ابلیس بہت کم ہوئے ہیں تو اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ملائیکہ میں سے صاحبان فضیلت افضل ہو جائیں انسانوں کے صاحبان فضیلت سے۔ کیونکہ جب انسانوں میں سے صاحبان فضیلت لوگ دنیا سے کوچ کر کے دار آخرت میں پہنچیں گے جہاں نہ کوئی حزن ہوگا نہ کوئی غم نہ فکر نہ مرض نہ فقر و فاقہ۔ اللہ تعالیٰ ان ملائیکہ کو ان کا خدمت گار بنادے گا۔

ملائیکہ کو افضل سمجھنے والے یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا کہ یہ ہاروت و ماروت تو اہل بابل میں سے گیشے ہوئے جسم کے دو آدمی تھے وہ ملک نہیں تھے پھر اپنی دلیلوں میں تم لوگ ان دونوں کا کردار کیوں پیش کرتے ہو نیز ابلیس کو بھی اس لئے کہ وہ بھی تو جن تھا ملک تو نہ تھا مگر انبیاء اور حجج کو افضل سمجھنے والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حسن بصری نے جو کچھ کہا ہے یہ امت کے تمام مفسرین میں ایک انوکھی بات ہے لیکن آپ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ کسی شے کا استثنا اس کے جنس سے ہوا کرتا ہے اور آپ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن کو جن صرف اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے اور جب وہ چاہے تو خود کو دکھا بھی دیتا ہے اس لئے کہ اللہ نے اس کو یہ قدرت دے رکھی ہے اور ابلیس کا شمار صفوف ملک میں ہی ہے اس لئے کہ کلام عرب میں یہ جائز نہیں ہے کہ یوں کہا جائے کہ سارے اونٹ آگئے لیکن گدھا۔ اور سارے بیل وارد ہوگئے اور گھوڑا۔ لہٰذا ابلیس بھی اسی جنس سے ہے جس سے اس کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور حسن بصری کا یہ کہنا کہ ہاروت و ماروت یہ اہل بابل میں سے دو گیشے ہوئے جسم کے آدمی تھے تو یہ تمام اہل تفسیر سے بالکل الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول اس کی تکذیب کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ **وماانزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت** (وہ ان باتوں کے بھی پیچھے پڑگئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت پر اتری تھی) سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۰۲ لہٰذا حسن بصری کے اس قول سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ان کا قول حجت نہیں بن سکتا۔

ملائیکہ کو افضل سمجھنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ملائیکہ کی کیا کیا تعریف و توصیف کی ہے جس سے وہ تمام مخلوقات خدا سے بالکل جداگانہ نظر آتے ہیں اور اگر ان کے لئے اور کچھ نہ ہوتا صرف اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہوتا کہ **بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون** (وہ تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں) سورۃ انبیاء آیت نمبر ۲۶-۲۷ تو یہی کافی تھا۔

اس پر انبیاء اور اللہ کی حجتوں کو افضل سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اختصار کو ترک کردیں تو اور قرآن مجید سے ان آیات کو تلاش کر کے پیش کریں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و حجج کی تعریف و توصیف کی ہے تو اس کی فہرست بہت طویل ہو جائے گی مگر ہم نے یہاں صرف عقلی اور نظری دلیلوں کو پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں کیا ترتیب رکھی ہے کہ اس نے زمین کو نباتات سے پست خلق کیا اور نباتات کو اس سے اعلیٰ و اونچا مقام دیا اور اس کو زمین سے افضل بنایا اور نباتات کو حیوانات سے پست بنایا اور حیوانات کو ان نباتات سے اعلیٰ و ارفع بنایا اور غیر ناطق حیوانات کو ناطق حیوانات سے پست بنایا اور ناطق حیوانات کو غیر ناطق حیوانات سے افضل بنایا اور حیوانات ناطق و جاہل کو حیوانات ناطق و عالم سے پست بنایا اور حیوانات ناطق و عالم کو حیوانات ناطق و جاہل سے افضل بنایا حیوان ناطق و عالم محجوج کو حیوان ناطق و عالم و حجۃ الٰہی سے پست بنایا اور اس ترتیب سے اگر دیکھا جائے تو لازمی ہے کہ ایک فصیح عرب افضل ہے ایک عجمی غیر فصیح سے اور ایک وہ شخص جس میں تمام شہوات اور اس کے ذرائع موجود ہیں اور اس میں فطرتاً حصول لذت کی خواہش بھی ہے اور اسے حکم ہے کہ وہ ان خواہشات کے حصول سے پرہیز کرے پھر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اسے برائیوں سے روک لے اور پھر وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو وہ افضل ہے اس شخص سے جس کو بری خواہشات و شہوت سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ اس لئے پرہیز کر رہا ہے کہ اس کے پاس آلہ شہوت ہی نہیں ہے پھر اس جنس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حجت منجانب اللہ اور دوسرے محجوج یعنی جس پر کوئی اللہ کی طرف سے حجت بن کر آیا ہو تو حجت افضل ہے اپنے محجوج سے۔ اب ذرا حضرت آدمؑ اصل بشر کو دیکھئے کہ ان پر اپنے ملائیکہ میں کوئی بھی حجت نہ تھا بلکہ حضرت آدمؑ ہی تمام ملائیکہ پر حجت تھے اللہ نے ان کو ملائیکہ پر فضیلت دی تھی اور انہیں وہ علم دیا جو کسی دوسرے کو نہیں دیا انہیں خصوصی تعلیم دی تاکہ ملائیکہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ کا مخصوص ہے لہٰذا جو اللہ کا مخصوص تعلیم یافتہ ہے وہ غیر مخصوص سے یقیناً افضل ہے اور یہ ترتیب حکمت الٰہی کی طرف سے ہے جو اس ترتیب کے خلاف سوچے گا وہ مذہب کا دشمن اور ملحد ہے اور یہ سارا افضل و شرف حضرت محمدؐ پر پہنچ کر ختم ہوا۔ اس لئے کہ وہ حضرت آدمؑ اور جمیع انبیاء کے وارث ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **ان الله اصطفیٰ ادم و نوحا وآل ابراهیم وآل عمران علی العالمین** (خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیمؑ اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۳ پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل ابراہیم میں خالص اور منتخب و نجیب و النجباء ہیں اور آل ابراہیم میں سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ **ذریة بعضها من بعض** (ان میں سے بعض، بعض کی اولاد تھے) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۴ اللہ جل جلالہ نے تمام روحانی و جسمانی مخلوقات میں حضرت آدمؑ کو (اپنی زمینی خلافت کے لئے) منتخب فرمایا۔ اللہ کے لئے حمد اور محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے درود ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہتر سمجھا کہ یہ ساری بحث اس کتاب میں تحریر کردوں مگر میں ابلیس کے متعلق اس کا قائل نہیں کہ وہ ملائیکہ میں سے تھا بلکہ وہ جنوں میں سے تھا اور ملائیکہ کے ساتھ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ نیز ہاروت و ماروت یہ دو فرشتے تھے ان کے متعلق اہل حشو لوگوں کا جو قول ہے وہ میرا قول نہیں بلکہ وہ میرے نزدیک معصوم فرشتوں میں سے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل آیت کا مطلب یہی ہے کہ **واتبعوا ماتتلوا الشياطين على ملك سليمن وما كفر سليمن ولكن الشيطين كفروا يعلمون الناس السحر وما انزل على الملكين ببابل هاروت وماروت** (اور ان ہزلیات کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں پر اتری تھی) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۰۲ اور میں نے اس کے متعلق ایک حدیث کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں بھی تحریر کردی ہے۔
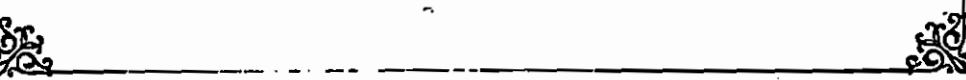
باب (۱۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرتؑ ادریس علیہ السلام کا نام ادریس رکھا گیا

(۱) خبر دی مجھ کو ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حرث بن سفیان حافظ سمر قندی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبدالمنعم بن ادریس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے وھب بن منبہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام اسلام کے ایک طویل القامت گداز بدن شخص تھے ۔ جن کا سینہ چوڑا، جسم پر بال کم اور سر پر بال زیادہ تھے ان کا ایک کان دوسرے کان سے بڑا تھا۔ نرم مزاج تھے اور نرم گفتگو کرتے تھے جب چلتے تھے تو زمین پر تقریباً لکیریں پڑ جاتی تھیں ۔ ان کا نام ادریس اس لئے پڑا کہ وہ اکثر اللہ کی حکمتوں اور اسلام کی سنتوں کا اپنی قوم کو درس دیا کرتے تھے اس کے بعد انہوں نے اللہ کی عظمت پر غور کیا اور کہا کہ ان آسمانوں اور زمینوں میں عظیم مخلوقات شمس و قمر و نجوم و بادل و بارش غرض ان تمام اشیاء کا کوئی نہ کوئی رب ہے جو اپنی قدرت سے ان کی تدبیر و انتظام کرتا ہے ۔ پھر ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ اس کے حق عبادت کو ادا کر سکیں ؟ اس کے بعد وہ اپنی قوم میں سے ایک گروہ کو لے کر گوشہ تنہائی میں چلے گئے انہیں وعظ و پند کرتے رہے انہیں عذاب سے ڈراتے رہے اور ان اشیاء کے خالق کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے اور ایک کے بعد ایک ان کی دعوت کو قبول کرتا رہا یہاں تک کہ سات ہو گئے کچھ دنوں بعد ان کی تعداد ستر ہو گئی پھر سات سو پھر ایک ہزار اور جب ایک ہزار ہو گئی تو انہوں نے فرمایا آؤ ہم تم لوگوں میں سے سو عدد نیک بندوں کو منتخب کریں گے تو آپ نے اس میں سے سو میں سے ستر کو پھر ستر میں سے دس کو پھر دس میں سے سات کو منتخب کیا اور کہا اب یہ سات افراد آئیں اور دعا کریں ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنی عبادت کی طرف ہماری رہنمائی کرے چنانچہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے اور دیر تک دعا کرتے رہے مگر کوئی بات ظاہر نہ ہو سکی ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر وحی فرمائی اور ان کی اور ان کے اصحاب جو ایمان لائے تھے ان کی اپنی عبادت کی طرف رہنمائی کی چنانچہ وہ لوگ مسلسل اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور اس کے بعد جو لوگ ان کے دین کے تابع تھے وہ چند افراد کے سوا سب منحرف ہو گئے آپس میں اختلاف پڑا اور نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کر دیں یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آگیا۔

باب (۲۰) وہ سبب جس کی بنا پر نوح علیہ السلام کا نام نوح علیہ السلام رکھا گیا۔

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے احمد بن حسین میثمی سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبدالغفار تھا ان کو نوح اس لئے کہا جانے لگا کہ وہ اپنی حالت پر نوحہ کرتے تھے۔

(۲) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے سعید بن جناح سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبدالملک تھا۔ انہیں اس لئے نوح کہنے لگے کہ وہ پانچ سو سال تک روتے رہے ۔

(۳) مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے سعید بن جناح سے انہوں نے ایک شخص اور اس نے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبدالاعلیٰ تھا۔ انہیں نوح اس لئے کہا جانے لگا کہ وہ پانچ سو سال تک روتے رہے ۔

مصنف کتاب ہذا میں فرماتے ہیں کہ وہ احادیث جو حضرت نوحؑ کے متعلق ہیں وہ سب اس امر پر متفق ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان کا نام عبد کے اوپر تھا خواہ وہ عبدالغفار ہو یا عبدالملک ہو یا عبدالاعلیٰ ہو ۔

باب (۲۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبد شکور پڑ گیا۔

مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کا نام عبد شکور اس لئے پڑ گیا کہ آپ جب شام ہوتی تو اور جب صبح ہوتی تو یہ دعا پڑھا کرتے کہ ۔ اے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ ہر صبح و ہر شام جو نعمتیں اور دین و دنیا کی جو عافیت مجھے ملتی ہے وہ سب تیری طرف سے ملتی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۔ جو کچھ مجھ پر تیری عنایت ہے اس پر تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا شکر ادا کرتا ہوں تاکہ تو مجھ سے راضی و خوش رہے اے میرے پروردگار ۔

باب (۲۲) وہ سبب جس کی بنا پر طوفان کا نام طوفان پڑ گیا اور قوس کا سبب ۔

(۱) مجھے بتایا ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن حرث بن سلیمان حافظ سمر قندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبدالمنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن منبہ سے ان کا بیان ہے کہ اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ ابلیس زمانہ طوفان میں فضا کے اندر آباد ہو گیا تھا اور زمین و آسمان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و تدبیر کے ذریعہ اڑتا پھرتا تھا اور وہ اس زمانہ میں اپنا لشکر تیار کر رہا تھا۔ پھر یہ سب کے سب پانی میں تیرنے لگے اور جنہوں نے اپنی شکل کو ہوا میں تبدیل کر لیا اور طوفان کو طوفان اس لئے کہتے ہیں کہ پانی ہر شے پر تیرنے لگتا ہے۔ الغرض جب نوحؑ کشتی سے نیچے اترے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے نوح میں نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے خلق کیا تھا اور انہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور مجھے چھوڑ کر میرے غیر کی عبادت کرنے لگے اس بنا پر میرے غیظ و غضب کے مستحق ٹھہرے اور میں نے انہیں غرق کر دیا اور اب میں نے اپنی قوس (کمان) کو اپنے بندوں اور اپنے ملک کے لئے امن بنا دیا یہ میرے اور میری مخلوق کے درمیان پختہ وعدہ ہے قیامت تک کے لئے کہ وہ غرق ہونے سے امن میں رہیں گے اور مجھ سے زیادہ اپنے عہد کی وفا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے یہ سن کر حضرت نوحؑ بہت خوش ہوئے اور مسرور ہوئے اور اس قوس میں اس وقت تک تیر بھی اور زرہ بھی تھی پھر اللہ نے تیر اور زرہ کو قوس سے جدا کر دیا اور وہ قوس اللہ کے بندوں اور اللہ کے ملک کے لئے امان کی نشانی بن گئی ۔

باب (۲۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے زمانہ نوح علیہ السلام میں ساری دنیا کو غرق کر دیا تھا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے اور انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ

جناب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمانہ نوح میں ساری دنیا کو غرق کر دیا حالانکہ ان غرق ہونے والوں میں بچے بھی تھے جن کا کوئی گناہ نہ تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ان میں کوئی بچہ نہ تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے صلبوں اور ان کی عورتوں کو چالیس سال پہلے ہی سے عقیم اور بانجھ بنا دیا تھا۔ اور ان کی نسل منقطع ہو چکی تھی ان میں کوئی بچہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ اپنے عذاب سے کسی ایسے کو ہلاک کر دے جس کا کوئی گناہ نہیں۔ اور باقی لوگوں کو اللہ نے غرق اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا (حضرت نوح) کی تکذیب کر رہے تھے۔ اور تمام لوگ اس لئے غرق ہوئے کہ وہ تکذیب کرنے والوں کی تکذیب پر راضی و خوش تھے اور جو شخص کسی کام میں شریک نہ ہو مگر وہ اس پر راضی ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے وہ اس کام میں شریک تھا۔

باب (۲۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کی بستی کو اسی (۸۰) لوگوں کی بستی کہا گیا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے عبد السلام بن صالح ہروی سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے سفینہ سے نیچے (زمین) پر اترے تو وہ اور ان کی اولاد اور ان کے متبعین سب مل کر اسی افراد تھے اور جہاں یہ لوگ اترے وہیں ایک بستی آباد کی اس لئے اس بستی کو اسی لوگوں کی بستی کہا جانے لگا۔

باب (۲۵) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے کہا کہ یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ حضرت نوحؑ کا مخالف تھا اور وہ لوگ جو حضرت نوح کی اتباع کر رہے تھے ان کو حضرت نوحؑ کے اہل میں قرار دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ پسر نوح کے لئے جو آیت آئی ہے اس کو لوگ کیسے پڑھتے ہیں؟ میں نے عرض کیا اس کو لوگ دو طرح پڑھتے ہیں۔ **انه عمل غیر صالح** اور **وانه عمل غیر صالح** آپ نے فرمایا کہ لوگ غلط کہتے ہیں یہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہی فرزند تھا مگر جب اس نے دین میں حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اہل ہونے کی نفی کر دی۔

باب (۲۶) وہ سبب جس کی وجہ سے نجف کا نام نجف رکھا گیا

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسن بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی نعیم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ نجف پہلے ایک پہاڑ تھا اور یہ وہی پہاڑ تھا جس کے لئے فرزند نوح نے کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا اور روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی پہاڑ نہ تھا (جب پسر نوح نے یہ کہا تو) اللہ نے پہاڑ کی طرف وحی کی کہ

پہاڑ کیا تیرے ذریعے یہ میرے عذاب سے بچ گا یہ سن کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر، کر بلاد شام کی طرف ریت بن کر پھیل گیا اس کے بعد وہ ایک سمندر بن گیا اور اس کا نام نحرنی (یعنی چربی کا سمندر) پڑ گیا اس کے بعد وہ جف (یعنی خشک) ہو گیا اور وہ نی جف کہا جانے لگا اور پھر لوگ اسے جف کہنے لگے اور کچھ دنوں بعد نی جف کو نجف کہنے لگے اس لئے کہ اس کا بولنا آسان تھا۔

باب (۲۷) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اگر ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے سوائے فاجر اور کافر کے کوئی اور نہ پیدا ہوگا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تو یہ کہا **رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا** (اے میرے پروردگار کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو یقیناً وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے) سورۃ نوح۔ آیت نمبر ۲۷-۲۶ آپ نے فرمایا ہاں انہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کی نسل میں سے ایک بھی نجیب اور بھلا قوی پیدا نہ ہوگا۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا حضرت نوح کو اس کا کیسے علم تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو وحی کر دی تھی کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے وہ لا چکے اب مزید ان میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا اس وقت حضرت نوحؑ نے ان کے لئے یہ بد دعا کی۔

باب (۲۸) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں سوڈانی ترک و سقالبہ و یاجوج و ماجوج پیدا ہو گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہیل بن زیاد آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام ڈھائی ہزار سال زندہ رہے ایک دن وہ اپنے سفینہ میں سو رہے تھے کہ ہوا کا جھونکا آیا اور آپ کی شرمگاہ سے کپڑا ہٹ گیا یہ دیکھ کر حام و یافث ہنسنے لگے تو سام علیہ السلام نے انہیں جھڑکا اور ہنسنے سے منع کیا اور پھر ہوا کے جھونکے سے جب بھی کپڑا ہٹتا سام اس کو برابر کر دیتے مگر حام و یافث اس کپڑے کو پھر ہٹا دیتے اسی اثنا میں حضرت نوح کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ دونوں ہنس رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ تو سام نے سب واقعہ بتایا۔ یہ سن کر حضرت نوحؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور یہ دعا کرنے لگے کہ پروردگار حام کے صلب کے پانی کو ایسا بدل دے کہ اس سے صرف سوڈانی (حبشی) پیدا ہوں، پروردگار یافث کے صلب کے پانی کو بھی متغیر کر دے تو اب جتنے بھی حبشی ہیں اور جہاں بھی ہیں وہ حام کی نسل سے ہیں اور جتنے ترک و سقالبہ و یاجوج و ماجوج اور چینی ہیں وہ سب یافث کی نسل سے ہیں جہاں بھی ہیں۔ اور ان کے علاوہ جتنے گورے ہیں وہ سام کی نسل سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے حام و یافث سے یہ بھی کہا کہ جزاک اللہ تم دونوں کی نسل کو سام کی نسل کا غلام بنا دیا قیامت تک کے لئے۔ اس لئے کہ سام نے میرے ساتھ نیکی اور تم دونوں نے میری نافرمانی کی اور اب رہتی دنیا تک تم دونوں کی نافرمانی کا اثر تمہاری ذریت میں اور سام کی فرمانبرداری و نیکی کا اثر اس کی ذریت میں رہے گا۔

باب (۲۹) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے لئے زراعت اور گلہ بانی کو پسند فرمایا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے محمد بن عطیہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہ السلام کے لئے تمام پیشوں میں سے زراعت اور گلہ بانی کو پسند فرمایا تاکہ وہ کسی بات سے کراہت محسوس نہ کریں۔

(۲) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے مروان بن مسلم سے انہوں نے عقبہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اس وقت تک مبعوث نہیں کیا جب تک وہ چند دنوں بھیڑ بکریوں کی چرواہی نہ کرلے تاکہ وہ اس طرح آدمیوں کی گلہ بانی سیکھ لے۔

باب (۳۰) ۱ وہ سبب جس کی بنا پر اس ہوا کا نام ریح عقیم رکھا جس سے اللہ نے قوم عاد کو ہلاک کیا

۲ اور وہ سبب جس کی بنا پر بلاد عاد میں ریت کثرت سے ہے

۳ اور وہ سبب جس کی بنا پر اس ریگستان میں کوئی پہاڑ نہیں

۴ اور وہ سبب جس کی بنا پر عاد کا نام ارم ذات العماد رکھا گیا

(۱) بتایا مجھے ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبد المنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے وھب بن منبہ سے کہ ریح عقیم اسی زمین کے نیچے ہے جس پر ہم لوگ آباد ہیں۔ اور اسے لوہے کی ستر ہزار نکیلیں لگی ہوئی ہیں۔ اور ہر نکیل پر ستر ہزار فرشتے تعینات ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس ریح عقیم کو قوم عاد پر مسلط کیا تو ریح عقیم کے خزینہ دار نے اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کیا کہ اس ریح عقیم کو اگر اجازت ہو تو گائے کے نتھنے سے جتنی سانس نکلتی ہے اتنی نکال لوں اگر اس کو اس کی اجازت مل جاتی تو سطح زمین پر کوئی شے باقی نہ رہتی سب جل کر خاکستر ہوجاتی مگر اللہ نے ریح عقیم کے خزینہ دار کی طرف وحی کی کہ نہیں بس ایک انگوٹھی کے سوراخ کے برابر اس کو نکالو بس اسی نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی کے ذریعے پہاڑ، ٹیلے، آبادیاں، مکانات، پاش پاش کردیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفاo فیذرھا قاعا صفصفاo لاتری فیھا عوجا ولا امتاo** (اور یہ لوگ تم سے پہاڑ کے بارے میں پوچھتے ہیں پس کہدو کہ میرا پروردگار انہیں ذرہ ذرہ کر کے بکھیر دے گا پھر وہ اسے ہموار چٹیل میدان کردے گا تم نہ تو اس میں کجی دیکھو گے اور نہ ہی کوئی بلندی) سورۃ طہ۔ آیت نمبر ۱۰۷۔۱۰۶۔۱۰۵ قاع وہ زمین جس پر گھاس تک نہ ہو صفصف وہ ہے کہ جس میں کوئی کجی نہ ہو اور امت یعنی بلندی۔ اور عقیم کو عقیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کا لحاف اوڑھ لیتا ہے اور رحمت سے بالکل عقیم اور بانجھ ہوجاتا ہے جیسے مرد بانجھ ہو اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ اور یہ عمارتیں یہ شہر یہ کارخانے اس طرح پیس دیئے جائیں گے کہ سب کے سب ریگ کی مانند ہوجائیں گے جن کو ہوا ادھر ادھر بکھیرتی پھرے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

ماتذر من شیء اتت علیه الا جعلته کالرمیم (جس نے نہ چھوڑا کسی چیز کو جس پر وہ پہنچی مگر (یہ کہ) اس نے اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح کردیا) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۴۲ اور قوم عاد پر جب ہم نے ریح عقیم کو بھیجا تو وہ جس چیز پر سے گزری وہ تمام ریزہ ریزہ ہوگئی۔

اور قوم عاد کے علاقے میں ریگ کی کثرت اسی لئے ہے کہ ریح عقیم نے اس علاقہ کو پیس ڈالا اور اس پر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی اور کہا جاتا ہے کہ مسلسل چلتی رہی۔ مردوں او عورتوں کو اٹھاتی فضا میں لیجاتی اور وہاں سے نیچے پھینک دیتی اور ساری قوم اس طرح نظر آتی جیسے بڑے بڑے درخت لٹے پڑے ہوئے ہیں وہ اوندھے اور سر کے بل گرتے۔ وہ مردوں اور عورتوں کے پاؤں کے بل اکھیڑتی اور او پر لیجاتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر** (وہ لوگوں کو جگہ سے اکھاڑ کر پھینکتی ہے گویا کہ وہ جڑ سے اکھڑنے والے کھجور کے درخت کے تنے ہیں) سورۃ القمر۔ آیت نمبر ۲۰ نوع کے معنی اکھیڑنے کے ہیں۔ وہ ہوا پہاڑوں کو اس طرح سے اکھاڑ لیتی جیسے گھروں کو پھر انہیں پیس کر باریک ریت بنادیتی اسی لئے ریگستان میں کوئی پہاڑ نظر نہیں آئے گا۔

اور عاد کو ارم ذات العماد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگ پہاڑوں سے ستون تراشتے تھے اور ستون کی لمبائی اس پہاڑ کے برابر ہوا کرتی جس سے یہ تراشا جاتا نیچے سے لے کر اوپر تک۔ پھر ان ستونوں کو وہاں سے اٹھا کر لیجاتے اور اسے نصب کرکے ان پر عمارت تعمیر کرتے اسی لئے انہیں ارم ذات العماد کہا جاتا ہے۔

باب (۳۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ابراہیم رکھا گیا

(۱) میں نے بعض مشائخ سے اور بزرگوں سے جو اہل علم تھے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ان کو ہم (فکر) تھا۔ پھر وہ بری ہوگئے اس فکر سے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کو آخرت کا ہم تھا (یعنی فکر تھی) اور دنیا سے بری تھے۔

باب (۳۲) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل منتخب ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ برقی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے کسی اور سے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل کیوں منتخب فرمایا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ زمین کثرت سے سجدہ کیا کرتے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے اور انہوں نے حضرت امام ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے کہ میں نے سنا حضرت ابو عبد اللہ سے وہ روایت کررہے تھے اپنے پدر بزرگوار سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل اس لئے منتخب فرمایا کہ وہ نہ خدا کے سوا کسی کے پاس گئے اور نہ کسی سے کوئی سوال کیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد اسدی کوفی نے روایت کرتے ہوئے سہیل بن زیاد ادمی سے انہوں نے عبد العظیم ابن عبد اللہ الحسنی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل اس لئے منتخب کیا کہ وہ کثرت سے محمد اور ان کے اہلبیت پر درود بھیجتے تھے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عمرو بن علی البصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد محمد بن ابراہیم بن خارج الاصم ابلہ

نے مسجد طیبہ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن الجنید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر عمرو بن سعید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن زاہر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حریز نے روایت کرتے ہوئے اعمش سے انہوں نے عطیہ عوفی سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل منتخب ہی اس لئے کیا تھا کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے اور نماز شب پڑھتے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے۔

(۵) مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب ابن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے ایک اور شخص سے اور اس نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل منتخب کیا تو ملک الموت خوشخبری سنانے کے لئے ایک گورے چٹے نوجوان کی شکل میں دو سفید لباس پہنے ہوئے سر سے پانی اور تیل ٹپکتا ہوا آئے اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کا دستور تھا کہ جب کسی کام کے لئے جاتے گھر کا دروازہ بند کر دیا کرتے اور اس کی کنجی اپنے پاس رکھتے یہ بہت صاحب غیرت آدمی تھے۔ الغرض اس دن جب واپس گھر پہنچے تو دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین و جمیل شخص آپ کے گھر میں بیٹھا ہوا ہے یہ دیکھ کر آپ کو بڑی غیرت آئی اور پوچھا اے بندہ خدا تجھے کس نے میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی؟ اس نے جواب دیا کہ اس گھر کے رب نے مجھے اس گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے کہ اس گھر کا رب مجھ سے زیادہ اس کا حقدار ہے مگر تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ پر خوف طاری ہوا اور کہا کیا تو میری روح قبض کرنے آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو خلیل بنایا ہے اس کی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا وہ بندہ کون ہے مجھے بتاؤ کہ میں تادم مرگ اس کی خدمت کروں؟ ملک الموت نے کہا کہ وہ بندے آپ ہی تو ہیں۔ تو آپ حضرت سارا کے پاس پہنچے اور کہا اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اورمہ سے انہوں نے عبداللہ بن محمد سے انہوں نے داؤد بن ابی یزید سے انہوں نے عبداللہ بن بلال سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب مرسلون (اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے) آپ کے پاس آئے تو آپ ان کی ضیافت کے لئے بچھڑے کا گوشت لائے اور ان لوگوں نے کہا ہم یہ گوشت نہ کھائیں گے جب تک آپ یہ نہ بتادیں کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اس کی قیمت یہ ہے کہ جب تم لوگ کھانا شروع کرو تو بسم اللہ کہو اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو الحمد اللہ کہو۔ یہ جواب سن کر حضرت جبرئیلؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ چار عدد تھے اور جبرئیلؑ ان کے سردار تھے سچ ہے یہی اللہ کے خلیل ہونے کے حقدار ہیں۔

نیز حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے وہ ابھی فضا میں ہی تھے اور آگ میں گرا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا اے ابراہیم کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا لیکن تم سے تو میری کوئی حاجت نہیں۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن اورمہ سے اور انہوں نے حسن بن علی سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو اللہ نے آگ کی طرف وحی کی کہ میں اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے ابراہیم کو ذرہ برابر اذیت دی تو میں تجھ پر عذاب نازل کر دوں گا اور جب اللہ تعالیٰ نے کہا **ینار کونی برداً و سلماً علی ابراہیم** (اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا) سورۃ انبیاء۔ آیت نمبر ۶۹ کوئی شخص تین دن تک آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکا اور اس سے پانی تک گرم نہ ہو سکا۔ (اس لئے کہ وہ ٹھنڈی پڑی ہوئی تھی)

(۸) اور میں نے محمد بن عبداللہ بن محمد بن طیفور سے سنا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے متعلق فرمارہے تھے **رب ارنی کیف تحیی الموتی** (اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردے کو کس طرح زندہ کیا کرتا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۶۰

کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا تم میرے صالح بندوں میں فلاں سے ملاقات کرو تو یہ اس کی ملاقات کو گئے اور گفتگو کی اس نے کہا کہ اس دنیا میں ایک بندہ ہے جس کا نام ابراہیم ہے اللہ نے اس کو اپنا خلیل منتخب کیا ہے۔ آپ نے کہا اس عبد کی علامت اور شناخت کیا ہے؟ اس مرد صالح نے کہا اس کے لئے اللہ مردے کو زندہ کرے گا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے دل میں کہا کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو میرے لئے مردے کو زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تمہیں اس کا یقین ہے؟ عرض کیا ہاں یقین تو ہے۔ لیکن میں اپنا اطمینان قلب چاہتا ہوں یعنی اطمینان ہو جائے گا کہ خلیل میں ہی ہوں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں ان کے لئے کوئی معجزہ ظاہر ہو جیسا کہ رسولوں کے لئے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے مردے کو زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا (مور، گدھ، مرغ اور بطخ) مور سے مراد زینت دنیا، گدھ سے مراد امیدیں، مرغ سے مراد شہوت اور بطخ سے مراد حرص۔ اس طرح اشاروں میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل زندہ رہے اور میری طرف سے مطمئن ہو تو ان چیزوں کو اپنے دل سے نکال ڈالو اس لئے کہ جب تک یہ اشیاء میرے بندے کے دل میں رہیں گی وہ مجھ سے مطمئن نہیں رہ سکتا۔ اور حضرت ابراہیم کا سوال کہ کیسے (مردوں کو زندہ کرتا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ تم ایمان و یقین نہیں رکھتے اس کے باوجود کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پوشیدہ حال کا بھی اسے علم ہے تو بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہا کہ پروردگار تو مجھے دکھا تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے تو ظاہر الفاظ سے یہ وہم ہوتا تھا کہ وہ یقین نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے خود یہ سوال کر کے اس وہم اور شک کو دور کر دیا اور حضرت ابراہیمؑ سے اس تہمت و الزام کو ختم کر دیا۔

(۹) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے روایت کرتے ہوئے ابو بکر عبداللہ بن موسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محصن نے روایت کرتے ہوئے یوسف بن ظبیان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ملک الموت آیا اور کہا السلام علیک یا ابراہیم آپ نے فرمایا وعلیک السلام یا ملک الموت تم کیسے آئے کوئی حکم لے کر آئے ہو یا خبر مرگ سنانے آئے ہو؟ ملک الموت نے کہا خبر مرگ ہے اسے قبول کیجئے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیا تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی دوست اپنے دوست کو مار ڈالے؟ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ملک الموت واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے ملک الموت ان کے پاس پھر جاؤ اور ان سے کہو کہ کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کی ملاقات سے گریز کرے بلکہ دوست تو اپنے دوست کی ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔

باب (۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا وابراہیم الذی وفا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور انہوں نے جعفر بن بختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ قول خدا **وابراہیم الذی وفی** کی تفسیر میں ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم صبح شام یہ کہا کرتے تھے اپنے رب محمود کی قسم میں نے صبح کی اور اس حال میں صبح کی کہ کسی شے کو اللہ کا شریک قرار نہیں دیا اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو نہیں پکارا اور اس کے سوا کسی اور کو اپنا ولی نہیں بنایا چنانچہ اس بنا پر ان کا نام عبدالشکور ہو گیا۔

باب (۳۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی ماں کو حجر میں دفن کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن شہریار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے ابو بکر حضرمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ نے اپنی والدہ کو حجر میں دفن کیا اور اس کو بند کر دیا اور اس کے گرد چہار دیواری کھینچ دی تاکہ ان کی قبر کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آسکے۔

باب (۳۵) وہ سبب جس کی بنا پر گھوڑوں کو جیاد کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ایک شخص سے اور انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عباس سے ان کا بیان ہے کہ عرب کے گھوڑے وحشی تھے۔ سرزمین عرب میں جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر کعبہ کی دیواریں بلند کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ میں تمہیں وہ خزانہ دے رہا ہوں کہ اس سے قبل میں نے کسی کو نہیں دیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ دونوں نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہوگئے اور آواز دی الا هلا الا هلم۔ یہ سن کر سرزمین عرب کے سارے گھوڑے ان کی خدمت میں آگئے اور ان کے لئے رام ہو گئے اور اپنے سر کی چوٹیاں ان کے سپرد کر دیں اور اسی بنا پر ان کو جیاد کہا جانے لگا۔ اور اس کے بعد گھوڑے ہمیشہ اللہ سے یہ دعا کرتے ہوئے کہ وہ اپنے مالکوں کی نظر میں محبوب ہوں یونہی یہ گھوڑوں کا سلسلہ آگے بڑھا یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ نے انہیں پکڑوایا جب وہ مطیع ہوگئے تو حکم دیا کہ ان کی گردنیں تھپتھپا کر انہیں ہنکاؤ یہاں تک کہ چالیس گھوڑے باقی رہ گئے۔

باب (۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کی تمنا کی حالانکہ وہ اب تک اس سے کراہت کرتے رہے تھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام دونوں سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے مناسک حج ادا ہوگئے تو وہ شام واپس گئے اور وہیں وفات پائی اور ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ جب ملک الموت ان کی قبض روح کے لئے آئے تو ان کو موت ناپسند ہوئی اور ملک الموت اپنے رب کی طرف واپس گئے اور عرض کیا کہ ابراہیم کو موت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اچھا ابراہیم کو چھوڑ دو وہ چاہتے ہیں کہ میری اور عبادت کریں یہاں تک کہ آپ نے ایک بوڑھے کو دیکھا وہ کھاتا ہے اور جو کچھ کھاتا ہے وہ منھ سے نکل جاتا ہے یہ دیکھ کر انہیں حیات ناپسند ہوئی اور موت پسند آگئی۔

اور لوگوں تک یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کہیں گئے تھے اپنے گھر واپس آئے تو دیکھا کہ اس میں ایسا حسین و جمیل شخص موجود ہے کہ اس جیسا حسین آپ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ تمہاری اس شکل و صورت پر تم سے قرب اور تمہاری ملاقات کون ناپسند کرے گا۔ ملک الموت نے کہا یا خلیل الرحمن اللہ تبارک تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر چاہتا ہے تو مجھے اس شکل میں بھیجتا ہے اور جب کسی بندے کے لئے برائی چاہتا ہے تو مجھے اس صورت کے بدلے کسی اور شکل و

صورت کے ساتھ بھیجتا ہے اور پھر ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی شام میں اور حضرت اسماعیلؑ نے ان کے بعد وفات پائی اس وقت ان کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی اور وہ اپنی ماں کے پہلو میں حجر کے اندر دفن ہوئے۔

(۲) مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محمد سے انہوں نے محمد بن قاسم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سارا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا اے ابراہیم آپ کبیر السن ہوگئے کاش اللہ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک فرزند عطا کر دیتا جس سے ہم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اپنا خلیل منتخب کر لیا ہے۔ انشاء اللہ وہ آپ کی دعا قبول کرے گا۔

آپ نے فرمایا کہ پھر حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ پروردگار تو مجھے ایک فرزند علیم (دانا) عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میں تم کو ایک فرزند علیم عطا کرنے والا ہوں پھر اپنی اطاعت میں تمہارا امتحان لوں گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے بعد حضرت ابراہیمؑ تین سال تک انتظار میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس بشارت آئی اور ادھر حضرت سارا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا اے ابراہیم آپ بہت کبیر السن ہوگئے اور اب آپ کی موت بھی قریب ہے کاش آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کی موت کو فراموش کردے اور آپ کی عمر میں اضافہ فرمائے تاکہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور ہم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے درازی عمر کے لئے دعا کی تو وحی آئی کہ سارا سے پوچھو کہ وہ تمہاری عمر میں کتنی زیادتی چاہتی ہیں وہ جس قدر کہیں میں اتنی زیادہ کردوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارا سے پوچھا تو حضرت سارا نے کہا اللہ سے کہو وہ اس وقت تک موت نہ دے جب تک تم خود موت کی خواہش نہ کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے بات کی تو اللہ نے وحی فرمائی کہ چلو تمہاری یہ بات مجھے منظور ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارا کو یہ بتایا کہ اللہ نے یہ بات منظور کرلی تو حضرت سارا نے کہا اب اس کے شکریہ میں آپ کھانا تیار کرائیں اور فقراء و محتاجین کو دعوت دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور تمام لوگوں کو عام دعوت دے دی۔ اس دعوت میں آنے والوں میں ایک ایسا شخص بھی آیا جو نہایت بوڑھا، ضعیف اور نابینا تھا اس کے ساتھ اسے پکڑ کر لانے والا بھی تھا۔ آپ نے ان کو دسترخوان پر بٹھایا تو اس نابینا نے لقمہ اٹھایا اور اپنے منھ کی طرف لے چلا تو اس کا ہاتھ کبھی داہنے جانب اور کبھی بائیں جانب بوجہ کمزوری چلا گیا۔ پھر وہ لقمہ بجائے منھ کے اس کی پیشانی سے جا لگا چنانچہ اس کے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کے کام کو دیکھتے رہے آپ کو تعجب ہوا۔ پھر اس کے ساتھی سے پوچھا اس کے ساتھی نے کہا یہ آپ جو اس کی حالت دیکھ رہے ہیں یہ اس کی ضعیفی اور بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہا کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو میری حالت بھی اس جیسی ہو جائے لہذا اس بوڑھے کا یہ حال دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگار تو مجھے اسی وقت پر موت دے جو وقت تو نے مقرر کر دیا ہے۔ اب یہ دیکھنے کے بعد مجھے زیادہ عمر کی ضرورت نہیں۔

باب (۳۷) وہ سبب جس کی بنا پر ذوالقرنین کو ذوالقرنین کہا جانے لگا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن ابن ابان سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن عمرو نے روایت کرتے ہوئے یزید عجلی سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ابن الکواء کھڑا ہو گیا اور بولا یا امیر المومنین مجھے ذوالقرنین کے متعلق بتائیں کہ وہ کوئی نبی تھے یا ملک اور یہ بھی بتائیں کہ ان کی دونوں سینگیں سونے کی تھیں یا چاندی کی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ نہ کوئی نبی تھے اور نہ کوئی ملک اور نہ ان کی سینگیں سونے کی تھیں نہ چاندی کی بلکہ وہ ایک اللہ کے بندے تھے وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ ان سے محبت کرتا تھا وہ اللہ کی نصرت کرتے اور اللہ ان کی نصرت کرتا تھا۔ ان کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو قوم نے ان کی ایک سینگ پر مارا تو

وہ چند دنوں کے لئے غائب ہوگئے۔ پھر واپس آئے تو قوم نے ان کی دوسری سینگ پر بھی مارا اور تم لوگوں میں تو اس کا مثل موجود ہے۔

باب (۳۸) وہ سبب جس کی بنا پر اصحاب الرس کو اصحاب الرس کہتے ہیں اور وہ سبب جس کی بنا پر عجمیوں نے اپنے مہینوں کے نام ابان و آذر وغیرہ رکھے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور ان کے باپ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو الصلت عبد السلام بن صالح ہروی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام سے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کی خدمت میں ایک شخص آپ کی شہادت سے تین دن پہلے آیا جو بنی تمیم کے اشراف میں سے تھا جس کا نام عمرو تھا اور آکر عرض کیا یا امیر المومنین مجھے اصحاب الرس کے متعلق بتائیں کہ وہ کس زمانے میں تھے ان کے مکانات کہاں تھے اور ان کا بادشاہ کون تھا اور ان میں اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا تھا یا نہیں اور کس سبب وہ ہلاک کر دئے گئے؟ اس لئے کہ میں کتاب خدا میں ان کا کوئی مثل نہیں پاتا اور نہ ان کی اس میں کوئی خبر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو اب تک کسی نے نہیں پوچھی تھی اور نہ میرے بعد اس کا کوئی بتانے والا تجھے ملے گا اور کتاب خدا میں کوئی ایسی آیت نہیں کہ جس کی تفسیر ہمیں معلوم نہ ہو اور یہ کہ وہ کہاں نازل ہوئی۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر اور کس وقت نازل ہوئی رات میں یا دن میں۔ پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس میں تو علم کا ایک خزانہ ہے اس کو حاصل کرنے والے بہت کم لوگ ہیں مگر عنقریب وہ نادم ہوں گے جب ہم کو نہ پائیں گے۔ اور اے بھائی تمیمی اصحاب الرس کا قصہ یہ ہے کہ وہ ایک قوم تھی جو درخت صنوبر کی پرستش کیا کرتی تھی اس درخت کو شاہ درخت بھی کہتے ہیں جس کو یافث بن نوح نے طوفان کے بعد لگایا تھا۔ ان لوگوں کا نام اصحاب الرس اس لئے پڑ گیا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو زمین میں دفن کر دیا اور یہ قصہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے بعد کا ہے ان لوگوں کے بارہ گاؤں تھے جو بلاد مشرق میں ایک نہر کے کنارے آباد تھے جس کا نام الرس تھا اور یہ لوگ اسی نہر کے نام سے موسوم تھے۔ اور اس زمانے میں روئے زمین پر اس سے زیادہ پانی والی اور اس سے زیادہ شیریں کوئی نہر نہ تھی اور ان سے زیادہ نہ کوئی قریہ و دیہات آباد تھا نہ ان سے زیادہ کوئی طاقتور قوم تھی۔ ان میں سے ایک قریہ (گاؤں) کا نام ابان اور دوسرے کا آذر اور تیسرے کا دی چوتھے کا بہمن پانچویں کا اسفندار چھٹے کا فروردین ساتویں کا اردی بہشت آٹھویں کا اردو نویں کا مرداد دسویں کا تیر اگیارہویں کا مہر اور بارہویں کا شہریور تھا اور اس میں سب سے بڑا اسفندار تھا جس میں ان کا بادشاہ رہتا تھا جس کا نام ترکوذ بن غابور بن یارش بن سازن بن نمرود بن کنعان تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا فرعون تھا اور اسی شہر میں وہ چشمہ اور صنوبر کا درخت تھا جس کا تخم ان لوگوں نے اپنے دوسرے شہروں میں ڈال لیا تھا اور وہی اگ کر ایک عظیم درخت بن گیا تھا اور اس چشمے سے یہ نہریں انہی درختوں کی طرف جاری تھیں۔ یہ اس چشمے کا پانی نہ خود پیتے اور نہ اپنے جانوروں کو پلاتے اور جو ایسا کرتا اسے قتل کر دیتے وہ کہتے کہ یہی پانی تو ہمارے خداؤں کی زندگی ہے اور کسی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ خداؤں کی زندگی میں کمی کرے اور خود پئے اور اپنے جانوروں کو نہر رس سے پانی پلائے جن کے کنارے ان کے یہ قریے آباد تھے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینہ ایک ایک قریہ میں عید منائی جاتی جس میں اس قریہ کے تمام لوگ جمع ہوتے اور اپنے صنوبر کے درخت پر ریشمی پردے ڈالتے تھے جن پر رنگ رنگ کی تصویریں بنی ہوتیں پھر ایک بکری یا گائے لاتے اور اس درخت پر ذبح کرکے بھینٹ چڑھاتے اور اس میں لکڑی کا الاؤ جلاتے جب اس مذبح خانے

سے دھواں بلند ہوتا اور آسمان پر چھاتا تو اس درخت کے سامنے سجدہ میں گر جاتے۔ روتے اور چلاتے اور کہتے کہ وہ ان سے راضی اور خوش ہو جائے تو اس وقت شیطان آتا اور اس درخت کی شاخوں کو ہلاتا اور اس کے تنے سے بچوں کی طرح کی آوازیں دیتا کہ اے میرے بندو میں تم سے خوش اور راضی ہوں۔ آپس میں مل کر خوشی کرو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ یہ سنکر وہ لوگ سجدے سے سر اٹھاتے شراب پیتے باجے بجاتے اپنے دستبند اٹھاتے اور ایک رات اور ایک دن اسی میں مشغول رہتے اس کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے۔

اور عجمیوں نے اپنے مہینوں کے نام انہی قریوں پر رکھے ابان، آذر وغیرہ ان قریوں کی محبت میں اس لئے کہ وہ آپس میں کہا کرتے کہ اس مہینہ میں فلاں قریہ کی عید ہے اور جب سب سے بڑے قریہ کی عید ہوتی تو وہاں سب قریوں کے چھوٹے بڑے جمع ہوتے اور اس چشمہ اور صنوبر کے گرد حریر و دیبا کے پردے ڈال دیتے ان پر طرح طرح کی تصویریں ہوتیں اور اس میں بارہ دروازے بناتے اور ہر دروازہ ایک قریہ کا ہوتا اور وہ پردے کے باہر صنوبر کو سجدہ کرتے اور اس قسم کے جانوروں کی قربانی وہاں بھی دیتے جیسی اپنے قریوں میں دیا کرتے۔ اس وقت ابلیس آتا اور صنوبر کے درخت زور زور سے ہلاتا اور اس کے اندر سے گرجدار آواز میں بولتا اور ان لوگوں سے اس سے بھی زیادہ وعدے کرتا جتنا دوسرے شیاطین ہر ہر قریہ کے درختوں پر کر چکے ہوتے۔ پھر یہ لوگ سجدے سے اپنا منہ اٹھاتے اور بیحد خوش و مسرور ہوتے اور شراب نوشی اور گانے بجانے میں مصروف رہتے اور یہ سلسلہ وہاں بارہ دن تک شب و روز جاری رہتا سال کی عیدوں کی تعداد کے مطابق۔ جب ان کے کفر اور غیر خدا کی عبادت کو ایک طویل عرصہ گذر گیا تو اللہ خدا عزوجل نے ان کے پاس بنی اسرائیل میں سے یہودا ابن یعقوب کی اولاد کا ایک نبی بھیجا جو ایک طویل عرصے تک ان میں رہا ان کو اللہ کی عبادت اور معرفت و ربوبیت کی طرف دعوت دیتا رہا مگر کسی نے ان کی پیروی نہ کی۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی سرکشی و گمراہی شدید ہو چکی ہے یہ لوگ ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو انہوں نے دعا کی پروردگار یہ تیرے بندے مجھے جھٹلاتے رہے ہیں تیرے وجود سے انکار کر رہے ہیں اور اس درخت کی پوجا کر رہے ہیں جو انہیں نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان لہٰذا تو ان کے سارے درختوں کو خشک کر دے اور اپنی قدرت و قوت کا مظاہرہ کر۔ چنانچہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ سارے صنوبر کے درخت ہی خشک ہوگئے۔ یہ دیکھ کر انہیں بڑا ہول آیا اور اب ان میں دو گروہ ہوگئے ایک گروہ کہتا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار کا رسول کہتا ہے اس نے تمہارے معبودوں پر سحر کر دیا ہے تاکہ تم لوگوں کا رخ تمہارے معبودوں کی طرف سے پھیر کر اپنے اللہ کی طرف موڑ لے اور ایک گروہ یہ کہتا کہ نہیں بلکہ جب سے تمہارے معبودوں نے اس شخص کو دیکھا کہ یہ ان میں عیب لگاتا اور بدگوئی کرتا ہے اور تم لوگوں کو ان کی پرستش چھوڑ کر دوسرے معبود کی پرستش کی دعوت دیتا ہے چنانچہ وہ ناراض اور خفا ہوگئے ہیں اس لئے وہ پژمردہ ہو گئے ہیں اور ان کا حسن جاتا رہا ہے تاکہ تم لوگوں کو ہوش آئے اور ان کی مدد کرو۔ اور پھر سب کے سب اس نبی کے قتل پر متفق ہوگئے اور لوگوں نے بڑے بڑے تانبے کے نلکے بڑے منہ کے بنائے اور اسے چشمے کی تہہ میں ڈالا اور پانی کی سطح تک ایک دوسرے پر رکھتے گئے اور ان نلکوں میں جو پانی تھا اسے کھینچ لیا۔ پھر اس چشمے کی تہہ میں ایک گہرا کنواں کھودا بہت تنگ منہ کا اور اس میں اپنے نبی کو ڈال دیا اور اس کا منہ ایک بڑی چٹان سے بند کر دیا اور اپنے سارے نلکے نکال لئے اس امید پر کہ جب ہمارے معبود یہ دیکھیں گے کہ ہم لوگوں نے اس شخص کو جو ان کی برائی کرتا اور ہمیں ان کی عبادت سے روکتا تھا اسے قتل کرکے ان کے بڑے معبود کے نیچے دفن کر دیا ہے تو ان کی پژمردگی دور ہو جائے گی اور رونق و تازگی عود کر آئے گی۔ چنانچہ وہ لوگ دن بھر اس نبی کی کراہ سنتے رہے اور ان کے نبی یہ کہتے رہے تھے کہ میرے مالک تو میرے اس تنگ مکان اور شدید تکلیف کو دیکھ رہا ہے تو میری اس بے بسی اور بے کسی پر رحم فرما اور جلد از جلد میری روح کو قبض کرلے میری دعا کی قبولیت میں تاخیر نہ کر اور یہی کہتے کہتے وہ نبی علیہ السلام مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیل کیا میرے یہ بندے جو میرے حلم سے دھوکہ کھا رہے اور میرے حیلوں سے خود کو محفوظ سمجھتے اور میرے سوا دوسرے کی پرستش کرتے ہیں اور میرے رسولوں کو قتل کرتے ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے غضب کا مقابلہ کرلیں گے یا میرے حدود سلطنت سے نکل جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ میں اپنے نافرمانوں سے انتقام لوں گا اور ان کو سزا

دیتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہ کروں گا۔ میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میں انہیں دونوں جہانوں کے لئے لائق عبرت بنادوں گا۔ پھر ان ہی کی عید کے دن ایک سرخ آندھی چلی لوگ بہت گھبرائے اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے۔ پھر ان کے نیچے کی زمین گندھک کی چٹان کی مانند انگارہ بن گئی اور ان کے اوپر سایہ دار بادل منڈلانے لگا پھر وہ یکایک انگاروں کا ایک قہر بن کر ان پر گرا اور ان کے جسم اس طرح پگھل گئے جیسے آگ میں تانبا پگھلتا ہے۔ خدا کی پناہ اس عذاب الٰہی اور اس کے انتقام سے۔

باب (۳۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یعقوبؑ پڑ گیا اور وہ سبب جس کی بنا پر اسرائیل کا نام اسرائیل ہوا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسین قطان نے اس کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حسن بن علی سکری نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری نے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ اور عیص دونوں جڑواں پیدا ہوئے۔ پہلے عیص پیدا ہوئے پھر یعقوبؑ۔ اور ان کا نام اسی لئے یعقوب پڑ گیا کہ وہ عیص کے عقب یعنی بعد میں پیدا ہوئے اور یعقوب ہی اسرائیل ہیں۔ اسرائیل کے معنی عبداللہ کے ہیں اسرا یعنی عبد اور ایل یعنی اللہ عزوجل۔

(۲) ایک دوسری حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ اسرا کے معنی قوت کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں۔ اسرائیل یعنی اللہ کی قوت۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابو محمد عبداللہ بن حامد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو صالح خلف بن محمد ابن اسماعیل خیام بخاری نے بخارا میں اور جو حدیثیں میں نے ان سے پڑھیں ان میں ایک یہ تھی انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزہ انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن ابراہیم دمشقی دحیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن بکر تفلیسی نے روایت کرتے ہوئے ابی بکر بن ابی مریم سے انہوں نے سعید ابن عمرو انصاری سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کعب الاحبار سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ اسرائیل کا نام اسرائیل اللہ ہے اس لئے کہ حضرت یعقوب بیت المقدس کی خدمت کیا کرتے۔ سب سے پہلے بیت المقدس میں داخل ہوتے اور سب کے بعد میں نکلتے وہ اس کی قندیلیں روشن کرتے اور جب صبح ہوئی تو ان کو بجھاتے۔ اتفاق سے ایک دن آپ بیت المقدس میں شب کو سو رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک جن قندیلوں کو بجھا رہا ہے آپ نے اس کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں اسیر کر دیا اور صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک جن اسیر ہے اس جن کا نام ایل تھا اس لئے ان کا اسرائیل ہو گیا۔ حدیث بہت طویل ہے میں نے یہاں بقدر ضرورت نقل کیا ہے اور پوری حدیث کتاب النبوہ میں تحریر کی ہے۔

باب (۴۰) وہ سبب جس کی بنا پر انبیاء اور مومنین آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں

(۱) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھ سے بیان کیا علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ سب سے زیادہ شدید مصیبت میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر اوصیاء پھر درجہ بدرجہ اور مومن اپنے اعمال حسنہ کے بقدر مبتلا ہوتے ہیں جس کا دین صحیح اور اعمال صحیح اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مومن کو ثواب دینے کے لئے اور کافر کو سزا دینے کے لئے نہیں بنایا ہے۔ جس کا دین کمزور ہو اور عمل میں ضعف ہو اس کا بلائیں بھی کم ہوتی ہیں اور بلائیں متقی پر اس سے

بھی زیادہ سرعت کے ساتھ نازل ہوتی ہیں جتنی سرعت کے ساتھ بارش کا قطرہ زمین پر پہنچتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے ابی عبداللہ جاموارانی سے انہوں نے حسن بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر مومن پہاڑ کی چوٹی پر بھی رہنے لگے تو اللہ وہاں بھی ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کو اذیت پہنچائے تاکہ اللہ اس مومن کو اس کا اجر دے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن حمدون نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن نصیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے خالد نے روایت کرتے ہوئے حصین سے انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت علی ابن حسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء اور مومن گزرے ان کو کسی نہ کسی ایسے شخص سے آزمایا گیا جو ہم لوگوں کو اذیت و تکلیف پہنچائے اور اگر مومن کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی چلا جائے تو وہاں بھی اللہ ایک ایسے شخص کو بھیج دیگا جو اس کی اذیت پہنچائے تاکہ اللہ اس مومن کو اس کا اجر دے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں، ہمیشہ مظلوم ہی رہا ہوں۔ یہاں تک کہ جب بھائی عقیل کی آنکھیں دکھتی تھیں تو وہ چلاتے کہ ارے مجھے نہ چھوڑو علی کو چھوڑو اور مجھے دیکھو لوگ مجھے مجبوراً چھوڑ دیتے حالانکہ میں بھی آشوب چشم میں مبتلا ہوتا تھا۔

باب (۴۱) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا امتحان لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی وجہ سے آپ کا آزمائش میں پڑنا اور اس سلسلہ کے واقعات

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ نے عبداللہ ابن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک ابن عطیہ سے انہوں نے شمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے علی ابن الحسین علیہ السلام کے ساتھ جمعہ کے دن مدینہ میں نماز پڑھی جب نماز و تسبیح سے فارغ ہوئے تو اپنے بیت الشرف کی طرف تشریف لے گئے۔ میں آپ کے ساتھ تھا اور پہنچتے ہی آپ نے اپنی خادمہ سکینہ نامی کو آواز دی اور اس سے کہا کہ میرے دروازے پر جو سائل گذرے اس کو کھانا کھلا دو اس لئے کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ میں نے سوال کیا مگر ہر سوال کرنے والا مستحق تو نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا اے ثابت مجھے ڈر ہے کہ کوئی مستحق میرے دروازے پر آئے اور میں اسے کھانا نہ کھلاؤں واپس کردوں تو حضرت یعقوب علیہ السلام پر جو مصیبت واقع ہوئی تھی وہ ہم اہلبیت پہ نازل ہو جائے لہٰذا سب کو کھانا کھلاؤ۔ حضرت یعقوبؑ روزانہ ایک مینڈھا ذبح کرتے اس میں کچھ تصدق کرتے اور بقیہ وہ اور ان کے اہل و عیال کھایا کرتے ایک مرتبہ ایک سائل مومن روزہ دار مستحق اور اللہ کے نزدیک صاحب منزلت مرد مسافر و غریب شب جمعہ اول وقت افطار کے حضرت یعقوبؑ کے دروازے پر آیا اور آواز لگائی کہ ایک سائل مسافر اور بھوکے کو اپنے بچے ہوئے کھانے سے کھانا کھلا دو یہ آواز اس نے کئی مرتبہ لگائی۔ یہ لوگ اس کو مستحق نہ سمجھا اور اسے کھانا نہیں کھلایا۔ جب وہ سائل مایوس ہو گیا تو رات زیادہ ہو گئی تھی واپس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی بھوک کی شکایت کی اور بغیر کچھ کھائے سو گیا اور صبح اٹھ کر بھوکے ہی روزہ رکھ لیا اور اللہ کی حمد میں مشغول ہو گیا۔ ادھر حضرت یعقوبؑ اور آل یعقوب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا بلکہ صبح کو کچھ بچ بھی رہا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اسی شب کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کی طرف وحی کی کہ اے یعقوب تم نے میرے ایک بندے کو

ذلیل کر کے میرے غضب کو خریدا تم میری تادیب کے مستحق اور اس کے متوجب ہوئے کہ تم پر میری عقوبت نازل ہو اور اس قابل ہو کہ تمہیں اور تمہاری اولاد کو مبتلائے مصیبت کروں ۔ اے یعقوب مجھے اپنے انبیاء میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو میرے مسکین بندوں پر ترس کھائے ان سے قربت رکھے انہیں کھانا کھلائے اور ان کے لئے ملجاء و ماویٰ بن جائے ۔ اے یعقوب تمہیں میرے اس بندے کی تھکی ماندی حالت پر بھی رحم نہ آیا جو میری عبادت میں کوشاں تھا اس ظاہری دنیا میں سے تھوڑے پر قناعت کرتا تھا۔ گذشتہ شب اول افطار کے وقت وہ تمہارے دروازے پر آیا اور تم لوگوں کو آواز دی کہ ایک سائل مسافر راہگیر اور قانع کو کھانا کھلاؤ مگر تم لوگوں نے اسے کچھ نہ کھلایا اور وہ واپس ہو گیا اور مجھ سے شکایت کی اور میری حمد کرتا ہوا غریب بھوکا ہی سو گیا ۔ پھر اس نے صبح کو بغیر کچھ کھائے میرے لئے روزہ رکھ لیا اور اے یعقوب تم اور تمہاری اولاد خوب سیر شکم ہوئی اور صبح کو تمہارے کھانے میں سے کچھ بچ بھی گیا ۔ اے یعقوب تمہیں معلوم ہے کہ میری عقوبت اور بلا اپنے دشمنوں سے زیادہ جلدی اپنے دوستوں اور اولیاء پر ہوتی ہے اور یہی بات میں اپنے اولیاء اور اپنے احباء کے لئے بہتر سمجھتا ہوں ۔ اچھا اب سنو میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طرف سے تم پر بلا نازل ہو گی اور تمہیں اور تمہارے فرزند کو مصیبت میں گرفتار کروں گا اور تمہیں سزاوے کر اذیت میں مبتلا کروں گا اب تم میری آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ اور میرے فیصلے پر راضی رہو اور مصیبتوں پر صبر کرو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان حضرت یوسفؑ نے خواب کب دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا اسی شب میں جس کے اندر یعقوبؑ و آل یعقوب شکم سیر ہو کر سوئے اور ایک مسافر بیچارہ بھوکا سو گیا ۔ اور جب حضرت یوسفؑ نے اسی شب کو خواب دیکھا تو صبح کو وہ خواب اپنے پدر بزرگوار سے بیان کیا اور اسی صبح کو وحی آئی تھی کہ اب مصائب کے لئے تیار ہو جاؤ اس بنا پر حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا مجھے خوف ہے کہ یہ لوگ تم سے کوئی چال چلیں گے مگر حضرت یوسفؑ سے وہ خواب نہ چھپایا گیا اور انہوں نے اپنے بھائیوں سے بیان کر دیا۔

حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلی مصیبت جو حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی وہ حسد کی مصیبت تھی جو ان میں خواب سننے کے بعد پیدا ہوئی ۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کے لئے رونے لگے انہیں یہ خیال ہوا کہ وحی میں جو بتایا گیا ہے کہ بلا و مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ تو کہیں یہ مصیبت خاص یوسف کے لئے تو نہیں ہے اور یہ سوچ کر وہ اپنے فرزندوں کے سامنے رونے لگے اور برادران یوسفؑ نے جب یہ دیکھا کہ صرف یوسفؑ کے لئے باپ کا یہ حال ہے اس سے ان کو اتنی محبت ہے ان کو ہم لوگوں سے زیادہ یوسفؑ کا خیال ہے تو ان کے دلوں میں حسد اور بڑھ گیا اور آپس میں کہنے لگے ہمارے والد کو ہم لوگوں سے زیادہ یوسفؑ اور اس کے بھائی سے محبت ہے حالانکہ ہم لوگوں کا ایک جتھہ ہے ۔ ہمارے والد تو کھلی غلط فہمی میں پڑ گئے لہذا ایسا کیا جائے کہ یوسفؑ کو قتل کر دیا جائے یا کسی دوسری سرزمین پر لیجا کر چھوڑ دیا جائے وہ نہ رہے گا تو ان کے دل میں ہم لوگوں کی جگہ بن جائے گی اور اس کے بعد ہم لوگ اچھے ہو جائیں گے ۔ (یعنی ہم لوگ توبہ کر لیں گے) آپس میں یہ مشورہ کر کے اپنے والد سے بولے اے ہمارے باپ کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے لئے ہم لوگوں پر مطمئن نہیں ہیں حالانکہ ہم لوگ اس کے ناصر و مددگار ہیں کل ہم لوگوں کے ساتھ انہیں بھی سیر و شکار کے لئے بھیجیں ۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا مجھے ڈر ہے تم لوگ اسے لیجاؤ وہاں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے یہ بات ان کی زبان پر اس لئے آئی کہ ان کے ذہن میں تھا کہ وحی نے جو بلا و مصیبت کی اطلاع دی ہے وہ خاص یوسف کے لئے ہے مگر اللہ کی قدرت تو سب پر غالب ہے اور حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے متعلق امر الٰہی نافذ ہو چکا تھا اس لئے باوجود نہ چاہنے کے اور خطرہ محسوس کرنے کے انہوں نے یوسف کو ان کے بھائیوں کے حوالے کر دیا ۔ اور جب وہ لوگ یوسف کو لے کر گھر سے نکلے اور چند قدم چلے تھے کہ حضرت یعقوبؑ دوڑتے ہوئے آئے ان لوگوں سے یوسف کو لیا ان کو گلے لگایا اور خوب روئے اس کے بعد پھر ان کے حوالے کر دیا اور وہ لوگ وہاں سے تیزی سے آگے بڑھے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ یوسف کو ہم لوگوں سے لے لیں اور ہمیں واپس نہ دیں مگر جب اتنی دور نکل گئے کہ اب یہ خطرہ نہ رہا تو وہ ان کو گھنے درختوں اور جھاڑیوں میں لے گئے اور بولے ہم لوگ اس کو یہیں قتل کر دیں گے اور

اس کی لاش اس درخت کے نیچے ڈالدیں گے تاکہ اسے بھیڑیا کھا جائے یہ سن کر ان کے سب سے بڑے بھائی نے کہا انہیں قتل نہ کرو بلکہ اس کو کسی کنویں میں ڈالدو ادھر سے کوئی قافلہ گزرے گا تو وہ اسے پاکر اپنے ساتھ ہی لیجائے گا اگر تم لوگ یہ کرو تو بہتر ہے چنانچہ وہ لوگ یوسف کو کنویں کے پاس لے گئے اور اسے کنویں میں ڈال دیا اور یہ سمجھے کہ وہ اس میں ڈوب کر مر جائے گا ۔ مگر جب حضرت یوسف کنویں کی تہہ میں پہنچے تو بھائیوں کو آواز دی اے رومین کی اولاد ۔ حضرت یعقوبؑ کو میری طرف سے سلام پہنچا دینا جب ان لوگوں نے یہ آواز سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگوں کو یہاں سے نہ جانا چاہیئے جب تک کہ اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ یہ مر گیا ۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی تو روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم لوگ آپس میں دوڑ پھر رہے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا ۔ جب حضرت یعقوبؑ نے یہ باتیں سنیں تو کہا (اناللہ وانا الیہ راجعون) (بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں) سورۃ البقرہ ۔ آیت نمبر ۱۵۶ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی یاد آئی جس میں بتایا گیا تھا کہ بلا و مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ تو یقین کر کے کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے صبر کر لیا اور ان لوگوں سے کہا یہ تم لوگوں کا فریب ہے یہ ممکن نہیں کہ اس کے سچے خواب کی تعبیر سے پہلے یوسف کو بھیڑیا کھا جائے ۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ یہاں تک بیان کرنے کے بعد حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے اپنی گفتگو ختم کر دی ۔ دوسرے دن پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان آپ کل شب جو حضرت یعقوب اور ان کے فرزند کا قصہ بتا رہے تھے وہ بات کٹ گئی تھی ۔ اب فرمائیں کہ اس کے بعد حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا قصہ کیا رہا؟ آپ نے فرمایا اچھا سنو ۔ جب صبح ہوئی برادران یوسف نے آپس میں کہا چلیں دیکھیں کہ یوسف کا کیا حال ہے وہ مر گیا ہے یا اب تک زندہ ہے جب یہ لوگ کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس میں کنویں کے سامنے ایک قافلہ رکا ہوا ہے اور ان لوگوں نے پانی کے لئے کنویں پر آدمی بھیجا اس نے کنویں میں ڈول ڈالا اور جب ڈول کو اوپر کھینچا تو دیکھا کہ ایک لڑکا ڈول سے اوپر چلا آ رہا ہے ۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا خوشخبری سنو اس ڈول کے ساتھ تو یہ لڑکا بھی آ رہا ہے مگر جب اس نے اسے کھینچ کر باہر نکالا تو لتنے میں حضرت یوسفؑ کے برادران ۔ ان کے پاس پہنچے اور کہا یہ ہم لوگوں کا غلام ہے کل شام وہ اس کنویں میں گر گیا تھا آج اس کو نکالنے کے لئے آئے ہیں یہ کہہ کر ان لوگوں نے ان قافلے والوں سے یوسف کو چھین لیا اور ان کو لے کر ایک طرف ہٹ گئے ۔ حضرت یوسفؑ نے کہا تم لوگ مجھے قتل نہ کرو اس کے علاوہ جو چاہو کرو ۔ پھر وہ انہیں اہل قافلہ کے پاس لے گئے اور بولے کیا تم میں سے کوئی شخص اس غلام کو خریدنا چاہتا ہے؟ تو ان میں سے ایک شخص نے حضرت یوسف کو بیس درہم میں خرید لیا اور انہیں لے کر مصر پہنچا اور مصر کے بادشاہ عزیز مصر کے ہاتھ انہیں فروخت کر دیا ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ شخص جس نے مصر میں یوسف کو خریدا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا کہ اس کے رہنے سہنے کا خیال رکھنا ہو سکتا ہے کہ اس سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچے یا اس کو اپنا متبنیٰ بنالیں ۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت علی ابن الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا جس وقت حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا ان کی عمر کیا تھی فرمایا اس وقت ان کی عمر نو سال تھی ۔ میں نے دریافت کیا حضرت یعقوب کی جائے سکونت اور مصر کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا ان کے درمیان بارہ دن کی راہ تھی اور حضرت یوسفؑ اپنے زمانے کے حسین ترین شخص تھے ۔ جب وہ جوان ہو گئے تو عزیز مصر کی عورت کی نیت خراب ہوئی ۔ حضرت یوسف نے کہا خدا کی پناہ ہم ان اہلبیت میں سے ہیں جو زنا نہیں کرتے مگر اس نے اپنے لئے اور یوسف کے لئے ہر طرف کے دروازے بند کر دیئے اور کہا ڈرو نہیں یہ کہہ کر اس نے خود کو حضرت یوسفؑ کے اوپر گرا دیا ۔ حضرت یوسفؑ اس سے چھڑا کر فوراً بھاگے اور بڑھ کر دروازہ کھولا وہ بھی جھپٹ کر پہنچی اور پیچھے سے ان کا دامن پکڑا ۔ حضرت یوسفؑ نے پھر اپنے آپ کو چھڑایا اور دامن پھٹ گیا حضرت یوسف نکلے وہ پیچھے پیچھے دونوں کی ملاقات عزیز مصر سے دروازے پر ہو گئی ۔ اس عورت نے اسے دیکھتے ہی رنگ بدلا اور کہا اگر آپ کی بیوی کے ساتھ کوئی برا ارادہ کرے تو اس کی سزا کیا ہے یہی کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے کوئی سخت سزا دی جائے ۔ یہ سن کر عزیز مصر نے حضرت

یوسف کو سزا دینے کا ارادہ کیا حضرت یوسف نے کہا یعقوب کے خدا کی قسم میں نے آپ کی بیوی سے بری نیت نہیں کی بلکہ اس نے خود مجھ سے بری نیت کی اور اگر یقین نہ آئے تو اس بچہ سے پوچھ لیجئے کہ کس نے بری نیت کی اور اس وقت بادشاہ کی بیوی کے پاس ایک بچہ کسی مہمان کے ساتھ کہیں سے آیا تھا تو اللہ نے اس بچہ کو گویا کیا تاکہ وہ صحیح فیصلہ کرے چنانچہ اس بچہ نے کہا اے بادشاہ یوسف کی قمیض کو دیکھئے ۔ اگر اس کا دامن سامنے سے پھٹا ہو تو یوسف قصوروار ہیں اور اگر ان کا دامن پیچھے سے پھٹا ہو تو یوسف قصوروار نہیں بلکہ یہ عورت قصوروار ہے ۔ جب بادشاہ نے بچے کی بات سنی تو بہت گھبرایا اور فوراً قمیض منگوا کر دیکھا تو دامن پیچھے سے پھٹا ہوا تھا ۔ اس پر بادشاہ اپنی بیوی سے بولا یہ سب تمہاری چالبازی ہے اور یوسفؑ سے کہا سامنے سے چلے جاؤ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے نہ کہنا ۔ مگر حضرت یوسفؑ نے یہ بات کسی سے نہ چھپائی اور سارے شہر میں یہ واقعہ مشہور ہو گیا تو شہر کی چند عورتوں نے طعنہ دیا کہ عزیز مصر کی بیوی ہو کر اس نے اپنے ایک نوجوان غلام کے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا ۔ یہ خبر جب بادشاہ کی بیوی کو ہوئی تو اس نے ان عورتوں کو کھانے کی دعوت دی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لیموں اور ایک چھری دیدی ۔ اور حضرت یوسف کو حکم دیا کہ ان عورتوں کے سامنے جاؤ ۔ جب حضرت یوسفؑ ان عورتوں کے سامنے گئے تو وہ دیکھ کر ایسی مبہوت ہو گئیں کہ بجائے لیموں کاٹنے کے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ۔ تو عزیز مصر کی زوجہ نے کہا تم سب اسی پر میری ملامت کرتی تھیں دیکھو تمہارا کیا حال ہے الغرض وہ عورتیں اپنے اپنے گھر واپس گئیں ۔ اور ان میں سے ہر ایک نے حضرت یوسفؑ سے پوشیدہ طور پر ملاقات کی التجا کی مگر حضرت یوسفؑ نے ان سب سے انکار کر دیا اور آپ ان سبھوں کے کید و مکر میں نہیں آئے ۔ مگر جب حضرت یوسفؑ اور زوجہ مصر کا یہ قصہ مشہور ہوا تو بادشاہ کو خیال آیا کہ یوسف کو قید میں ڈال دیا جائے (تاکہ وہ یہ قصہ کسی سے بیان نہ کر سکیں) چنانچہ حضرت یوسف کو قید میں ڈال دیا گیا اور حضرت یوسفؑ کے ساتھ قید میں دو جوان اور بھی تھے جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے ۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ پھر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا سلسلہ کلام منقطع ہو گیا اور میں نے محمد بن عبداللہ بن محمد طیفور سے سنا وہ حضرت یوسفؑ کے اس قول **رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ** (حضرت یوسف نے کہا اے پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے) سورۂ یوسف ۔ آیت نمبر ۳۳ کے متعلق کہا کہ حضرت یوسف نے قید خانہ کے اختیار اور پسند کو خود اپنے نفس کی طرف منسوب کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان پر چھوڑ دی اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سارے اختیارات پیش کئے گئے مگر آپ نے اس سے انکار کیا بحیثیت مجبور و مضطر کے یہ دعا کی ۔ اے دلوں اور نگاہوں کے پلٹانے والے میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت و قائم رکھ اور ہر علت سے اور ہر برائی سے میری حفاظت کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ہر ظاہری و باطنی برائی سے محفوظ رکھا ۔

اور ان ہی میں سے حضرت یعقوبؑ کے اس قول **قال هل امنكم عليه الا كما امنتكم على اخيه من قبل فالله خير حفظاً** (حضرت یعقوب نے کہا میں اس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا سو خدا ہی بہتر نگہبان ہے) سورۂ یوسف ۔ آیت نمبر ۶۴ کے متعلق کہا کہ حضرت یعقوبؑ کا یہ قول ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بالکل مشابہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا ۔ اور یہی اس کے معنی ہیں اور چونکہ حضرت یوسف کو آپ نے ان کے بھائیوں کی حفاظت پر اعتماد کر کے ان کے سپرد کیا تھا اس لئے ان لوگوں نے فریب کیا تھا انہیں کنوئیں میں گرایا اور بالآخر فروخت کر دیا اور اپنے دوسرے بیٹے کو جب انہوں نے اس کے بھائیوں پر اعتماد نہیں کیا بلکہ خدا پر بھروسہ کیا اور کہا **فالله خير حفظاً** (خدا ہی بہتر نگہبان ہے) سورۂ یوسف ۔ آیت نمبر ۶۴ اور اللہ کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور حضرت یعقوبؑ سے حضرت یوسف کو ملا دیا اور ان کی ساری قوم نے مصیبت و قحط سالی سے نجات پائی اور ان کے لئے تمام اسباب زندگی فراہم کئے ۔

اور ان ہی سے میں نے حضرت یعقوبؑ کے اس قول **یا اسفا علی یوسف** کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت یعقوبؑ اگرچہ اس وقت ان کا دوسرا فرزند جدا ہو رہا تھا مگر انہوں نے حضرت یوسف کی جدائی پر اظہار تاسف کیا یعنی ایک مصیبت ابھی چل رہی تھی کہ دوسری مصیبت ان پر پڑی تو وہ بے قرار ہو گئے اور پہلی مصیبت یاد آ گئی اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کے مانند ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول **ولنذيقنهم من العذاب الادنى دون العذاب الاكبر** (اور ہم ضرور ان کو بڑے عذاب کے علاوہ چھوٹا عذاب چکھائیں گے) سورۂ سجدہ ۔ آیت نمبر ۲۱ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد ، دار دنیا میں احباء کا فراق ہے تاکہ وہ ان کی فراق مولا کی طرف رہنمائی کرے ۔ اسی طرح حضرت یعقوبؑ نے اپنے دوسرے فرزند کی جدائی کے خوف سے یوسف کی جدائی پر افسوس کا اظہار کیا اور یوسف کو یاد کیا ۔

باب (۴۲) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسفؑ کے متعلق یہ کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبید اللہ علوی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد علوی عمری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا اسماعیل بن ہمام نے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے قول خدا **قالوا ان يسرق فقد سرق اخ له من قبل فاسرها يوسف فى نفسه ولم يبدها لهم** (حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی حضرت یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا) سورۂ یوسف آیت نمبر ۷۷ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضرت اسحاق کی کمر کا ایک پٹکا تھا جو وراثت میں بڑے بڑے انبیاء کے پاس رہا تھا اور اس وقت وہ حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس تھا اور حضرت یوسفؑ انہی کے پاس رہتے تھے وہ ان سے بہت محبت کرتی تھیں ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کے والد نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ یوسف اس کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو ۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ ایک شب ان کو میرے پاس رہنے دیجئے تاکہ میں اس بچے کی خوشبو جی بھر کر سونگھ لوں کل صبح روانہ کر دوں گی ۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ پٹکا نکالا اور حضرت یوسف کی کمر میں باندھ دیا اور اوپر سے قمیض پہنا دی اس طرح ان کو روانہ کر دیا اس کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ ایک پٹکا چوری ہو گیا تھا وہ اس کی کمر میں پایا گیا اور اس زمانے کا یہ قانون تھا کہ جو شخص چوری کرے گا وہ اس شخص کے حوالے کر دیا جائے جس کی اس نے چوری کی ہے پھر وہ اس کا غلام بن جائے گا ۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبداللہ بن محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی وشاء نے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو ارشاد کرتے سنا آپ فرما رہے تھے کہ حکومت بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کی چوری کرے وہ خود چرا لیا جائے گا اور حضرت یوسفؑ بچپن ہی سے اپنی پھوپھی کے پاس رہا کرتے تھے وہ ان سے بہت محبت کرتی تھیں اور حضرت اسحاقؑ کا ایک کمر کا پٹکا تھا جو حضرت یعقوبؑ کبھی کبھی باندھا کرتے تھے جو حضرت اسحاق کی بیٹی کے پاس رہا کرتا تھا ۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کو ان کی پھوپھی کے پاس سے بلا لینے کے لئے آدمی بھیجا تو انہیں اس کا بہت دکھ ہوا اور کہلا بھیجا کہ آپ انہیں چھوڑ دیں میں خود انہیں بھیجدوں گی اور کچھ دن بعد انہیں بھیجا تو وہ پٹکا لیکر حضرت یوسف کی کمر میں کپڑوں کے نیچے باندھ دیا جب حضرت یوسف اپنے والد کے وہاں پہنچے تو ان کی پھوپھی بھی ان کے بعد پہنچیں اور کہا کہ وہ (بزرگوں کا پٹکا) چوری ہو گیا ہے ڈھونڈتے ڈھونڈتے حضرت یوسف کی کمر کو دیکھا تو وہ پٹکا اس میں بندھا ہوا تھا اسی بنا پر

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے جب کہ ناپ تول کے پیمانہ حضرت یوسفؑ کے بھائی کے سامان میں ملا تو کہا اگر اس نے چوری کی تو کوئی تعجب نہیں اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔ تو حضرت یوسفؑ نے کہا یہ بتاؤ جس کے سامان میں یہ پیمانہ نکلے اس کی سزا کیا ہے اور انہوں نے اپنے یہاں کے قانون کے مطابق کہا کہ جس کے سامان میں یہ نکلے تو اس کی سزا یہ ہے کہ آپ اس کو لے لیں وہی اس کی سزا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ اپنے بھائی یامین سے پہلے ان کے سامان میں پیمانہ ڈھونڈنا شروع کیا اور آخر میں اپنے بھائی کے سامان کو دیکھا اور اس میں سے پیمانہ نکلا اسی بنا پر ان لوگوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے یعنی پٹکے کی چوری کی طرف اشارہ تھا مگر حضرت یوسفؑ اس کو پی گئے اور ان لوگوں پر ظاہر نہیں کیا۔

باب (۴۳) وہ سبب جس کی بنا پر ایک پکارنے والے نے اس قافلہ کو پکارا جس میں برادران یوسف علیہ السلام تھے کہ اے قافلے والو تم لوگ چور ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے ابوبصیر سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا جس میں تقیہ نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں چنانچہ حضرت یوسفؑ پیغمبر نے یہ کہا کہ اے قافلے والو تم لوگ چور ہو حالانکہ ان لوگوں نے کوئی چوری نہیں کی تھی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی نصر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے اور انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابی بصیر سے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ دین الٰہی ہے میں نے عرض کیا دین الٰہی میں سے ہے؟ فرمایا ہاں ہاں دین الٰہی میں سے ہے خدا کی قسم چنانچہ حضرت یوسفؑ نے کہا اے قافلہ والو تم لوگ چور ہو حالانکہ ان لوگوں نے کوئی چیز چرائی نہیں تھی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے حضرت یوسفؑ کے قول: **ایتها العیر انکم لسارقون** (اے قافلے والو یقیناً تم لوگ چور ہو) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۷۰ کے متعلق فرمایا کہ نہ ان لوگوں نے چوری کی تھی اور نہ حضرت یوسفؑ نے جھوٹ کہا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سے انہوں نے صالح بن سعید سے انہوں نے اپنے اصحاب سے میں نے اس شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت یوسفؑ کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا **ایتها العیر انکم لسارقون** تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یوسف کو ان کے باپ سے چرایا تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں نے پوچھا کہ تم کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ تو کہا کہ ہم بادشاہ کے ناپ تول کا پیمانہ ڈھونڈ رہے ہیں یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کا پیمانہ چرایا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگوں نے حضرت یوسف کو ان کے باپ سے چرایا ہے۔

باب (۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا اے فرزندو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی نصر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے حضرت یعقوبؑ کے متعلق بتائیں کہ جب انہوں نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ اے فرزندو جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو ڈھونڈو تو کیا حضرت یعقوب کو علم تھا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں جبکہ ان کو جدا ہوئے بیس سال ہو چکے تھے اور غم میں ان کی آنکھیں سپید ہو گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کو علم تھا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں کیسے علم تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ نے سحر کے وقت یہ دعا کی کہ پروردگار ملک الموت کو میرے پاس بھیجدے تو ان کے پاس عزرائیل یعنی ملک الموت اترے اور عزرائیل نے پوچھا آپ کو مجھ سے کیا ضرورت ہے؟ حضرت یعقوبؑ نے کہا یہ بتاؤ روحیں جو قبض کر کے لیجاتے ہو ان سب کو اکٹھا کر کے لے جاتے ہو یا الگ الگ؟ عزرائیل نے کہا نہیں بلکہ الگ الگ، ایک ایک روح کر کے لے جاتا ہوں پوچھا تو یوسف کی روح تمہارے ساتھ گئی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس لئے ان کو علم ہو گیا کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے فرزندوں سے کہا کہ جاؤ یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

باب (۴۵) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی نصر سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ قمیض جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھی وہ ایک چاندی کے نلکے میں تھی جب پہنتے تھے تو بڑی ہو جاتی۔ غرض جب قافلہ وہاں سے چلا تو حضرت یعقوبؑ رملہ میں تھے اور حضرت یوسفؑ مصر میں اس کے باوجود جب قافلہ والے حضرت یوسف کی قمیض لے کر چلے تو حضرت یعقوبؑ نے کہا میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں کیونکہ وہ قمیض جنت کی تھی۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سراج سے انہوں نے بشر بن جعفر سے انہوں نے مفضل جعفی سے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مفضل کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت یوسف کی قمیض کی قمیض کون سی تھی؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ روشن کی گئی تو حضرت جبرئیلؑ جنت کی ایک قمیض لے کر آئے اور انہیں پہنا دی پھر انہیں ہوا یا سردی یا گرمی کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکی اور جب حضرت ابراہیم کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اس قمیض کو ایک تعویذ میں رکھ کر حضرت اسحاقؑ کے گلے میں لٹکا دیا۔ پھر حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کے گلے میں لٹکا دیا اور حضرت یعقوبؑ کے وہاں حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے وہ تعویذ حضرت یوسف علیہ

السلام کے بازو پر باندھ دیا اور تعویذ ان کے بازو پر تھا جبکہ یہ حادثات گزرے۔ الغرض جب (ان حادثات کے درمیان) تعویذ کے اندر سے وہ قمیض نکالی تو حضرت یعقوبؑ نے اس کو خوشبو محسوس کی اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ۔ **انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون** (حضرت یعقوب نے کہا کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۴ اور یہ وہی قمیض تھی جو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نازل کی تھی۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان اب وہ قمیض کس کے پاس ہے؟ فرمایا اپنے اہل کے پاس اور ہر نبی جس نے اپنے علم وغیرہ کا ترکہ چھوڑا وہ سب محمدؐ وآل محمدؐ کے پاس آگیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے مرازم کے بھائی حفص سے اور انہوں نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے قول خدا **ولما فصلت العیر** (اور جب قافلہ روانہ ہوا) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۴ اور حضرت یعقوبؑ کے قول **انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون** کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قافلہ مصر سے چلا تو حضرت یعقوبؑ نے حضرت ابراہیم کی قمیض کی خوشبو محسوس کی حالانکہ خود فلسطین میں تھے۔

باب (۴۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تم لوگوں پر آج کے وقت سے کوئی الزام نہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا میں اپنے رب سے تمہارے لئے طلب مغفرت کروں گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی بنی ہاشم کے غلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابراہیم خزاز نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل بن فضل ہاشمی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت جعفر ابن محمد علیہما السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ جب حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے ان سے کہا: **قالوا یاابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین** (بیٹوں نے کہا کہ ابا ہمارے لئے ہمارے گناہ کی مغفرت مانگیے بیشک ہم خطاکار تھے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۷ تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا **قال سوف استغفر لکم ربی** (انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۸ اس طرح آپ نے استغفار کو موخر کردیا اور حضرت یوسفؑ سے جب ان کے بھائیوں نے کہا **قالوا تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا الخطئین** (وہ بولے خدا کی قسم خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی اور بیشک ہم خطاکار تھے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۱ تو انہوں نے فرمایا **قال لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین** (حضرت یوسف نے کہا آج کے دن سے تم پر کچھ عتاب وملامت نہیں ہے خدا تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۲ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے جوان کا دل بوڑھے کے دل کی بہ نسبت زیادہ نرم ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ فرزندان یعقوب اصل میں یوسفؑ کے قصوروار تھے اور یعقوبؑ کے قصوروار اس لئے تھے کہ ان لوگوں نے یوسف کا قصور کیا تھا اس لئے حضرت یوسفؑ نے ان کی خطا کو معاف کرنے میں جلدی کی اور حضرت یعقوبؑ نے تاخیر اس لئے کہ یہ لوگ راست حضرت یعقوبؑ کے قصوروار نہ تھے بلکہ حضرت یوسفؑ کے قصوروار ہونے کی وجہ سے ان کے بھی قصوروار ٹھہرے تھے اس لئے انہوں نے استغفار کو شب جمعہ کی سحر تک کے لئے موخر کردیا۔

اور وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر یہ لوگ جب ان کے پاس گئے تو انہیں نہیں پہچان سکے؟ تو۔

اس کے متعلق میں نے محمد بن عبد اللہ بن محمد طیفور سے سنا آپ نے قول خدا **وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفھم وھم لہ منکرون** (اور حضرت یوسف کے بھائی کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کے لئے آئے تو یوسف کے پاس گئے تو حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا مگر وہ ان کو نہ پہچان سکے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۵۸ کے متعلق کہا کہ اس لئے کہ ان لوگوں نے حضرت یوسف کی حرمت ترک کردی تھی اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ترک حرمت پر بھی آدمی کو امتحان میں ڈالدیتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کی حرمت ترک کی تو ان کے فرزندوں نے حضرت یوسف کو ان کی نگاہوں سے غائب کردیا پس اس طرح ترک حرمت کی وجہ سے یوسف کو ان کی آنکھوں سے اوجھل کردیا مگر دل سے بیس سال تک اوجھل نہیں کیا اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کی حرمت دل سے ترک کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو امتحان میں ڈالدیا ان لوگوں نے ان کو دیکھا مگر ان کو پہچان نہ سکے مگر حضرت یوسف کی اپنی ماں سے دوسرے بھائی کو ان سے کوئی حسد نہ تھا جیسا کہ اور بھائیوں کا تھا اس لئے جب وہ پہنچا تو حضرت یوسفؑ نے اس سے کہا میں تمہارا بھائی ہوں یقین کرو اور ترک حرمت سے یہی حال بندوں کا ہوتا ہے۔

باب (۴۷) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صلب سے کوئی نبی نہیں ہوا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے متعدد لوگوں سے روایت کی اور ان لوگوں نے مرفوع روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ سے حضرت یعقوبؑ ملاقات کے لئے چلے تو سواری سے اتر کر پیدل چلے اور حضرت یوسفؑ پیدل چل کر ان کے استقبال کو نہیں بڑھے اور ابھی یہ دونوں گلے ہی مل رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے یوسفؑ ایک صدیق نبی تو پیدل چل کر تمہارے پاس آیا مگر تم اس کے استقبال کے لئے پیدل نہیں ہوئے۔ اچھا اب اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ انہوں نے ہاتھ پھیلایا تو ان کی ہتھیلی سے ایک نور خارج ہوگیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ تو جبرئیلؑ نے کہا یہ اس بات کی علامت ہے کہ اب تمہاری نسل میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا یہ تمہاری سزا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے حسین ابن الحسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا جب حضرت یعقوبؑ مصر پہنچے تو ان کے لئے استقبال کو حضرت یوسفؑ شہر سے باہر نکلے اور جب ان کی نظر حضرت یعقوبؑ پر پڑی تو چاہا کہ سواری سے اتر پڑیں اور پاپیادہ ہو جائیں مگر فوراً انہیں اپنے شاہی وقار کا خیال آیا تو انہوں نے ایسا نہیں کیا اور سواری پر ہی بیٹھے بیٹھے حضرت یعقوب کو سلام کیا اور جب سلام کر چکے تو حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے یوسف اللہ تعالیٰ تم سے پوچھتا ہے کہ تمہیں کیا امر مانع ہوا جو کہ میرے ایک عبد صالح کی تعظیم کے لئے سواری سے نہیں اترے صرف یہی بات تو تھی کہ تمہیں اپنے شاہی وقار کا خیال آیا۔ اچھا اب اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ حضرت یوسفؑ نے ہاتھ پھیلایا تو ان کی انگلیوں کے درمیان سے ایک نور نکل کر غائب ہوگیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا سنو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اب تمہاری نسل میں تا ابد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت یعقوب کی تعظیم کے لئے جو تم سواری سے نہیں اترے یہ اس بات کی سزا ہے۔

باب (۴۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبد اللہ بن

مغیرہ سے اور انہوں نے ایک بیان کرنے والے سے اور اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے (جب وہ مصر کے بادشاہ ہوگئے تو) ملاقات کی اجازت چاہی دربانوں نے کہا کہ تمہاری وجہ سے جو اذیتیں ان کو پہنچی ہیں اس کی بنا پر ہم تم کو ان کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ زلیخا نے کہا میں اس سے نہیں ڈرتی جو اللہ سے ڈرتا ہے الغرض جب وہ حضرت یوسفؑ کے سامنے پہنچی تو آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے میں تمہارا رنگ بدلا ہوا کیوں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا اس خدا کی حمد جو بادشاہوں کو ان کی معصیت کی بنا پر غلام بنا دیتا ہے اور غلاموں کو ان کی اطاعت کی بنا پر بادشاہ بنا دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ یہاں تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اے یوسف تمہارے چہرے کا حسن مجھے کھینچ لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کاش تم اس نبی کو دیکھتیں جس کا نام محمدؐ ہے جو آخری زمانہ میں آئے گا وہ مجھ سے زیادہ حسین مجھ سے زیادہ خوش خلق مجھ سے زیادہ سخی ہوگا۔ انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو حضرت یوسفؑ نے کہا تمہیں کیسے معلوم کہ میں سچ کہتا ہوں؟ زلیخا نے کہا اس لئے کہ تم نے جونہی ان کا نام لیا ان کی محبت میرے دل میں پیدا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے پاس وحی بھیجی کہ زلیخا سچ کہتی ہے اور چونکہ یہ محمدؐ سے محبت کرتی ہے اس لئے میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو حکم دیا کہ زلیخا سے نکاح کر لو۔

باب (۴۹) وہ سبب جس کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کا نام موسیٰ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن زکریا مدینۃ السلام میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن خیلان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے والد نے اور انہوں نے روایت کی عتاب بن اسید سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جس نے مقاتل بن سلیمان کو کہتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر جس وقت ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھے تین سو ساٹھ برکتوں سے نوازا۔ فرعون نے ان کو پانی اور درخت کے درمیان سے نکالا جب کہ وہ ایک صندوق میں تھے اس لئے ان کا نام موسیٰ پڑ گیا اس لئے کہ قبطی زبان میں پانی کو مو کہتے ہیں اور درخت کو سیٰ کہتے ہیں اس طرح ان کا نام موسیٰ ہو گیا۔

باب (۵۰) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے گفتگو کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ کر موسیٰؑ ہی کو کیوں منتخب کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے علی بن یقطین سے انہوں نے ایک شخص سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی موسیٰ پر کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے گفتگو کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ کر تمہیں کیوں منتخب کیا؟ موسیٰؑ نے کہا میرے پروردگار مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے سارے بندوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا ان میں سے میں نے کسی ایک کو بھی نا پایا جو تم سے زیادہ اپنے نفس کو میرے لئے ذلیل کرتا ہو اے موسیٰ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے دونوں رخسار زمین پر رکھ دیتے ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ پر چالیس روز تک وحی کا آنا بند ہو گیا تو حضرت موسیٰؑ شام کے ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جس کا نام ریحا ہے اور عرض کی پروردگار تو نے مجھ پر اپنی وحی بھیجنی اور کلام کرنا بنی اسرائیل کے گناہوں کی وجہ سے بند کر دیا ہے لیکن تو تو ہمیشہ ہی سے معاف کرتا

رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے موسیٰ بن عمران تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی وحی اور اپنے کلام کے لئے ساری مخلوق کو چھوڑ کر تمہیں کیوں منتخب کیا؟ تو موسیٰؑ نے کہا پروردگار مجھے نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے موسیٰ میں نے ساری مخلوق پر ایک گہری نگاہ ڈالی تو مجھے تم سے زیادہ میرے لئے تواضع کرنے والا کوئی نہ ملا اسی لئے میں نے اپنے کلام اور وحی کے لئے تم کو منتخب کیا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ اور موسیٰ جب نماز پڑھتے تو اپنا دایاں رخسار اور اپنا بایاں رخسار زمین سے ملائے بغیر نہیں ہٹتے تھے۔

باب (۵۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا خادم بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حفص عمر بن یوسف بن سلیمان بن ریان سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے قاسم بن ابراہیم رقی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن مہدی رقی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے عبدالرزاق نے روایت کرتے ہوئے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حضرت شعیبؑ اللہ کی محبت میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کی روشنی پھر پلٹا دی پھر روئے اور اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی پھر پلٹا دی تو پھر روئے اتنا روئے کہ پھر اندھے ہوگئے اللہ نے ان کی بصارت پھر پلٹا دی اب چوتھی بار جب رونا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے شعیب تم کب تک یونہی روتے رہو گے اگر یہ رونا جہنم کے خوف سے ہے تو میں نے تمہیں اس سے رہائی دی اور اگر جنت کی خواہش ہے تو میں نے تمہیں جنت دی۔ حضرت شعیبؑ نے کہا اے میرے اللہ اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ میں تیری جہنم کے خوف سے یا تیری جنت کے شوق سے نہیں روتا بلکہ تیری محبت نے میرے دل کو اس طرح گرفتار کیا ہے کہ جب تک تجھ کو دیکھ نہ لوں صبر نہ آئے گا اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اگر ایسا ہے تو میں اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہاری خدمت کے لئے بھیج رہا ہوں۔

مصنف کتاب ہذا میں فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ یونہی روتا رہوں گا جب تک میں تجھے دیکھ نہ لوں کہ تو نے مجھے اپنا حبیب بنانا قبول کر لیا۔ واللہ اعلم۔

باب (۵۲) وہ سبب جس کی بنا پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا حالانکہ اس نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دیں موسیٰ کو قتل کر دوں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے انہوں نے کہا روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے اسماعیل بن منصور ابی زیاد سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن کی اس آیت کے متعلق کہ فرعون نے کہا **ذورنی اقتل موسیٰ** (تم لوگ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں گا) سورۃ مومن۔ آیت نمبر ۲۶ تو سوال یہ ہے کہ اس کو موسیٰ کے قتل سے کس نے روکا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو خود حلالی ہونے نے روکا اس لئے کہ انبیاء یا اولاد انبیاء کو وہی قتل کرتا ہے جو ولد الزنا اور حرامی ہوتا ہے۔

باب (۵۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن احمد اسواری سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مکی ابن احمد بن سعدیہ برذعی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھے نوح بن حسن ابو محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن سوید رملی نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن حارث سے انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے عبد اللہ بن عمرو سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ عہد فرعون میں دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا تو اس کی رعایا اس کے پاس آئی اور کہا اے بادشاہ آپ دریائے نیل کو جاری کر دیں۔ اس نے کہا میں تم لوگوں سے خوش و راضی نہیں ہوں وہ بیچارے واپس گئے۔ پھر آئے اور کہا اے بادشاہ ہمارے جانور مر رہے ہیں ہم لوگ ہلاک ہو جائیں گے اگر آپ نے دریائے نیل کو جاری نہ کیا تو ہم لوگ آپ کو چھوڑ کر دوسرا خدا اختیار کر لیں گے یہ سنکر اس نے لوگوں سے کہا اچھا تم لوگ پہاڑ کے بالائی حصہ پر پہنچ جاؤ۔ وہ لوگ چلے گئے اور وہ خود ایک سب سے تنہائی کے گوشہ میں گیا تاکہ لوگ اس کی آواز نہ سن سکیں اور نہ اسے دیکھ سکیں۔ اور اپنا چہرے زمین پر رکھدیا اور انگشت شہادت سے اوپر اشارہ کر کے بولا پروردگار میں تیری بارگاہ میں اس طرح آیا ہوں جس طرح ایک عبد ذلیل اپنے مالک کے پاس آتا ہے اور میں یہ جانتا ہوں اور تو بھی جانتا ہے کہ اس دریا کا جاری کرنا سوائے تیرے اور کسی کی قدرت میں نہیں ہے لہذا اسے جاری کر دے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر دریائے نیل میں اتنا پانی بہنے لگا کہ اتنا کبھی نہیں بہا تھا۔ پھر وہ لوگوں کے پاس آیا اور بولا دیکھو میں نے تم لوگوں کے لئے نیل کو جاری کر دیا اور لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ اس کے سامنے پہنچے اور بولے اے بادشاہ مجھے ایک بندے نے تنگ کیا ہوا ہے۔ فرعون نے کہا معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے ایک بندے کو دوسرے بندوں پر حاکم بنایا اور اپنے خزانے کی کنجیاں اس کے حوالے کر دیں مگر پھر بھی وہ میرا دشمن بنا ہوا ہے میرے دشمنوں کا دوست ہے اور میرے دوستوں کا دشمن ہے۔ فرعون نے کہا یہ تیرا بندہ تو بہت ہی برا ہے اگر وہ مجھے ملے تو میں اسے بحر قلزم میں غرق کر دوں۔ جبرئیلؑ نے کہا اے بادشاہ یہی بات آپ مجھے لکھ کر دیدیں۔ اس پر اس نے کاغذ، قلم دوات منگوائی اور لکھا کہ اس بندے کی جو اپنے مالک کا مخالف ہو اس کے دشمنوں کو دوست رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی رکھے اس کی سزا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسے بحر قلزم میں غرق کر دیا جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے بادشاہ آپ اس پر اپنی مہر لگا دیں اور اس نے اپنی مہر لگا دی اور ان کے حوالے کر دیا۔ اب جب اس کے غرق ہونے کا دن آیا تو جبرئیلؑ وہ تحریر لیکر اس کے پاس آئے اور کہا یہ لو تحریر اور دیکھو تم نے اپنی ذات کو جس کا مستحق سمجھا ہے اور اپنے متعلق تم نے خود فیصلہ کر دیا وہ تمہاری اس تحریر میں موجود ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے عبد الواحد محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد ہمدانی نے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا حالانکہ وہ ایمان بھی لا چکا تھا اور اس کی توحید کا اقرار بھی کر چکا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ عذاب کو سامنے دیکھ کر ایمان لایا یہ اس کی بارگاہ میں ناقابل قبول ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ سلف و خلف (گذشتہ و آئندہ) سب کے لئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فلما راو باسنا قالوا امنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين فلم يك ينفعهم ايمانهم لما راوا باسنا** (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا کہنے لگے ہم واحد اللہ پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان چیزوں سے جن سے ہم شرک کرنے والے ہوا کرتے تھے انکار کر دیا) سورۃ مومن۔ آیت نمبر ۸۵-۸۴ مگر ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہو گا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے **يوم ياتي بعض ايت ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت في ايمانهم خيرا** (جس روز تمہارے پروردگار کی نشانیاں آجائیں

گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہو گا) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۵۸ اور یہی حال فرعون کا تھا جب وہ ڈوبنے لگا تو بولا **(امنت انه لا اله الا الذي امنت به بنوا اسراءيل وانا من المسلمين)** (تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۹۰ اس سے کہا گیا کہ **فاليوم ننجيك ببدنك لتكون لمن خلفك** (آج کے دن ہم تیرے بدن کو دریا سے نکال لیں گے تاکہ بعد کی نسلوں کے لئے عبرت ہو) سورہ یونس۔ آیت نمبر ۹۲ الفرض اس وقت فرعون سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اور آہنی اسلحہ پہنے ہوئے تھا جب اللہ نے اس کو غرق کیا تو اس کی لاش کو زمین کی ایک بلند سطح پر ڈال دیا تاکہ اس کے بعد آنے والوں کے لئے عبرت بنے اور لوگ دیکھیں کہ باوجود لوہے کے وزن کے وہ زمین مرتفع پر کیسے پہنچ گیا حالانکہ لوہے کے وزن کی وجہ سے اس کو زمین کی تہہ میں جانا چاہیئے تھا بلند نہ ہو جانا چاہیئے تھا تو یہ نشانی اور علامت ہے اور شاید اس کے اللہ کے غرق کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جس وقت وہ غرق ہونے لگا تو اس نے موسیٰؑ سے فریاد کی اور انہیں پکارا اللہ سے فریاد نہیں کی اور نہ ہی اس کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم نے فرعون کی فریاد رسی نہیں کی کہ اگر وہ مجھے پکارتا تو میں اس کی فریاد رسی کو پہنچتا۔

باب (۵۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت خضر کو خضر کہا جانے لگا اور وہ تمام اسباب جس کی بنا پر کشتی میں سوراخ اور ایک بچے کو قتل کرنے اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے پر موسیٰ علیہ السلام ناراض ہو گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی السکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر ایک نبی مرسل تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور انہوں نے ان لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کے انبیاء و رسل اور اس کی کتابوں کے اقرار کی دعوت دی اور ان کا معجزہ یہ تھا کہ جب بھی وہ خشک لکڑی پر یا سفید و شفاف زمین پر بیٹھ جاتے تو وہ سرسبز اور سبزہ زار بن جاتی اور اسی لئے ان کو خضر کہا جانے لگا ورنہ ان کا نام بالیا بن ملکان بن عابر بن ارفخشد ابن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔ اور جب اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا اور ان پر کتاب توریت نازل فرمائی اور ان کے لئے الواح پر ہر شے کی تفصیل اور ہر طرح کا موعظہ لکھ دیا اور انہیں ید بیضا و عصا و طوفان و ٹڈی، گھن و مینڈک و خون اور دریا میں شگاف اور فرعون کا مع لشکر کے غرق ہونا یہ سب معجزے سنے تو ان کے دل میں آیا میں نے تو نہیں دیکھا کہ کوئی مخلوق مجھ سے زیادہ صاحب علم اللہ نے پیدا کی ہو۔ پس اللہ نے فوراً حضرت جبرئیل کو وحی کی کہ اے جبرئیل میرے بندے موسیٰ کے پاس پہنچ قبل اس کے کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے اور کہو کہ دو دریاؤں کے سنگم پر ایک مرد عابد ہے اس کے پاس جاؤ اور اس سے تعلیم حاصل کرو۔ پس حضرت جبرئیلؑ فوراً حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور انہیں اللہ کا حکم سنایا تو حضرت موسیٰؑ نے سمجھ لیا کہ میرے دل میں جو بات آئی تھی اسی کی بنا پر یہ حکم ملا ہے چنانچہ وہ اور ان کے ایک خادم یوشع بن نون روانہ ہوئے دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ **فوجدا عبدا من عبادنا اتينه رحمة من عندنا وعلمنه من لدنا علما** (وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو دیکھا جس کو ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور خاص علم عطا کیا تھا) سورۃ کہف۔ آیت نمبر ۶۵ حضرت موسیٰؑ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تاکہ آپ مجھے اس علم کی تعلیم دیں جو علم آپ کو اللہ نے دیا ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا مگر تم میرے ساتھ رہ کر صبر

نہیں کرسکتے اس لئے کہ جو علم مجھے ملا ہے اس کو تم برداشت نہیں کرسکتے اور جو علم تمہیں ملا ہے اسے میں برداشت نہیں کرسکتا۔ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں میں آپ کے ساتھ رہ کر صبر کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے کہا بات یہ ہے کہ علم الٰہی اور امرالٰہی میں قیاس کو کوئی دخل نہیں اور بھلا تم اس پر کیسے صبر کرسکتے ہو جس کی تم کو خبر ہی نہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا اچھا اگر تم میرے ساتھ چلتے ہو تو پھر مجھ سے کسی معاملہ کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود تم کو نہ بتاؤں۔ حضرت موسیٰ نے کہا یہ میرا وعدہ ہے۔ اب دونوں چلے اور ایک کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت خضر نے اس میں سوراخ کرنا شروع کردیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا ارے یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا اس میں سوراخ کرکے سارے اہل کشتی کو غرق کردیں گے یہ تو عجیب بات ہے۔ حضرت خضرؑ نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا میں بھول گیا تھا اور آپ کے حکم کو فراموش کرگیا تھا آپ اس پر مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملے میں اتنی سختی نہ کریں۔ پھر دونوں چلے آگے بڑھے تو ان دونوں کو ایک لڑکا ملا حضرت خضرؑ نے اس کو قتل کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ کو غصہ آیا اور بگڑ کر کہا آپ نے ایک بے گناہ شخص کی جان لے لی اور وہ بھی کسی جان کے بدلے نہیں۔ یہ تو آپ نے بری بات کی۔ حضرت خضرؑ نے کہا دیکھو عقلیں امرالٰہی پر حکومت نہیں کرتیں بلکہ امرالٰہی عقلوں پر حکومت کرتا ہے لہٰذا جو کچھ مجھے کرتے دیکھو اس پر صبر کرو۔ میں تو جانتا ہی تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اچھا اب اس کے بعد میں آپ کو کسی بات پر ٹوکوں تو آپ پھر مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے میرے نزدیک آپ کو عذر پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ پھر دونوں چلے اور گاؤں میں پہنچے جس کا نام ناصرہ تھا اور انصاری اس کی طرف منسوب ہیں۔ وہاں گاؤں والوں سے کھانے کی درخواست کی انہوں نے مہمانداری سے انکار کردیا وہاں ایک دیوار کو دیکھا کہ گرا چاہتی ہے۔ حضرت خضرؑ نے اس پر ہاتھ رکھا اور اسے سیدھا کھڑا کردیا تو حضرت موسیٰؑ فوراً بولے اگر آپ چاہتے تو اس کام کا کوئی معاوضہ بھی لے سکتے تھے۔ حضرت خضرؑ نے کہا بس اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہوگئی۔ مگر جو کچھ میں نے کیا ہے اس کا راز تمہیں بتادوں جس پر تم صبر نہ کرسکے۔ وہ کشتی جس کے اندر میں نے سوراخ کیا چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں ملاحی کرتے تھے میں نے اس کشتی کو عیب دار اس لئے کردیا تھا کہ وہاں کا بادشاہ ٹھیک ٹھاک اور بے عیب کشتی کو چھین لیا کرتا تھا تو میں نے اس میں عیب پیدا کرکے یہ چاہا کہ ان بیچاروں کی کشتی باقی رہ جائے چھینی نہ جائے (حضرت خضر نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کیا۔ شاید اس لئے کہ اس میں تخریب و تعییب یعنی عیب دار بنانے کا ذکر ہے حالانکہ اس کا حکم اللہ نے دیا تھا ان مسکینوں کی بھلائی کے لئے) اس کے بعد کہا اس لڑکے کا قتل تو بات یہ ہے کہ اس لڑکے کے والدین مومن ہیں اور وہ کافر بن رہا ہے اور اللہ جانتا تھا کہ اگر یہ باقی رہا تو اپنے والدین کو بھی کافر بنالے گا اس لئے ہمیں اللہ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کردو اور مقصد یہ تھا کہ اس کے والدین بیچارے آخرت میں اپنی مکرم و معزز جگہ پر پہنچ جائیں۔ مگر اس پر حضرت خضرؑ نے جمع متکلم کی ضمیر استعمال کی "فخشینا" ہم لوگ ڈرے فاردنا" پس ہم لوگوں نے ارادہ کیا یعنی اس کام میں اللہ کو اپنا شریک بنالیا حالانکہ اللہ نہیں ڈرتا اس لئے کہ اس کی قدرت سے کوئی شے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس کے ارادہ میں کوئی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ہاں حضرت خضر ضرور ڈرے کہ حکم الٰہی کی بجاآوری میں ہمارے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن جائے اور میں حکم کی بجاآوری کے ثواب سے محروم رہوں۔ پھر فرمایا کہ وہ دیوار تو وہ شہر کے اندر دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا ان کے والدین صالح اور نیکوکار تھے مگر وہ خزانہ سونے اور چاندی کا نہ تھا بلکہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر یہ تحریر کندہ تھی۔

"اس شخص پر تعجب ہے جس کو موت کا یقین ہے کہ وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جس کی قضا و قدر الٰہی کا یقین ہے وہ محزون و مغموم ہوتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو کو قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا یقین ہے وہ کیسے کسی پر ظلم کرتا ہے اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا اور اس کے انقلابات کو اور اہل دنیا کے حالات کی تبدیلیوں کو دیکھتا ہے وہ کیسے اس دنیا سے مطمئن ہے"

اور ان کے والدین صالح تھے اور ان کے درمیان اور صالح باپ کے درمیان ستر (۷۰) پشتیں گزر چکی تھیں مگر ان کے صالح ہونے کی بنا پر ان کے خزانہ کی حفاظت کی۔ پھر فرمایا اللہ نے ارادہ کیا یہ دونوں یتیم بڑے ہو جائیں تو وہ اپنے خزانے کو نکالیں۔ آخری قصہ میں حضرت خضرؑ نے

اپنے کو ہٹایا اور سارے ارادوں کو اللہ کی طرف سے منسوب کردیا کیونکہ اب کوئی چیز ایسی باقی نہ رہ گئی تھی جسے انہوں نے نہ کہا ہو اور جسے بعد میں بتایا جائے تاکہ حضرت موسیٰ اسے سن لیں اور سمجھ لیں اپنا انا اور اپنے ارادے کو چھوڑ دیں اور اللہ کے عبد خالص بن جائیں۔ آپ نے پہلے قصہ میں کہا تھا کہ میں نے (کشتی میں سوراخ) کیا دوسرے میں اللہ کو اس کام میں شریک کیا (ہم لوگ ڈرے، ہم لوگوں نے ارادہ کیا) اور آخر میں کہا کہ یہ تمہارے رب کی مہربانی ہے میں نے اپنے حکم سے کوئی کام نہیں کیا۔ اور یہ تھا اس کا مقصد جس پر تم صبر نہ کرسکے۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے امور قیاسات پر محمول نہیں کئے جاسکتے اور جس نے امرالٰہی کو قیاس پر محمول کیا وہ خود ہلاک ہوا اور اس نے دوسروں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ پہلی معصیت اور گناہ ابلیس لعین کی انانیت کی وجہ سے ظہور میں آئی جس وقت اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ کو آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم دیا تو تمام ملائیکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ جب میں نے تجھے حکم سجدہ دیا تو تجھے سجدہ سے کیا امر مانع ہوا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں ان سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے پیدا کیا۔ چنانچہ اس کا کہنا کہ میں اس سے بہتر ہوں پہلا کفر تھا۔ اس کے بعد اس کا قیاس کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے۔ اس کہنے پر اللہ نے اسے اپنے دربار سے نکالا۔ اس پر لعنت کی اور اس کا نام رجیم رکھا اور میں اللہ کے عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کوئی شخص اپنے دین میں قیاس کرے گا وہ اللہ کے دشمن ابلیس کے ساتھ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کمال عقل و فضل اور عنداللہ بلند مرتبہ کے باوجود حضرت خضرؑ کے افعال کا مطلب استنباط و استدلال سے نہ نکال سکے اور اشتباہ میں پڑے رہے اور جو کچھ حضرت خضر کر رہے تھے اس کو دیکھکر ناراض بھی ہو رہے تھے۔ اور جب اس کا مطلب ان کو بتایا گیا تو مان گئے اور اگر اس کا مطلب ان کو نہ بتایا جاتا تو عمر ان کی سمجھ میں نہ آتا۔ پھر جب انبیاءؑ کے لئے قیاس اور خود سے مطلب نکالنا اور اپنی طرف سے استنباط جائز نہیں تو یہ غیر امتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے۔

(۲) اور میں نے ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن طیفور دامغانی واعظ کو فرغانہ میں کہتے ہوئے سنا کہ حضرت خضرؑ کا کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کو قتل کرنا اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کھڑا کرنا ان سب سے موسیٰ کے لئے تعریضیں اور اشارے ہیں ان احسانات کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کئے تھے چنانچہ کشتی میں سوراخ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دیکھو میں نے دریا میں تمہاری حفاظت کی جبکہ تمہاری ماں نے تم کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالدیا جبکہ ابھی تو بچے تھے کمزور تھے تم میں کوئی طاقت نہ تھی تو جس نے صندوق کے اندر دریا میں تمہاری حفاظت کی وہی کشتی میں سوراخ کرکے ان لوگوں کی حفاظت کر رہا ہے اور بچے کے قتل سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک آدمی کو اللہ کی رضا کے لئے قتل کیا تھا مگر وہ لوگ جو یہ جانتے نہ تھے کہ موسیٰؑ نبی ہیں ان کے نزدیک عظیم گناہ تھا تو قتل غلام سے اس احسان کو یاد دلانا تھا کہ میں نے تمہیں ان لوگوں کی سازشوں سے بچالیا جو تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے اور دیوار کو سیدھا کرنا بغیر کسی اجرت اور معاوضے کے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ نے ان پر فضل و احسان کیا جب حضرت شعیب کی دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ان کے پاس آئی جب انہوں نے دونوں کو پانی کھینچ کر دیا حالانکہ اس وقت وہ بھوکے تھے مگر انہوں نے کوئی اجر اور معاوضہ نہ چاہا حالانکہ انہیں کھانے کا احتیاج تھی تو اللہ نے انہیں وہ بات یاد دلائی تاکہ وہ خوش و مسرور رہیں اور پھر حضرت خضرؑ کا یہ کہنا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے تو دراصل یہ فیصلہ حضرت موسیٰؑ ہی نے کر دیا تھا یہ کہہ کر (فلاتصاحبنی) پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رہنے دیں۔ تو اس مفارقت اور جدائی کا فیصلہ دراصل حضرت موسیٰؑ نے خود کردیا تھا اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی پروردگار کی میقات کے لئے منتخب کئے مگر کلام خدا سننے کے بعد بھی ان کو صبر نہ آیا اور حد سے آگے بڑھے اور کہا کہ ہم تو آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک کہ ہم لوگ اللہ کو صاف صاف ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں چنانچہ ان پر برق گری اور وہ مرگئے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو منتخب کئے ہوئے ہوتا تو انہیں اس تجاوز حد سے بچاتا اور ان لوگوں کو منتخب ہی نہ کرتا۔ جن کے متعلق اسے علم ہوتا کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر جائیں گے۔ غور کی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ باوجود اپنے فضل و مرتبہ و مقام کے جب ان کا انتخاب درست نہ ہوا تو پھر امت اپنی

رائے سے اپنے لئے کوئی امام منتخب کرے یہ کیسے درست ہوگا اور امت کا اپنی عقول ناقصہ، اختلاف رائے، کمزور عزائم، اور متفرق ارادوں کے ساتھ احکام شرعیہ کا استنباط کیسے درست ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ ان لوگوں کے انتخاب کو تسلیم کرے۔

اور امیرالمومنین علیہ السلام کے کام بھی حضرت خضرؑ کے کاموں کے بالکل مشابہہ ہیں وہ سراسر درست اور پر از حکمت ہیں اگرچہ جاہل لوگ نہ سمجھ سکیں کہ آپ کے ان کاموں میں کیا حکمت تھی اور وہ کیوں درست تھے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حسین بن علی سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے عبایہ اسدی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابن عباس زم زم کے کنارے بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ جب اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو ان کے پاس ایک شخص آیا انہیں سلام کیا اور کہا اے عبداللہ میں شام کا رہنے والا ہوں انہوں نے کہا تم ہر ظالم کے مددگار ہو بس صرف وہ لوگ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا۔ اچھا جو چاہو پوچھو اس نے کہا اے عبداللہ ابن عباس میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے دریافت کروں کہ ان لوگوں کے متعلق جن کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا اسلئے کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے اور نہ ان لوگوں نے نہ کبھی نماز سے انکار کیا نہ حج سے انکار کیا نہ ماہ رمضان کے روزوں سے انکار کیا اور نہ زکوۃ سے انکار کیا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا تیری ماں تیری ماں ماتم میں بیٹھے ایسی بات پوچھ جو تیرے فائدہ میں ہے ایسی بات نہ پوچھ جو تیرے فائدہ میں نہ ہو۔ اس نے کہا میں حمص سے چل کر یہاں نہ حج کے لئے آیا اور نہ عمرہ کے لئے بلکہ میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ حضرت علی ابن ابی طالب کے اقدامات اور افعال کی میرے لئے وضاحت کر دیں۔ آپ نے کہا تجھ پر وائے ہو سن عالم کا علم اتنا صعب و سخت ہوتا ہے کہ رعد ابو اول نہ اس کو اٹھا سکتا ہے نہ اس کے قریب جا سکتا ہے مگر میں تجھ کو بتاتا ہوں حضرت علی ابن ابی طالب کی مثال اس امت میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ جیسی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے **قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسلتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین وکتبنا له فی الالواح من کل شئی موعظته وتفصیلا لکل شئی** (اللہ نے کہا اے موسیٰ میں تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ رکھو اور میرا شکر بجالاؤ اور ہم نے توریت کی تختیوں میں ان کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۱۴۴ تو حضرت موسیٰ کو دیکھ رہے تھے کہ ہر شے کا علم ان کے پاس ہے جیسے تم لوگ اور تمہارے علماء سمجھتے ہیں کہ ہر شے کا علم ہمارے پاس ہے مگر جب حضرت موسیٰؑ ساحل سمندر پر پہنچے اور ان کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی اور گفتگو کی تاکہ ان کے علم تک پہنچیں انہوں نے کوئی حسد نہیں کیا کہ تم لوگ علی ابن ابی طالب سے حسد کرتے ہو اور ان کے فضل و شرف سے انکار کرتے ہو تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تاکہ آپ کو جو علم دیا گیا ہے اس کی تعلیم مجھے بھی دے دیں۔ مگر حضرت خضرؑ صاحب علم اللدنی کو معلوم تھا کہ ان میں میرے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں اور نہ وہ میرے علم کو برداشت کر سکیں گے اس لئے کہہ دیا کہ تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اور اس علم کو کیسے برداشت کر سکتا ہے وہ شخص جس کو کچھ خبر ہی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کی سرتابی نہ کروں گا۔ مگر حضرت خضرؑ کو معلوم تھا کہ یہ میرے علم پر صبر نہ کر سکیں گے اس لئے کہا اچھا اگر تم ہمارے ساتھ چلتے ہو تو چلو جو کچھ میں کروں یہ نہ پوچھنا کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں جب تک کہ میں خود نہ بتادوں ابن عباس کہتے ہیں کہ دونوں چلے اور ایک کشتی پر سوار ہوگئے۔ حضرت خضرؑ نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا اور یہ سوراخ انہوں نے اللہ کی مرضی سے کیا مگر حضرت موسیٰؑ اس پر ناراض ہوئے۔ ایک بچے سے ملے اور اسے قتل کر دیا اور یہ قتل بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے ہوا مگر حضرت موسیٰؑ اس پر ناراض ہوئے اور گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دیا اور اس میں بھی اللہ کی رضا تھی اور حضرت موسیٰؑ ناراض ہوئے۔ اس طرح علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بھی ان ہی لوگوں کو قتل کیا جن کو قتل کرنے میں اللہ کی رضا تھی اور لوگوں میں سے جو جاہل ہیں وہ ان سے ناراض ہیں۔

اچھا بیٹھو میں تجھے ایک بات اور سناؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو ولیمہ کیا اور آپ نے اس ولیمہ کے لئے حیس (کھجور و گھی ستو سے) تیار کرایا اور دس دس آدمی کھانے کے لئے بلائے جاتے مگر جب کھانا کھا لیتے تو آنحضرت کی باتیں سننے اور آپؐ کے چہرے کی زیارت کے لئے وہیں بیٹھ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے کہ (نان چو خوردی خانہ برو) جب لوگ کھانا کھا چکیں تو اپنے گھر جائیں اور گھر میں تخلیہ ہو وہ کہنا نہیں چاہتے تھے کہ اس سے مومنین کو اذیت ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **یاایها الذین امنو لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلو افاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم والله لایستحی من الحق** (اے ایمان لاچکنے والو تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ نہ دیکھنے والے ہو اس کے برتنوں کو (یا کھانے کے وقت کا انتظار کرنے والے نہ ہوں) لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں جی نہ لگا کر بیٹھے رہو۔ یقیناً یہ بات نبی کو ایذا دیا کرتی ہے پس وہ تم سے شرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۵۳ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ لوگ جو کھانا کھا چکے تھے وہ فوراً چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات دن اور سات رات زینب بنت جحش کے پاس رہے اس کے بعد ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ کے پاس چلے گئے اور وہ شب اور اس کی صبح رسول اللہ کی طرف سے ان کے حصے کی تھی۔

ان کا بیان ہے کہ جب دن چڑھا تو حضرت علیؑ ان کے دروازے پر پہنچے اور آہستہ آہستہ دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے کھٹکھٹانے کی آواز پہچان گئے مگر ام سلمہ نہ پہچان سکیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہ اٹھو اور ان کے لئے دروازہ کھول دو۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ کون سی اہم شخصیت ہے جس کے لئے میں اٹھوں اور اس کے لئے دروازہ کھولوں جبکہ کل ہی ہم ازدواج کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ **واذا سالتمو من متاعا فسئلو من من وراء حجاب** (اور جب تم ان سے کچھ سامان مانگنا چاہو پس تم ان (امہات المومنین) سے پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۵۳ تو یہ کون سی ایسی شخصیت ہے کہ میں اس کا استقبال کروں اور دروازہ کھولوں؟ یہ سن کر رسول اللہؐ جیسے غصہ میں آگئے اور فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اٹھو اور اس کے لئے دروازہ کھول دو اس لئے کے دروازے پر وہ شخص ہے جو بہت متین و سنجیدہ ہے اپنے کام میں جلد بازی نہیں کرتا اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں وہ دروازہ اس وقت تک نہ کھولے گا جب تک پاؤں کی آواز ختم نہ ہو جائے۔ یہ سن کر ام سلمہ اٹھیں مگر انہیں معلوم نہ تھا کہ دروازے پر کون ہے یہ کہتی ہوئی چلیں کہ مبارک ہو مبارک ہو اس شخص کو جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا مگر حضرت علیؑ دروازے کے دونوں بازو کو تھامے کھڑے رہے یہاں تک کہ دروازہ کھولنے والی کے پاؤں کی آواز ختم ہو گئی اور حضرت ام سلمہ اپنے حجرہ میں چلی گئیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے ام سلمہ تم نے انہیں پہچانا یہ کون ہیں؟ ام سلمہ نے کہا جی ہاں خوشا نصیب یہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے ام سلمہ تم نے سچ کہا یہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کا گوشت میرا گوشت ان کا خون میرا خون ہے اور مجھ سے ان کو وہی نسبت ہے جو حضرت موسیٰ سے ہارون کی تھی مگر یہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اے ام سلمہ تم گواہ رہنا کہ یہ علی ابن ابی طالب مومنین کے امیر مسلمانوں کے سردار ہیں۔ میرے علم کا خزانہ ہیں اور میرے وہ دروازہ ہیں کہ جو میرے پاس آئے وہ ان کے ذریعے آئے اور ہمارے اہلبیت میں سے جو وفات پا چکے ہیں یہ ان کے وصی ہیں۔ میرے بعد اور میری امت سے جو لوگ زندہ ہیں ان کے یہ خلیفہ ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کے بھائی ہیں وہ جنت کی بلند ترین منزل پر میرے ساتھ ہوں گے اے ام سلمہ تم گواہ رہنا اور اس کو یاد رکھنا اور وہ ناکثین و قاسطین و مارقین سے جہاد کریں گے۔

یہ ساری باتیں سن کر شامی نے کہا اے ابو عبداللہ آپ نے میری تمام فکریں دور کر دیں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب

میرے بھی مولا ہیں اور تمام مومنین و مومنات کے مولا و آقا ہیں۔

باب (۵۵) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ نے وقت تکلم موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنی جوتیاں اتار لو اور موسیٰؑ نے خدا سے دعا کیوں کی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا اپنی جوتیاں اتار لو اس لئے کہ وہ ایک مردار گدھے کی کھال کی بنی ہوئی تھیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن نصر بخاری مقری نے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ کوفی فقیہ نے فرغانہ میں اور انہوں نے باسناد متصل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے قول خدا (**فاخلع نعليك**) (اے موسیٰ اپنی جوتیاں اتار لو) کے متعلق ارشاد فرمایا اس سے مراد اللہ کی یہ تھی کہ تم اپنے دل سے دونوں خوف نکال دو ایک اپنی زوجہ کی ہلاکت کا خوف جس کو وہ دروزہ میں چھوڑ کر آئے تھے اور دوسرے فرعون کا خوف۔

(۳) اور میں نے ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن طیفور و امغانی واعظ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ **واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي** (اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں) سورۃ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۲۷-۲۸ وہ اس لئے کہ انہیں شرم آتی تھی کہ جس زبان سے اللہ سے گفتگو کی ہے اسی زبان سے غیر خدا سے گفتگو کریں مجھے۔ تجھ سے حیا مانع ہے کہ اب تیرے غیر سے گفتگو کروں اس شرم و حیا کی وجہ سے میری زبان میں لکنت پڑ گئی ہے اور تو اس کو اپنی مہربانی سے کھول دے **واجعل لي وزيرا من اهلي هارون اخي** (اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر یعنی مددگار مقرر فرما یعنی میرے بھائی ہارون کو) سورۃ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۳۰-۲۹ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس بات کی اجازت دے کہ میری ترجمانی ہارون کریں تاکہ میں اس زبان سے جس سے اللہ سے بات کر چکا ہوں فرعون سے بات نہ کرنی پڑے۔

باب (۵۶) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ و ہارونؑ سے کہا کہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ نافرمان ہو گیا مگر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے اور ڈرے

(۱) بیان کیا مجھ سے حاکم ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا ابو عبداللہ محمد بن شاذان سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے کہا حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کے متعلق اللہ کا جو قول ہے کہ **اذهبا الى فرعون انه طغىٰ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى** (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے) سورۃ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۴۳-۴۴ اس کے لئے کچھ بتائیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ تم لوگ اس سے نرم بات کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کی کنیت سے مخاطب کرو اور کہو کہ اے ابو مصعب اس لئے کہ فرعون کا اصل نام ابو مصعب

الولید بن مصعب تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ شاید وہ غور کرے یا ڈرے تو یہ اس لئے کہا گیا تاکہ موسیٰ کی جانے کے لئے خواہش بڑھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ فرعون اس وقت ڈرے گا جب عذاب کو دیکھ لے گا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ **حتى اذا ادركه الغرق قال امنت انه لا اله الا الذي امنت به بنو اسراءيل وانا من المسلمين** (یہاں تک کہ جب اس کو غرق کے عذاب نے آپکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۹۰ مگر اللہ نے اس کے ایمان کو قبول نہیں کیا اور فرمایا **آلئن قد عصيت قبل وكنت من المفسدين** (جواب ملا کہ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۹۱۔

باب (۵۷) وہ سبب جس کی بنا پر اس پہاڑ کو جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا طور سینا کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مظفر بن احمد ابو الفرج قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اسدی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے عبداللہ بن عباس سے انہوں نے کہا کہ اس پہاڑ کا نام جس پر حضرت موسیٰؑ گئے تھے طور سیناء تھا اس لئے کہ یہ وہ پہاڑ تھا جس پر زیتون کا درخت تھا اور ہر وہ پہاڑ جس پر ایسے پیڑ پودے ہوں جس سے منفعت حاصل کی جاسکے اس کو طور سیناء اور طور سینین کہا جاتا ہے اور وہ پہاڑ جس پر کوئی ایسا پودا یا درخت نہ ہو جس سے منفعت حاصل کی جاسکے اس کو صرف طور کہتے ہیں اس کو نہ طور سیناء کہا جاتا ہے نہ طور سینین۔

باب (۵۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو یہ نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی نے اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم لوگوں سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے اور انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا یہ بتائیں کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ کیوں کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑ یہ کیوں نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے؟ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ان بھائیوں میں اکثر عداوت ہوتی ہے جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف (علاتی) ہوں ان میں عداوت کم ہوتی ہے جن کی ماں ایک اور باپ مختلف (اخیافی) ہوں الا یہ کہ شیطان ان کے درمیان غلط فہمی پیدا کرے اور وہ اس کے مطیع نہ بن جائیں۔ پس ہارونؑ نے اپنے بھائی حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اے میرے وہ بھائی جس کو میری ماں نے پیدا کیا اور مجھے بھی تمہاری ان کے علاوہ کسی اور ماں نے پیدا نہیں کیا تم میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو یہ نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے۔ اس لئے کہ ایک باپ کی اولاد جن کی مائیں مختلف ہوں ان کے درمیان سے عداوت ختم ہو ہی نہیں سکتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے محفوظ رکھے اور جن کی ماں ایک ہوتی ہے ان کے درمیان ختم ہو جاتی ہے اور وہ نہ اس کی داڑھی پکڑے گا اور نہ اس کے سر کے بال۔ اور حضرت ہارونؑ کا لوگوں کی گوسالہ پرستی میں کوئی قصور نہ تھا آپ نے فرمایا

حضرت موسیٰ نے یہ اس لئے کیا کہ جب قوم گوسالہ پرستی میں لگی یہ ان لوگوں کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کے پاس کیوں نہیں چلے آئے اگر یہ ان لوگوں کو چھوڑ کر ہٹ جاتے تو ان لوگوں پر عذاب نازل ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ سے کہا **قال یا ہارون مامنعک اذا رایتھم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری** (پھر حضرت موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا کہ میرے طریقہ پر عمل نہ کرو کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی) سورۂ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۹۳۔ ۹۲ اے ہارون جب تم نے دیکھا کہ یہ سب گمراہ ہو گئے ہیں تو تمہیں میرے پاس آجانے میں کیا امر مانع تھا۔

مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے جب اپنے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑے تو در حقیقت انہوں نے اپنے ہی سر کے بال اور داڑھی پکڑی تھی اس لئے کہ لوگوں کی عمومی طور پر یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی غم یا کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اپنا سر پیٹتے ہیں اور اپنی داڑھی نوچتے ہیں تو گویا انہوں نے اپنے اس فعل سے ہارون کو یہ بتایا تھا کہ قوم جس گناہ کی مرتکب ہوئی اس پر انہیں غم و اندوہ منانا چاہیئے اور رواج کے مطابق انہیں اپنا سر پیٹنا اور اپنی داڑھی نوچنا چاہیئے کیونکہ ایک نبی اور ایک حجت خدا اپنی امت میں ایسا ہی ہے جیسے بھیڑ بکریوں کے گلے کے لئے گلہ بان اور چرواہا۔ اور اپنے گلے کی ہلاکت اور اس کے بکھرنے کا غم چرواہے سے زیادہ کسے ہو گا جسے اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور ان کو صحیح راستے پر چلانے اور چرواہے سے اسی لئے ثواب و انعام کا وعدہ کیا گیا ہے اور گلہ کی بربادی و تباہی پر اس کو سزا و عتاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ یہی عمل حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کا تھا کہ جب آپ نے فوج اشقیا کو اپنی حرمت یاد دلائی اور ان پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے اپنی ریش مبارک پکڑی اور جو کچھ کہنا تھا وہ کہا۔ اور قریب قریب لوگوں کی عمومی طور پر یہ عادت ہوتی ہے کہ دور والوں کے دھمکانے کے لئے جو شخص اپنے پاس اور نزدیک ہوتا ہے اس کو خطاب کرتے ہیں اور یہ سزا کے لئے دھمکانے کا بہترین طریقہ ہے چنانچہ اللہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی بہترین مخلوق اور مقرب ترین بندے سے فرمایا **لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین** (اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے) سورۂ زمر۔ آیت نمبر ۶۵ حالانکہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ اس کا نبی تاابد شرک نہیں کرے گا مگر یہاں خطاب اپنے نبی سے کیا مگر دھمکایا ان کی امت کو ہے پس اسی طرح حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر عتاب و خفگی کا اظہار کیا مگر ان کا ارادہ امت کو دھمکانا تھا اللہ تعالیٰ کی سنت اور گذشتہ و موجودہ صالحین کی عادت پر عمل کرتے ہوئے۔

باب (۵۹) وہ سبب جس کی بنا پر سنیچر کے دن یہود پر شکار کرنا حرام کر دیا گیا

(۱) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود کو جمعہ کے دن مچھلی پکڑنے کی اجازت دی گئی مگر وہ جمعہ کو چھوڑ کر سنیچر کو مچھلی پکڑنے لگے اسی لئے ان پر سنیچر کا دن حرام قرار دے دیا گیا۔

باب (۶۰) وہ سبب جس کی بنا پر فرعون کا نام ذولاوتاد پڑ گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام موءدب رازی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان احمر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق (وفرعون ذی الاوتاد) کہ فرعون کا نام ذولاوتاد کیوں پڑ گیا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ یہ جب کسی کو سزا دیتا تو اس کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا دیتا اور ان میں میخیں ٹھونک دیتا اور کبھی کبھی زمین کے بجائے لکڑی کے تختے پر لٹا دیتا اور چاروں ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دیتا اور انہیں چھوڑ دیتا وہ تڑپ تڑپ کر اسی حال میں مر جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو میخوں والا فرعون کہا ہے۔

باب (۶۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موت کی تمنا کی اور ان کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ملک الموت حضرت موسیٰ کی خدمت میں آئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا تم میرے جسم کے کس عضو سے روح قبض کرو گے؟ کہا آپ کے منہ سے۔ حضرت موسیٰ نے کہا یہ کیسے ہو گا اس سے تو میں نے اپنے رب سے بات کی ہے۔ اس نے کہا اچھا آپ کے ہاتھ سے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اس سے بھی کیسے کر سکتے ہو اس سے تو میں نے اپنے رب کی کتاب توریت اٹھائی ہے ملک الموت نے کہا اچھا پھر آپ کے پاؤں سے۔ آپ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس سے تو میں طور سینا پر پیادہ چلا ہوں اور اس طرح ملک الموت نے بہت سے اعضاء کے نام لئے اور حضرت موسیٰ اس طرح کا جواب دیتے رہے بالآخر ملک الموت نے کہا اچھا اب مجھے حکم ملا ہے کہ جب تک آپ اس کی خود خواہش نہ کریں میں آپ کی قبض روح چھوڑ دوں۔ پھر حضرت کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا ایک شخص قبر کھود رہا ہے حضرت موسیٰ نے پوچھا کیا میں تمہاری اس کام میں مدد کروں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ اس کا ہاتھ بٹانے لگے جب قبر کھد کر تیار ہوئی اور اس میں لحد بھی بن گئی اس شخص نے چاہا کہ اس میں لیٹ کر دیکھ لوں کیسی کھدی ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا تم نہیں میں لیٹ کر دیکھوں گا یہ کہہ کر قبر میں لیٹ گئے تو جنت میں ان کو اپنے مناظر نظر آئے تو عرض کیا پروردگار اب تو میری روح قبض کر لے تو ملک الموت نے ان کی روح قبض کی اسی قبر میں ان کو دفن کر دیا اور اوپر سے مٹی برابر کر دی۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جو قبر کھود رہا تھا وہ آدمی کی شکل میں ملک الموت تھا اس لئے ان کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں۔

باب (۶۲) وہ سبب جس بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا پروردگار میری مغفرت کر اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ مکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد وراق ابو الطیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ہارون حمیری نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سلیمان نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے روایت کرتے ہوئے علی بن یقطین سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کیا نبی خدا کا بخیل ہونا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت سلیمانؑ کا یہ کہنا کہ پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا سنو۔ ملک دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ ملک جو غلبہ، ظلم و جور اور لوگوں کو مجبور کر کے حاصل کیا جائے اور دوسرا ملک وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو جیسے ملک آل ابراہیم، ملک طالوت و ملک ذوالقرنین کا۔ اور حضرت سلیمانؑ نے جو یہ کہا مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو کہ وہ یہ کہے کہ سلیمان نے ملک غلبہ

وجور و ظلم اور لوگوں سے جبریہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے حکم سے ہوا کو مسخر کر دیا جو ہلکی ہوا سے چلے اور اس کی رفتار صبح کو ایک ماہ کی مسافت سے رہے اور شام کو ایک ماہ کی مسافت کی رفتار سے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شیاطین کو مسخر کر دیا جو ہر طرح کی تعمیرات کرتے اور غوطہ خور ہوتے۔ پھر انہیں چڑیوں کی بولیوں کا علم بھی دیدیا اور انہیں زمین پر پورا تسلط عطا کیا چنانچہ لوگوں کو اس زمانہ میں بھی معلوم ہو گیا اور بعد والوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت سلیمانؑ کا ملک ان لوگوں کے ملک کے مشابہ نہیں جن کو لوگوں نے مالک و مختار بنایا ہے یا وہ خود غلبہ اور ظلم سے مالک و مختار بن بیٹھے۔

علی بن یقطین کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی سلیمانؑ پر رحم فرمائے وہ کتنے بخیل ہو گئے تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا آنحضرتؐ کے ارشاد کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنی عزت دینے اور لوگوں کو اپنی بدگوئی کا موقع دینے میں کس قدر بخیل تھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بخیل نہ تھے جیسا کہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں۔

پھر آپ جناب نے فرمایا اور خدا کی قسم ہم لوگوں کو وہ سب کچھ دیا گیا جو نہ حضرت سلیمان کو دیا گیا اور نہ عالمین میں انبیاء میں سے کسی ایک کو دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں فرماتا ہے کہ **هذا عطاؤنا فامنن اوامسک بغیر حساب** (یہ ہماری بخشش ہے پس تو احسان کر یا روک رکھ بغیر حساب کے) سورہ ص۔ آیت نمبر ۳۹ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ارشاد ہے کہ **ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا** (جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ) سورہ الحشر۔ آیت نمبر ۷۔

باب (۶۳) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام میں ان کے باپ کے نام سے ایک حرف زائد ہے حضرت داؤدؑ کا نام داؤد کیوں رکھا گیا اور حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کیوں مسخر کی گئی اور چیونٹی کی بات پر حضرت کیوں مسکرا دیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ اصفہانی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن مہرویہ قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان غازی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ روایت کر رہے تھے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اور انہوں نے روایت کی تھی اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے قول خدا **فتبسم ضاحکا من قولھا** (پس وہ (سلیمان) اس کی بات پر مسکرایا) سورہ نمل۔ آیت نمبر ۱۹ کے متعلق جب چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تم لوگوں کو روند ڈالے چیونٹیوں کی یہ آواز ہوا نے اٹھا کر حضرت سلیمانؑ تک پہنچادی وہ اس وقت ہوا پر گزر رہے تھے اور ہوا ان کو اٹھائے ہوئے تھی یہ سن کر حضرت سلیمانؑ ٹھہر گئے اور حکم دیا کہ اس چیونٹی کو میرے پاس لاؤ وہ چیونٹی آگئی تو آپ نے اس سے کہا اے چیونٹی کیا تجھے علم نہیں کہ میں نبی ہوں اور کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ چیونٹی نے کہا جی ہاں مجھے علم ہے۔ آپ نے کہا پھر تم لوگوں نے میرے ظلم سے بچنے کی کوشش کی اور یہ کہا اے چیونٹیوں اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ؟ چیونٹی نے جواب دیا مجھے ڈر تھا کہ یہ چیونٹیاں آپ کے جاہ و حشم کو دیکھ کر گرویدہ نہ ہو جائیں اور غیر خدا کی نہ عبادت کرنے لگیں۔ اس کے بعد چیونٹی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا آپ کے والد؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا میرے والد حضرت داؤدؑ۔ چیونٹی نے کہا پھر آپؑ کے نام میں آپؑ کے والد کے نام سے ایک حرف زائد کیوں ہے؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا اچھا میں بتاؤں اس لئے کہ آپ کے والد حضرت داؤدؑ دوا کیا کرتے تھے دل (محبت) سے زخموں کی۔ اس لئے ان کا نام داؤدؑ ہو گیا اور آپ

کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے والد بزرگوار سے ملحق ہو جائیں۔ پھر چیونٹی نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ساری مملکت میں صرف ہوا آپ کے لئے کیوں مسخر کی گئی؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس لئے کہ اگر ساری مملکت آپ کے لئے مسخر کر دی جاتی تو آپ کے ہاتھوں ہوا کی طرح ان سب پر زوال آتا۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ مسکرا دیئے۔

باب (۶۴) وہ سبب جس کی وجہ سے دیمک وہیں رہتی ہے جہاں مٹی اور پانی ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن نصیر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی و فضالہ سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا ان دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کے ساتھ جو کچھ کیا اس کی وجہ سے جن ان کے شکر گزار ہیں اور اکثر تم لوگ ان دیمکوں کو جہاں بھی دیکھو گے وہاں پانی اور مٹی موجود ہو گی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے حضرت ابی الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت جعفر ابن محمد علیہم السلام سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان ابن داؤد نے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا ملک عطا کیا ہے جس کا سزاوار میرے بعد کوئی نہیں ہے میرے لئے اس نے ہوا، انسانوں، جنوں، طائروں، جنگلی جانوروں تک کو مسخر کر دیا ہے اور مجھے طائروں کی زبان کی تعلیم دے دی اور مجھے ہر شے میں سے کچھ دیا اور یہ سب دولت و ملک ملنے کے باوجود میں جی بھر کر مسرور نہ ہو سکا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کل میں اپنے قصر کی بلند ترین منزل پر چڑھ جاؤں اور وہاں سے اپنی رعایا کو دیکھوں لہٰذا کوئی شخص میرے پاس وہاں نہ آئے اور میری خوشی کو خراب نہ کرے۔ لوگوں نے کہا بہت بہتر دوسرے دن حضرت سلیمانؑ نے وہ عصا اٹھایا اور اپنے قصر کی بالکل آخری منزل پر چڑھ گئے وہاں عصا ٹیک کر اپنی رعیت پر نگاہ دوڑانے لگے اور خوش و مسرور ہونے لگے کہ اللہ نے مجھے یہ سب کچھ دیا ہے کہ اتنے میں دیکھا کہ قصر کے ایک گوشے میں سے حسین و شکیل نوجوان ان کے پاس آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا تم کو اس قصر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ میں تو چاہتا ہوں کہ آج یہاں دن بھر تنہا بسر کروں تو اس قصر میں کس کی اجازت سے داخل ہوا؟ نوجوان نے جواب دیا اس قصر کے رب نے مجھے یہاں بھیجا ہے انہوں نے کہا اس قصر کا حقدار مجھ سے زیادہ یقیناً اس قصر کا رب ہے مگر تو ہے کون؟ اس نے کہا ملک الموت ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ کہا اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی روح قبض کر دوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اچھا تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔ یہ میری خوشی کا دن تھا مگر اللہ نے نہ چاہا کہ میں اس کی ملاقات کو چھوڑ کر کوئی خوشی مناؤں۔ پس ملک الموت نے ان کی کھڑے کھڑے اور عصا پر تکیہ کئے ہوئے روح قبض کر لی اور ان کی میت اسی طرح عصا پر ٹیک لگائے جب تک اللہ نے چاہا کھڑی رہی اور لوگ ان کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ زندہ ہیں یہاں تک کہ آزمائش میں پڑ گئے اور ان میں اختلاف ہو گیا کچھ لوگ کہنے لگے کہ حضرت اتنے دنوں سے عصا پر تکیہ کئے ہوئے کھڑے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ سوتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہی ہمارے رب ہیں، ہم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی عبادت کریں۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ حضرت سلیمان ایک جادوگر ہیں یہ اپنے جادو سے ہم لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ اپنے عصا کو ٹیکے ہوئے کھڑے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے انہوں نے ہم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہے مگر مومنین یہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کے بندے ہیں اور اسکے نبی ہیں۔ اللہ جب تک چاہے گا وہ ایسے ہی رہیں گے جب ان لوگوں میں اختلاف بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے

دیمکوں کو بھیج دیا اور وہ ان کے عصا کو اندر سے چاٹ گئی۔ عصا ٹوٹ گیا اور حضرت سلیمانؑ قصر سے منہ کے بل گر پڑے تو جنوں نے دیمکوں کے اس کام پر ان کا شکریہ ادا کیا اور تم دیکھتے ہو کہ جہاں کہیں دیمک ہوگی وہاں پانی اور مٹی پہنچ جاتی ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **فلما قضينا عليه الموت ما دلهم على موته الا دابته الارض تاكل منساته** (پس جب ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے انہیں (جنات کو) اس کی موت پر خبردار نہ کیا سوائے زمین پر چلنے والی (ایک دیمک) کے کہ وہ اس کے عصا کو کھاتی تھی سورۃ سبا۔ آیت نمبر ۱۴) ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو جنوں کو ان کی موت کی خبر سوائے دیمک کے کسی نے نہ دی جو ان کے عصا کو اندر سے کھوکھلا کر رہی تھی۔ جب حضرت سلیمان گر پڑے تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اتنے دنوں مصیبت نہ جھیلتے اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس طرح نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ اس طرح نازل ہوئی ہے کہ جب حضرت سلیمان گر پڑے تو انسانوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جن اگر غیب داں ہوتے تو اتنے دنوں یہ مصیبت و عذاب میں پھنسے نہ رہتے۔

(۳) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے جنوں کو حکم دیا اور انہوں نے شیشے کا ایک قبہ تیار کیا اور حضرت سلیمانؑ اس قبہ کے اندر اپنا عصا ٹیک کر کھڑے ہوئے تاکہ دیکھیں یہ جن کس طرح کام کرتے ہیں اور جن بھی ان کو دیکھتے رہیں کہ وہ کھڑے ہیں اس لئے ٹھیک کام کریں کہ ناگاہ ان کی توجہ ایک طرف ہوئی دیکھا کہ اس قبہ میں آپ کے ساتھ ایک اور شخص ہے۔ پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں کہ کسی کی رشوت قبول نہیں کرتا اور نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں میں ملک الموت ہوں اور یہ کہہ کر اس نے حضرت سلیمان کی روح قبض کر لی اس حالت میں کہ وہ اس قبہ میں اپنے عصا پر تکیہ کئے ہوئے کھڑے تھے اور جن ان کو دیکھ رہے تھے اور اس طرح ایک سال تک بڑی جانفشانی کیساتھ ان کی خدمت میں لگے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دیمکوں کو بھیجا اور وہ ان کے عصا کو کھا گئیں اور حضرت سلیمان کی ایک سال سے کھڑی ہوئی لاش گر پڑی اور جنوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو اتنے دنوں تک سخت مشقت میں مبتلا نہ ہوتے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کے لئے جو کام کیا اس پر جن ان کے مشکور ہیں۔ اسی بنا پر تقریباً تم دیکھو گے کہ جہاں جہاں دیمک کا گھروندہ ہوتا ہے وہاں ان کے پاس پانی اور مٹی موجود ہوتی ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کو کھا لیا اور وہ گر پڑے تو جن ان کے بیحد شکر گزار ہوئے اور بولے ویران جگہ تلاش کرنا تمہارا کام ہے پانی اور مٹی پہنچانا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ تم تقریباً ہر جگہ دیکھو گے جہاں دیمکوں کا گھر ہے وہاں پانی اور مٹی موجود ہے۔

باب (۶۵) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ایوب نبی علیہ السلام مصائب کا شکار ہوگئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابو القاسم سے اور انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابی ایوب سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام جو اس دنیا کے اندر آزمائش و امتحان میں مبتلا

ہوئے تو اس کی وجہ وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی تھیں اور وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ابلیس کے لئے عرش تک کوئی رکاوٹ نہ تھی جب حضرت ایوبؑ کا یہ عمل شکر گزاری بلند ہو کر وہاں پہنچا تو اسے دیکھ کر ابلیس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے کہا پروردگار حضرت ایوب جو اس طرح شکر ادا کر رہے ہیں وہ صرف اس لئے کہ تو نے انہیں دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے اگر ان کے اور ان کی ان نعمتوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے تو وہ تیرا کسی قیمت پر شکر ادا نہ کریں گے لہٰذا مجھے ان کی دنیا پر اختیار دے دے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ تیری کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا جاؤ میں نے ان کی دنیا پر اختیار دیدیا یہ اختیار پا کر وہ آیا اور اس نے ان کی دنیا کو تباہ کر دیا اور ان کی اولاد تک کو ہلاک کر دیا مگر حضرت ایوبؑ ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ (یہ دیکھ کر) وہ پھر واپس گیا اور عرض کیا پروردگار حضرت ایوب کو یہ معلوم ہے کہ یہ دنیا جو ان سے چھین لی گئی ہے وہ تو پھر انہیں واپس دے دیگا اب تو مجھے ان کے بدن پر اختیار دے دے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ تیری کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا جا ان کی آنکھ، ان کے دل، ان کی زبان اور ان کے کان کو چھوڑ کر میں نے تجھے ان کے پورے بدن کا اختیار دیا۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ سن کر ابلیس فوراً روانہ ہوا کہ مبادا اس کے اور حضرت ایوبؑ کے درمیان رحمت خدا حائل نہ ہو جائے اور آتے ہی اس نے ان کی ناک میں زہریلی ہوا پھونک دی جس کی وجہ سے ان کے سارے جسم پر نقطہ نقطہ نمودار ہو گیا (دانے نکل آئے)

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے درست واسطی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے۔

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن علی وشاء سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے فضل اشعری سے اور انہوں نے حسین بن مختار سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے سات سال تک مصیبت میں مبتلا رہے۔

(۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسین بن علی وشاء سے روایت ہے کہ انہوں نے فضل اشعری سے روایت کی اور انہوں نے حسن بن ربیع بن علی رہیمی سے روایت کی اور انہوں نے ایک شخص سے روایت کی اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے مبتلائے مصیبت ہوئے یہاں تک کہ انہیں (جسمانی طور پر) عیب لگایا جانے لگا انبیاء علیہم السلام اس عیب لگانے پر صبر نہیں کرتے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ بصری سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن ماضی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت ایوبؑ جو دنیا کے اندر ابتلا اور مصیبت میں گرفتار ہوئے اس کا سبب کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس کا سبب وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھیں اور آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے یہ دیکھ کر ابلیس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے کہا اے پروردگار یہ حضرت ایوب جو تیرا شکر ادا کر رہے ہیں وہ صرف اس لئے کہ تو نے انہیں دنیا میں نعمتیں عطا کی ہیں اگر تو انہیں دنیاوی نعمتوں سے محروم کر دے تو پھر یہ تا ابد تک تیرا شکر ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا اچھا جاؤ میں نے تجھے ان کے مال و اولاد پر اختیار دیدیا۔ یہ سن کر ابلیس فوراً آیا اور اس نے ان کے مال و اولاد میں کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ مگر جب ابلیس نے دیکھا کہ اس حضرت ایوبؑ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو کہا پروردگار حضرت ایوب کو معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے اس سے چھینا ہے وہ سب تو ان کو واپس کر دے گا لہٰذا تو مجھے ان کے بدن پر بھی اختیار دیدے۔ تو کہا گیا اچھا جاؤ میں نے سوائے قلب و زبان و آنکھ و کان کے ان کے سارے بدن پر تجھے اختیار دیدیا پھر

یہ سن کر وہ نی الفور اترا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے (ابلیس کے) اور ایوبؑ کے درمیان اللہ کی رحمت حائل ہو جائے۔ پھر حضرت ایوبؑ پر بلائیں اور مصیبتیں اور شدید ہو گئیں اور سب سے آخری مصیبت یہ تھی کہ خود ان کے اپنے اصحاب ان کے پاس آئے اور کہا اے ایوب ایسا تو ہم دنیا میں کسی ایک کو بھی نہیں پاتے جو آپ جیسی مصیبتوں میں مبتلا ہو اس کی وجہ آپ کی پوشیدہ بداعمالیاں ہیں جو ہم لوگوں سے پوشیدہ ہیں تو اس وقت حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی پروردگار تو جانتا ہے کہ جب بھی میرے سامنے دو کام آئے تو میں نے اس کو اختیار کیا جو میرے جسم کے لئے زیادہ سخت و پر مشقت ہو اور کبھی میں نے کھانا نہیں کھایا جب تک کہ میرے دسترخوان پر کوئی یتیم موجود نہ ہو۔ اگر تیرے ساتھ بحث کی نشست ہو تو میں اپنے دلائل پیش کروں۔ امام نے فرمایا پھر ان کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور اس میں سے ایک بولنے والے نے کہا اے ایوب اپنے دلائل پیش کرو۔ یہ سن کر حضرت ایوب کمربستہ ہوئے اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور بولے تو نے مجھے ان بلاؤں میں مبتلا کیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ جب بھی میرے سامنے دو کام پیش ہوئے تو میں نے ان میں سے وہی اختیار کیا جو میرے بدن کے لئے سخت اور پر مشقت ہوا، اور جب تک میرے دسترخوان پر کوئی یتیم نہ بیٹھے میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ امام کا ارشاد ہے پھر حضرت ایوبؑ سے اوھر سے کہا گیا اے ایوب ہاؤ تمہارے اندر یہ اطاعت کا شوق کس نے پیدا کیا؟ یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اپنے منہ میں رکھی اور کہا اے پروردگار اے شوق اطاعت تو نے ہی مجھے عطا کیا۔

باب (۶۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر منڈلاتا ہوا عذاب اللہ تعالیٰ نے واپس کر لیا حالانکہ ان کے علاوہ کسی قوم کے سروں پر منڈلاتا ہوا عذاب واپس نہیں کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے اور انہوں نے روایت کی اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوبصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کی قوم سے عذاب کو پلٹا لیا حالانکہ وہ ان کے سروں پر سایہ فگن ہو چکا تھا اور ان کے علاوہ ایسا اس نے کسی اور امت کے ساتھ نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان لوگوں کی توبہ کی وجہ سے عذاب واپس ہو جائے گا اور اس کی خبر اس نے حضرت یونسؑ کو نہیں دی تاکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں آرام سے عبادت کرتے رہیں اور مستحق ثواب و کرامت ہو جائیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حسن بن علی ابن فضال سے انہوں نے ابی المعزلہ حمید بن مثنی عجلی سے انہوں نے سماعہ سے کہ انہوں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور کسی قوم کے سروں پر منڈلاتے ہوئے عذاب کو واپس نہیں کیا سوائے قوم یونسؑ کے۔ میں نے پوچھا کیا عذاب ان کے سروں پر سایہ فگن تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنا قریب سایہ فگن تھا کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہاتھ سے چھو لیتے۔ میں نے عرض کیا پھر ایسا کیوں ہوا کہ عذاب پلٹ گیا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم مشیت میں تھا جس کی اطلاع کسی کو نہ تھی کہ وہ اس عذاب کو ان سے پلٹائے گا۔

باب (۶۷) وہ سبب جس کی بنا پر اسماعیل بن حزقیل علیہ السلام کو صادق الوعد کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے علی بن احمد اشیم سے انہوں نے سلیمان جعفری سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کیا تمہیں

معلوم ہے کہ اسماعیل کو صادق الوعد کیوں کہا گیا؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک شخص سے وعدہ کر لیا تھا تو وہیں سال بھر انتظار کرتے رہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور محمد بن سنان سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ وہ اسماعیل جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ **واذكر في الكتب اسمعيل انه كان صادق الوعد وكان رسولاً نبياً** (اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول اور نبی تھا) سورۃ مریم آیت نمبر ۵۴ وہ اسماعیل بن ابراہیم نہ تھے بلکہ وہ انبیاء میں سے ایک نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا ان لوگوں نے ان کو پکڑا اور ان کے سر اور چہرے کی مع بالوں کے کھال اتار لی تو ایک ملک ان کے پاس آیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ جو چاہیں ہمیں حکم دیں۔ انہوں نے کہا جو امام حسینؑ کے ساتھ کیا جائے گا میرے لئے وہی نمونہ عمل کافی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار بن مروان سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابوبصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ رسول اور نبی تھے ان کی قوم ان پر حاوی ہو گئی اور ان کے چہرے اور سر کی جلد مع بالوں کے اتار لی تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک فرستادہ آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ تمہاری قوم نے جو سلوک کیا وہ میں نے دیکھ لیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں لہٰذا آپ جو چاہیں حکم دیں میں حاضر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے حسین ابن علی کا عمل نمونہ ہے۔

(۴) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اور انہوں نے محمد بن حسین سے انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ تمہارے آنے تک اس چٹان کے پاس رہوں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپ پر دھوپ سخت ہو گئی تو اصحاب نے کہا یا رسول اللہ آپ اس چٹان سے ہٹ کر وہاں سایہ میں چلے جائیں تو آپؐ نے جواب دیا میں نے اس سے یہاں کے لئے وعدہ کیا ہے اگر وہ نہ آیا تو یہ اس کی طرف سے ہو گا۔

باب (۶۸) وہ سبب جس کی بنا پر انسان بنی آدم سے زیادہ ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ دہقان سے اس نے درست سے انہوں نے ابو خالد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ انسان زیادہ ہیں یا بنی آدم؟ آپ نے فرمایا انسان۔ پوچھا گیا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ اس طرح کہ جب تم انسان کہو گے تو اس میں بنی آدم بھی شامل ہیں اور جب تم بنی آدم کہو گے تو مطلب یہ کہ تم نے آدم کو چھوڑ دیا ان کی اولاد میں ان کو شامل نہیں کیا لہٰذا انسان زیادہ ہیں بنی آدم کے ساتھ آدم کو بھی شامل کر لیا اس لئے میں نے کہا کہ بنی آدم کی تعداد انسان سے کم ہے۔

باب (۶۹) وہ سبب جس کی بنا پر نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی شب میں آگ روشن کرتے ہیں اور اخروٹ سے کھیلتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سلیمان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ جب دروزہ نے حضرت مریم کو کھجور کے ایک تنے کے پاس پہنچایا اس وقت شدید سردی تھی تو یوسف نجار نے لکڑیاں فراہم کیں اور حضرت مریم کے اردگرد جیسے لکڑیوں کی باڑ بنادی پھر اس میں آگ روشن کردی۔ آگ کی حدت نے ان کو چاروں طرف سے گرمی پہنچائی اور ان کے لئے سات اخروٹ توڑ کر لایا جو اس نے اپنی خورجین میں سے پایا تھا اور انہیں کھلایا۔ اسی بنا پر نصاریٰ حضرات حضرت عیسیٰ کی ولادت کی شب آگ روشن کرتے ہیں اور اخروٹ سے کھیلتے ہیں۔

باب (۷۰) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی کلام کیوں نہیں کیا جیسا کہ عیسیٰ نے کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ اے محمد کیا آپ اپنے خلق ہونے سے پہلے ام الکتاب (لوح محفوظ) میں نبی تھے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ اور آپؐ کے ساتھ یہ آپ کے صاحبان ایمان کے نام بھی ان کی خلقت سے پہلے ام الکتاب میں ثبت تھے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس نے کہا پھر کیا بات ہوئی کہ آپؐ نے بطن مادر سے پیدا ہوتے ہی حکمت کے ساتھ کلام نہیں کیا جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے کلام کیا اور آپؐ تو ان سے پہلے بھی نبی تھے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میرا معاملہ حضرت عیسیٰؑ جیسا معاملہ نہ تھا۔ حضرت عیسیٰؑ صرف ماں سے پیدا ہوئے ان کا کوئی باپ نہ تھا جیسا کہ حضرت آدمؑ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوئے اگر حضرت عیسیٰ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی فوراً کلام نہ کرتے تو ان کی ماں کے پاس لوگوں کے سامنے عذر پیش کرنے کو کچھ نہ تھا اس لئے کہ انہوں نے بغیر باپ کے عیسیٰ کو پیدا کیا تھا لوگ ان کا مواخذہ کرتے اور وہی سلوک کرتے جو بدکار عورت سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ان کی ماں کے لئے ایک ثبوت اور دلیل بنایا۔

باب (۷۱) وہ سبب جس کی بنا پر کفار نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ بن محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ ابلیس یہودیوں کی مجالس اور مجمعوں میں جاتا وہاں حضرت مریمؑ کے متعلق گفتگو کرتا اور ان پر حضرت زکریاؑ سے تہمت لگاتا یہاں تک کہ شروفساد بھڑک اٹھا اور حضرت زکریاؑ پر فحاشی کا

الزام کی شہرت ہوگئی جب حضرت زکریاؑ نے یہ دیکھا تو وہ بھاگے اور یہود کے جاہلوں اور فسادیوں نے ان کا پیچھا کیا آپ بھاگ کر ایک وادی میں پہنچے جس میں کثرت سے پیڑ پودے تھے اور جب درمیان وادی میں پہنچے تو ایک درخت کے تنے میں شگاف پیدا ہوا اور آپ اس میں داخل ہوگئے اور درخت کا شگاف برابر ہوگیا اور ابلیس انہیں ڈھونڈتا ہوا یہودیوں کے ساتھ وہاں پہنچا اور بالآخر وہ اس درخت کے پاس پہنچ گیا جس میں حضرت زکریاؑ سمائے ہوئے تھے۔ ابلیس نے ان لوگوں کے لئے اس درخت کو نیچے سے اوپر تک پھاڑ دیا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ حضرت زکریاؑ کے قلب تک پہنچ گیا اور ان لوگوں سے کہا اب اس کو اپنے آرے سے چیر دو ان لوگوں نے اس درخت کو درمیان سے چیر دیا اور حضرت زکریا کو ویسے چھوڑ کر چلے گئے اور جب ابلیس اپنے ارادے میں کامیاب ہوگیا تو پھر وہ بھی غائب ہوگیا مگر حضرت زکریا کو ان لوگوں کے آرے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھیجا انہوں نے حضرت زکریا کو غسل دیا ان کو دفن کرنے سے تین دن پہلے نماز جنازہ پڑھی اور تمام انبیاء کا یہی حال ہے کہ ان کی میت متغیر نہیں ہوتی اور نہ ان کی میت کو مٹی کھاتی ہے لوگ ان پر تین دن تک نماز پڑھتے رہتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔

باب (۷۲) وہ سبب جس کی بنا پر حواریوں کو حواری اور نصاریٰ کو نصاریٰ کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ حواریوں کو حواری کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا لوگوں کے نزدیک تو انہیں حواری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ دھوبی تھے کپڑوں کو میل وغیرہ سے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور یہ حوار سے مشتق ہے اور ہمارے نزدیک وہ لوگ پاک باطن اور صاف دل تھے اور اپنے مواعظ اور نصیحتوں سے ان لوگوں کو بھی پاک کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اور نصاریٰ کو نصاریٰ کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ اس قریہ کے باشندے تھے جس کا نام ناصرہ ہے جو ملک شام میں ہے اور وہاں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے مصر سے واپسی کے بعد قیام کیا تھا۔

باب (۷۳) وہ سبب جس کی بنا پر بچوں کو رونے پر مارنا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد سراج ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم سرندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عبداللہ ابن ہارون رشید نے حلب میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن آدم بن ابی ایاس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی ذیب نے انہوں نے روایت کی نافع سے انہوں نے ابن عمر سے اور ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بچوں کو ان کے رونے پر نہ مارو اس لئے کہ چار مہینے تک رونا لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اور اس چار مہینے کے بعد اگلے چار ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اس سے اگلے چار ماہ تک وہ اپنے والدین کے لئے دعا کرتا ہے۔

باب (۷۴) آنسو خشک ہونے دلوں کے سخت ہونے اور گناہوں کے بھولنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فضال نے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی اور انہوں نے مروان بن مسلم سے انہوں نے ثابت بن ابی صفیہ سے انہوں

نے سعد خفاف سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آنسو خشک ہوتے ہیں صرف دلوں کی سختی اور بے رحمی سے اور دل سخت ہوجاتے ہیں تو صرف گناہوں کی کثرت کی وجہ سے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے روایت کی مقری خراسانی سے اور انہوں نے علی بن جعفر سے اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ تم کثرت مال پر خوش نہ ہو اور کسی حال میرا ذکر نہ چھوڑو اس لئے کثرت مال کی وجہ سے آدمی گناہوں کو بھول جاتا ہے اور میرے ذکر کو ترک کرنے سے آدمی سخت دل اور بے رحم ہوجاتا ہے۔

باب (۷۵) لوگوں کے بدشکل پیدا ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حسن بن حطیہ سے انہوں نے ابن ابی عذافر صیرفی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا یہ لوگ جو بدشکل ہوتے ہیں انہیں تم دیکھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ وہی لوگ ہیں جن کے ماں باپ حالت حیض میں ہم بستر ہوئے تھے۔

باب (۷۶) وہ سبب جس کی بنا پر آفتیں اور بیماریاں زیادہ تر محتاجوں میں ہوتی ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حفص بن بختری سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا آفتیں اور بیماریاں عام طور پر محتاجوں میں اس لئے رکھی گئیں تاکہ وہ چھپ نہ سکیں اگر دولتمندوں میں رکھی جاتیں تو یہ لوگ ان کو چھپا لیتے۔

باب (۷۷) کافر کی نسل میں مومن اور مومن کی نسل میں کافر کیوں پیدا ہوتے ہیں نیز مومن سے گناہ اور کافر سے نیکی کیوں سرزد ہوتی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک میٹھا پانی خلق کیا اور اس سے اپنے اطاعت گزار بندوں کو پیدا کیا اور ایک کڑوا پانی خلق کیا اور اس سے اپنے نافرمان بندوں کو پیدا کیا پھر ان دونوں پانیوں کو حکم دیا وہ آپس میں مخلوط ہوگئے اور اگر یہ نہ ہوتا اور دونوں الگ ہوتے تو پھر مومن سے مومن اور کافر سے صرف کافر ہی پیدا ہوتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ربعی بن عبداللہ ابن جارود سے اور انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کے ابدان کو طینت علیین سے پیدا کیا اور مومنین کے قلوب کو بھی اسی طینت سے خلق کیا مگر ان کے ابدان کو اس سے پست طینت سے پیدا کیا اور کافروں کو اور ان کے قلوب کو اور ان کے ابدان کو طینت سجین سے پیدا کیا پھر

دونوں طینتوں کو مخلوط کردیا اسی بنا پر مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کی نسل سے مومن پیدا ہوتا ہے نیز اسی وجہ سے مومن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور کافر سے نیکی سرزد ہوتی ہے پس مومنین کے قلوب اپنی طینت کی طرف مائل ہوتے ہیں اور کافروں کے قلوب اپنی طینت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن اورمہ سے انہوں نے عمرو بن عثمان سے انہوں نے منقری سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حبہ عرنی سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین کی بالائی سطح کی مٹی سے پیدا کیا تو اس میں کچھ مٹی شور تھی کچھ نمکین تھی اور کچھ مٹی پاک و شیریں تھی اسی بنا پر ان کی ذریت میں سے کچھ صالح پیدا ہوئے اور کچھ غیر صالح اور ناخلف پیدا ہوئے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے انہوں نے روایت کی حسین بن حسن سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے معاویہ بن شریح سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پانی جاری کیا اور اس سے کہا کہ تو شیریں سمندر بن جا میں تجھ سے اپنی جنت اور اپنے اطاعت گزاروں کو پیدا کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پھر ایک اور پانی پیدا کیا اس سے کہا کہ تو نمکین سمندر بن جا میں تجھ سے اپنی جہنم اور نافرمانوں کو پیدا کروں گا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو آپس میں ملا دیا یہی وجہ ہے کہ مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتے ہیں اور کافر کی نسل سے مومن پیدا ہوتے ہیں اور اگر ان دونوں کو مخلوط نہ کرتا تو اس سے اس کے مثل پیدا ہوتے اور اس سے اس کے مثل پیدا ہوتے۔

(۵) بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے اور انہوں نے روایت کی حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ایک طویل روایت جس کے آخر میں فرمایا یہ جو تم اپنے اصحاب میں بدخلقی اور بیہودگی دیکھتے ہو تو یہ بائیں طرف کے اصحاب سے مخلوط ہونے کا ان میں اثر آگیا ہے اور یہ جو تم اپنے مخالف گروہ میں خوش خلقی اور وقار دیکھتے ہو وہ دائیں جانب کے اصحاب کے مخلوط ہونے سے ان میں اثر آگیا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسن بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے اول مخلوق کے لئے سوال کیا تو آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ شے پیدا کی جس سے ہر شے کو پیدا کیا۔ میں نے پوچھا وہ شے کیا ہے میں آپ پر قربان؟ فرمایا پانی، اللہ تبارک تعالیٰ نے پانی کو دو سمندروں کی شکل میں پیدا کیا ایک شیریں اور دوسرا نمکین۔ جب ان دونوں پانیوں کو پیدا کیا تو ایک نظر شیریں سمندر کو دیکھا اور کہا اے سمندر اس نے کہا لبیک و سعدیک اللہ تعالیٰ نے کہا تجھ میں میری برکت اور رحمت ہے اور تجھ ہی سے میں اپنے اطاعت گزاروں کو اور اپنی جنت کو پیدا کروں گا۔ پھر دوسرے سمندر پر نظر ڈالی اور کہا اے سمندر، اس نے کوئی جواب نہ دیا تین بار آواز دی اے سمندر مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ پر لعنت میں تجھ سے اپنے نافرمانوں اور اپنی جہنم کو پیدا کروں گا۔ پھر ان دونوں کو حکم دیا آپس میں مخلوط ہو جاؤ۔ امام نے فرمایا اسی وجہ سے مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہوتے ہیں۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان و ابی الربیع سے یہ دونوں مرفوع روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پانی خلق کیا اور اسے شیریں بنایا اس سے اپنے مطیع بندوں کو خلق کیا پھر ایک پانی خلق کیا اور اسے تلخ بنایا اور اس سے اپنے نافرمان

بندوں کو پیدا کیا پھر ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں آپس میں مخلوط ہوگئے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مومن کی نسل میں صرف مومن اور کافر کی نسل میں صرف کافر ہی پیدا ہوتے۔

باب (۷۸) گناہ اور قبولیت توبہ کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن لعفر خزاز سے انہوں نے عمر بن مصعب سے انہوں نے فرات بن احنف سے انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت آدم گناہ نہ کرتے تو تاابد کوئی مومن گناہ نہ کرتا اور اگر حضرت آدم کی توبہ قبول نہ ہوتی تو پھر تاابد کسی گنہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

باب (۷۹) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں باہمی میل محبت اور آپس اختلاف ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے حسین بن ابی العلاء سے انہوں نے حبیب سے اور ان سے بیان کیا ایک مرد ثقہ نے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اس وقت عہد و پیمان و میثاق کیا جب کہ وہ قبل خلقت سایہ کی شکل میں تھے اور جن روحوں کے درمیان وہاں میل ملاپ تھا یہاں بھی میل ملاپ ہے اور جن روحوں کے درمیان وہاں اختلاف تھا یہاں بھی اختلاف ہے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے حبیب سے اور انہوں نے ایک راوی سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے مجھ سے کہا تم ارواح کے متعلق کیا کہتے ہو کیا وہ گروہ، گروہ تھیں جن کا آپس میں وہاں میل ملاپ تھا ان کا میل ملاپ یہاں بھی ہے اور جن کا وہاں آپس میں اختلاف تھا یہاں بھی ہے میں نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں ایسا ہی ہے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے عہد و پیمان لیا جبکہ وہ قبل خلقت سایہ کی شکل میں تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **واذا اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم علی انفسهم** (اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا تو خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۱۷۲ آپ نے فرمایا جس نے وہاں اقرار کیا اس کی الفت بھی یہاں رہی وہ جس نے وہاں انکار کیا اس کا اختلاف یہاں بھی رہا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی ایوب بن نوح سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبدالاعلیٰ آل سام کے غلام سے اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ ان کی اصل خلقت کیسے ہوئی ہے تو دو آدمیوں میں کبھی اختلاف نہ ہوتا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے روایت کی ابو الخیر صالح بن ابی حماد سے انہوں نے احمد بن حلال سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبدالمومن انصاری سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ **اختلاف امتی رحمتہ** (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ سچ کہتے ہیں تو میں نے عرض کیا اگر ان کا اختلاف رحمت ہے تو پھر ان کا اجتماع و اتحاد عذاب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا وہ مطلب جو تم نکالتے اور وہ لوگ نکالتے ہیں وہ نہیں ہے بلکہ آنحضرت کا مطلب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **فلولا نفر من کل فرقته منهم طائفته ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا**

رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ کرتے اور واپس جاکر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے) سورۃ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ کچھ لوگ ہر فرقے کے رسول اللہ کے پاس آئیں اور آمد و شد رکھیں تاکہ علم دین حاصل کریں پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ کر میں اپنی تعلیم دیں اس آیت میں شہروں سے اختلاف (آنا جانا) مراد ہے دین میں اختلاف نہیں اس لئے کہ اللہ کا دین ایک ہے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔

باب (۸۰) وہ سبب جس کی بنا پر مومنین کے اندر حدت اور گرمی ہوتی اور ان کے مخالفین میں نہیں ہوتی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابن اذینہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ان جناب کی خدمت میں حاضر تھے کہ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کا ذکر آیا ہم لوگوں نے کہا کہ ان میں گرم مزاجی ہے تو آپ نے فرمایا کہ مومن کی علامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس میں گرمی ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہمارے اصحاب میں تو عام طور پر گرمی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس وقت ان کو عالم ذر میں پیدا کیا تو اصحاب یمین کو حکم دیا کہ تم لوگ جہنم میں داخل ہو وہ داخل ہوئے تو اس کی گرمی سے متاثر ہوئے اور یہ گرمی ان میں اسی وجہ سے ہے اور اصحاب شمال سے کہا کہ جو اصحاب یمین کے مخالف تھے کہ تم اس میں داخل ہو مگر وہ اس میں داخل نہ ہوئے تو اسی لئے ان میں گرمی نہیں ہے سکون و وقار ہے۔

باب (۸۱) کان میں تلخی لبوں میں شیرینی آنکھوں میں نمکینی اور ناک میں برودت کے اسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن ابراہیم بن ہاشم۔ روایت کرتے ہوئے احمد بن عبداللہ عقیلی قرشی سے انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ قرشی سے ایک مرفوع حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ حضرت ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے ان سے کہا اے حنیفہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسائل میں قیاس سے کام لیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دیکھو قیاس سے کام نہ لیا کرو اس لئے کہ سب سے پہلے جس نے قیاس سے کام لیا وہ ابلیس تھا جس وقت کہ اس نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا تو اس نے آگ اور مٹی کے مابین قیاس کیا اگر اس نے حضرت آدم کی نورانیت اور آگ کی نورانیت کے درمیان قیاس کیا ہوتا تو ان دونوں نوروں میں پتہ چل جاتا کہ کون ایک دوسرے سے افضل و بہتر ہے۔ اچھا اب تم صرف اپنے سر کے درمیان ہی قیاس کر کے یہ بتاؤ کہ تمہارے دونوں کانوں کے اندر تلخ مادہ کیوں ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے اندر قیاس نہیں کر سکتے تو پھر دنیا کے اندر سارے حلال و حرام کا قیاس کر کے کیسے حکم چلا سکتے ہو۔ ابو حنیفہ نے کہا اے فرزند رسول آپ فرمائیں کہ ایسا کیوں ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کانوں کے اندر تلخ مادہ اس لئے رکھا کہ جو چیز اس میں داخل ہو وہ مر جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو طرح طرح کے کیڑے مکوڑے اس میں داخل ہو کر بنی آدم کو قتل کر دیتے اور دونوں ہونٹوں میں شیرینی اس لئے رکھی تاکہ انسان تلخ و شیریں کا مزہ محسوس کرے اور آنکھوں میں نمکینی اس لئے کہ یہ دونوں چربی کی ہیں اگر آنکھ میں نمک نہ ہوتا تو یہ پگھل جائیں اور ناک کو تر اور بہنے والی رکھا تاکہ اگر سر میں کوئی مادہ ہو تو وہ اس سے نکل جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ بھاری ہو جاتا اور اس میں بیماری پیدا ہو جاتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن ابی حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے

ابو زرعہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن عمار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ قرشی نے انہوں نے روایت کی شبرمہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ خدا سے ڈرو اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کرو اس لئے کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے۔ اس کے بعد آپ نے کہا کیا تم اپنے بدن میں سے سری کے متعلق قیاس سے کام لے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں تلخی اور نرخروں میں بدبو اور پانی اور لبوں میں شیرینی کو کیوں رکھا؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو چربی سے بنایا اور ان میں نمکینی رکھکر بنی آدم پر احسان کیا کیوں کہ اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو وہ پگھل جاتیں اور کانوں میں تلخی رکھدی اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں کیڑے مکوڑے گھس جاتے اور دماغ کو چاٹ جاتے اور نرخروں میں تری اور پانی رکھدیا تاکہ اس سے سانس اوپر جائے اور نیچے آئے اور اس سے خوشبو اور بدبو کا احساس ہو اور لبوں کو شیریں رکھا تاکہ ابن آدم اپنے کھانے اور پینے کی لذت محسوس کرے۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا بتاؤ وہ جملہ کون سا ہے جس کا پہلا حصہ شرک ہے اور دوسرا حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لاالہ الا اللہ ہے اگر صرف لاالہ کہے تو شرک اور الا اللہ کہے تو ایمان ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کون سا گناہ بڑا ہے قتل نفس یا زنا؟ ابو حنیفہ نے کہا قتل نفس۔ آپ نے فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے قتل نفس کے لئے صرف دو گواہ قبول کئے اور زنا کے لئے چار گواہ سے کم قبول نہیں کیا۔ یہ بتاؤ نماز بڑی چیز ہے یا روزہ؟ ابو حنیفہ نے کہا نماز۔ آپ نے فرمایا کہ پھر زن حائضہ کے لئے یہ کیوں حکم ہے کہ اپنے روزوں کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہیں۔ اب تمہارا قیاس کہاں رہا لہٰذا اللہ سے ڈرو اور قیاس مت کرو۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ قرشی سے اور انہوں نے یہ روایت مرفوع کی اور کہا کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا اے ابو حنیفہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تم دین میں اپنے قیاس سے فتویٰ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں قیاس کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ بری بات ہے قیاس نہ کیا کرو سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اس نے کہا مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے اس نے صرف آگ اور مٹی کو سامنے رکھ کر قیاس کیا اگر وہ آدم کی نورانیت اور آگ کے نور کو سامنے رکھتا تو اسے پتا چلتا کہ ان دونوں نوروں میں کس کو فضل و شرف حاصل ہے۔ اچھا ذرا تم اپنے جسم میں سے صرف سر کے متعلق میرے سامنے قیاس کر کے بتاؤ کہ دونوں کانوں میں تلخی، دونوں آنکھیں نمکین کیوں، دونوں لب شیریں کیوں اور ناک میں تری کیوں ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا مجھے نہیں معلوم تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو پھر قیاس کے ذریعے حلال و حرام کیسے بتا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا فرزند رسول آپ ہی بتائیں کہ آخر ایسا کیوں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کا مادہ تلخ رکھا تاکہ اس میں کوئی کیڑا مکوڑا نہ گھس جائے اور اس سے آدمی مر نہ جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو کیڑے مکوڑے انسان کو مار ڈالتے اور آنکھوں کو نمکین قرار دیا اس لئے کہ یہ دونوں چربی ہیں اگر نمکین نہ ہوتیں تو پگھل جاتیں اور لبوں کو شیریں قرار دیا تاکہ ابن آدم میٹھے اور کڑوے کا مزہ پا سکے اور ناک کو تر اور بہتا ہوا بنایا تاکہ سر میں جو بیماری بھی ہو اس کو خارج کر دے اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ بھاری ہو جاتا اور مرض میں مبتلا ہو جاتا۔

احمد ابن ابی عبداللہ کہتے ہیں اور بعض نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کانوں میں تلخی اس لئے ہے کہ ان دونوں کا علاج ممکن نہیں اور لبوں کے ذکر کے موقع پر فرمایا اس میں شیریں لعاب پیدا کر دیا تاکہ کھانے اور پینے کے مزے کی تمیز کر سکیں اور ناک کے ذکر میں فرمایا کہ اگر ناک کے اندر برودت نہ ہوتی تو اس میں روکنے کی طاقت نہ ہوتی تو اس کی حرارت سے دماغ پگھل کر بہہ جاتا۔

(۴) اور احمد بن ابی عبداللہ نے بیان کیا اور روایت کی اس کی معاذ بن عبداللہ نے بشیر بن یحییٰ عامری سے اور انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے

ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور نعمان (ابو حنیفہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ہم لوگوں کو خوش آمدید کہا اور پوچھا اے ابن ابی لیلیٰ یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ صاحب کوفے کے رہنے والے ہیں اور ایک صاحب رائے اور صاحب نقد و نظر ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید وہی ہیں جو ہر شے میں قیاس کر کے اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اے نعمان تم اپنے سر کا مناسب قیاس کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو اور چیزوں کے متعلق کیا قیاس کر سکو گے۔ اچھا بتاؤ آنکھوں میں نمکینی کیوں ہے؟ کانوں میں تلخی کیوں ہے؟ ناک کے نرخرے میں تری کیوں اور منہ کے اندر شیرینی کیوں ہے؟ انہوں نے کہا یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں وہ کلمہ معلوم ہے جس کا پہلا حصہ شرک اور دوسرا حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں آپ پر قربان جن چیزوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ان کی وضاحت سے ہم لوگوں کو محروم نہ چھوڑیں۔ آپ نے فرمایا بہتر سنو مجھ سے بیان میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے طاہرین کے واسطے سے روایت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو دونوں آنکھوں کو دو چربی کے ٹکڑوں سے بنایا اور ان میں نمکینیت رکھدی اور اگر ایسا نہ کرتا تو وہ پگھل کر بہہ جاتی اور اگر ان میں کوئی خس و خاشاک پڑ جاتا تو بہت اذیت دیتا آنکھوں میں جو خس و خاشاک پڑ جاتا ہے یہ نمکینیت اس کو نکال کر پھینک دیتی ہے اور کانوں میں جو تلخی رکھی ہے وہ دماغ کے لئے ایک حجاب ہے کان میں اگر کوئی کیڑا مکوڑا پڑ جائے تو فوراً اس میں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اگر یہ تلخی نہ ہو تو وہ دماغ تک پہنچ جائے اور ناک میں تری کو بھی دماغ کی حفاظت کے لئے رکھا اگر اس میں تری نہ ہو تو دماغ گرمی سے پگھل کر بہہ جائے اور منہ میں شیرینی رکھی یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تاکہ وہ کھانے پینے کی لذت حاصل کر سکے اور وہ کلمہ جس کا اول شرک اور آخر ایمان ہے وہ لاالہ الا اللہ ہے کہ اس کا اول کفر ہے اور آخر ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے نعمان قیاس چھوڑو اس لئے کہ میرے والد نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دین میں قیاس سے کام لے گا اپنی رائے سے تو اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ابلیس کا ہم نشین کرے گا اس لئے کہ سب سے پہلے اسی نے قیاس سے کام لیا تھا جس وقت اس نے یہ کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے لہٰذا رائے اور قیاس کو چھوڑو اس کے تو وہ لوگ قائل ہیں جو دینی احکامات کے لئے کوئی دلیل و حجت نہیں رکھتے اس لئے کہ دین الٰہی لوگوں کی رائے اور قیاسات سے نہیں وضع کیا گیا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو زبیر بن شبیب بن انس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک کندی نوجوان آیا اس نے ایک مسئلہ میں فتویٰ پوچھا آپ نے فتویٰ بتایا اور وہ واپس کوفہ چلا گیا پھر کچھ دن بعد میں ابو حنیفہ کی خدمت میں گیا تو اتفاق سے اسی کندی نوجوان نے وہی مسئلہ ابو حنیفہ سے پوچھا اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بالکل برعکس اس کو فتویٰ دیا یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا اور کہا افسوس اے ابو حنیفہ میں حج کے موقع پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا کہ دیکھا کہ اسی نوجوان کندی نے آپ جناب سے بعینہ یہی مسئلہ پوچھا تو ان کا فتویٰ تمہارے فتویٰ کے بالکل برعکس تھا تو ابو حنیفہ نے کہا جعفر ابن محمد کیا جانتے ہیں مجھ کو ان سے زیادہ علم ہے میں لوگوں سے ملا ہوں اور لوگوں کے منہ سے سنا ہے کہ جعفر ابن محمد صرف صحفی ہیں انہوں نے کتب سابقہ سے علم حاصل کیا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم میں ایک حج ضرور کروں گا خواہ مجھے گھٹنیوں چل کر جانا پڑے۔ پھر حج کی فکر میں لگا رہا آخر حج کا موقع ملا میں نے حج کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور ابو حنیفہ کی بات انہیں بتلائی آپ یہ سن کر ہنسے اور فرمایا اس کا یہ کہنا کہ میں صحفی ہوں یہ تو درست ہے میں نے اپنے آباء ابراہیم و موسیٰ کے صحیفے پڑھے ہیں میں نے عرض کیا پھر اور کسی کے پاس اس طرح کے صحیفے کہاں ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی آپ کے پاس تھے

کے اصحاب کا مجمع تھا آپ نے خادم سے کہا دیکھو کون ہے۔ خادم نے جاکر دیکھا اور آکر کہا ابو حنیفہ ہیں آپ نے فرمایا بلالو۔ ابو حنیفہ اندر آئے اور سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیدیا۔ انہوں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے کیا بیٹھنے کی اجازت ہے؟ مگر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ رہے اور ان سے محو گفتگو رہے اور ان کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ پھر ابو حنیفہ نے دوسری اور تیسری دفعہ بیٹھنے کی اجازت چاہی مگر آپ ملتفت نہیں ہوئے تو ابو حنیفہ بلا اجازت بیٹھ گئے۔ جب آپ کو اس کا علم ہو گیا کہ وہ بیٹھ گئے ہیں تو ادھر ملتفت ہوئے اور بولے ابو حنیفہ صاحب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا وہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا آپ فقیہ اہل عراق ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پوچھا آپ کس چیز سے فتویٰ دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا کتاب خدا اور سنت رسول سے۔ فرمایا اے ابو حنیفہ تمہیں کتاب خدا کی کماحقہ معرفت ہے اور ناسخ و منسوخ کو جانتے ہو؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم نے ایسے علم کا دعویٰ کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سوائے صاحبان کتاب کے جن پر وہ کتابیں نازل کی ہیں اور کسی کے لئے قرار نہیں دیا ہے یہ تو ہمارے نبی کی ذریت میں سے صرف خاص لوگوں کے لئے ہیں (جو وارث کتاب ہیں) تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ایک حرف کا بھی وارث نہیں بنایا اور اگر تم ویسے ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے تو اللہ کے اس قول سیروا فیھا لیالی وایاما اٰمنین (تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن و امان سے چلو پھرو) سورۃ سبا۔ آیت نمبر ۱۸ کے متعلق بتاؤ اس سے مراد روئے زمین کا وہ کون سا خطہ ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا خطہ ہے۔ یہ سنکر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم لوگ تو جانتے ہو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان لوگوں پر ڈاکے پڑتے ہیں، لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لئے جاتے ہیں، جان کو خطرہ ہوتا ہے، لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ یہ سنکر ابو حنیفہ دم بخود رہے۔ آپ نے پھر کہا اے ابو حنیفہ اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ کے اس قول سے ومن دخلہ کان اٰمنا (جو شخص اس میں داخل ہوا اس نے امن پالیا) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۹۷ روئے زمین پر وہ کون سی جگہ مراد ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا خانہ کعبہ۔ آپ نے فرمایا مگر تم کو معلوم ہے کہ حجاج بن یوسف نے منجنیق نصب کی خانہ کعبہ پر سنگ باری کرائی اور عبداللہ بن زبیر کو قتل کرایا تو کیا عبداللہ ابن زبیر کو خانہ کعبہ میں امان ملی۔ ابو حنیفہ بالکل چپ رہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر فرمایا اے ابو حنیفہ یہ بتاؤ اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آجائے جس کا جواب کتاب خدا اور احادیث رسولؐ میں نہ ملے تو اس وقت تم کیا کرو گے؟ ابو حنیفہ نے کہا میں اس وقت کسی اور مسئلہ پر اس کا قیاس کرلوں گا اور اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ پیشاب زیادہ نجس اور گندہ ہے یا جنابت؟ ابو حنیفہ نے کہا جی پیشاب۔ آپ نے کہا پھر لوگ جنابت کے بعد تو غسل کرتے ہیں اور پیشاب کے بعد غسل نہیں کرتے۔ ابو حنیفہ پھر خاموش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ یہ بتاؤ کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ ابو حنیفہ نے کہا نماز۔ آپ نے پوچھا کہ پھر عورت پر کیوں روزے کی قضا ہے مگر نماز کی نہیں۔ یہ سن کر ابو حنیفہ پھر خاموش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اب تم (ایک فقہی مسئلہ) بتاؤ ایک شخص کی کنیز ام ولد تھی (یعنی وہ کنیز جس کے مالک کے نطفہ سے بچہ پیدا ہو گیا) اس ام کے لڑکی تھی اور اس شخص کی ایک زوجہ بھی تھی جو لاولد تھی۔ ام ولد کی لڑکی اپنے باپ سے ملنے کے لئے آئی۔ وہ شخص بعد فراغت نماز صبح اٹھا اور اس نے اپنی زوجہ سے ہم بستری کی اور فوراً حمام چلا گیا اس کی زوجہ نے چاہا کہ ام ولد فریب دے کر اپنے شوہر کے آگے اسے بدنام کرے اس لئے وہ گرم گرم منی دبائے ہوئے آئی اور اس پر چھاپ پڑی اور اس کے ساتھ وہ کرنے لگی جو ایک مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے نتیجہ میں اس کے نطفہ قرار پاگیا۔ اب بتاؤ اس مسئلہ میں تمہارا فتویٰ کیا ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا نہیں خدا کی قسم اس کے متعلق تو میرے پاس کوئی چیز نہیں میں کیا بتاؤں؟ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ ایک شخص جس نے اپنی ایک کنیز کا اپنے ایک غلام سے نکاح کردیا اور وہ غلام غائب ہو گیا اور اس کی اس زوجہ سے بچہ پیدا ہوا۔ پھر اس غلام کی اس ام ولد (کنیز سے) ایک اور بچہ ہے اتفاق سے مکان گر گیا اور دونوں کنیزیں اور مال دہیں دب کر مر گئے یہ بتاؤ وارث کون ہو گا۔ ابو حنیفہ نے کہا واللہ اس کے متعلق بھی میرے پاس کوئی علم نہیں ہے۔

اس کے بعد ابو حنیفہ نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، ہمارے یہاں کوفہ میں ایک گروہ ہے خیال ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو فلاں فلاں اور

فلاں سے برات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا افسوس ہے اے ابو حنیفہ معاذ اللہ ایسا تو نہیں ہے پھر تم کیا چاہتے ہو؟ ابو حنیفہ نے کہا پھر آپ خط لکھ دیں آپ نے کہا کیا لکھ دوں؟ ابو حنفیہ نے کہا آپ ان لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اس سے باز آجائیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ میرا حکم نہ مانیں گے۔ ابو حنیفہ نے کہا واہ کیسے نہیں مانیں گے جب آپ کا خط ہو گا اور میں قاصد ہوں گا تو وہ کیوں نہ مانیں گے آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم نے نادانی کی بات کی یہ بتاؤ ہمارے اور کوفہ کے درمیان کتنے فرسخ کا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے اتنے فرسخ ہیں کہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے فرمایا اور اس وقت ہمارے اور تمہارے درمیان کتنا فاصلہ ہے انہوں نے کہا کہ کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ آپ نے کہا غور کرو تم میرے گھر میں داخل ہوئے بیٹھنے کی اجازت چاہی مسلسل تین مرتبہ میں نے تمہیں اجازت نہ دی مگر تم میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے میری مرضی کے خلاف جب تم نے اتنے قریب ہو کر میری بات نہیں مانی تو پھر وہ لوگ اتنے دور ہو کر میری بات کیا مانیں گے؟

راوی کا بیان ہے کہ (اب اس کا جواب ابو حنیفہ کیا دیتے) اٹھے اور امام جعفر صادق کی پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ اعلم الناس میں اتنا علم تو میں نے کسی عالم کے پاس نہیں دیکھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے سلیمان حریری سے انہوں نے معاذ بن بشیر سے اور انہوں نے یحییٰ عامری سے انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ نعمان (ابو حنیفہ) بھی تھے تو انہوں نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ ایک مرد کوفی ہیں صاحب نقد و نظر ہیں اور صاحب رائے ہیں ان کو نعمان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید یہی وہ ہیں جو ہر مسئلہ میں قیاس سے کام لیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یہ وہی ہیں۔ یہ سن کر آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے نعمان کیا تم اپنے سر کے متعلق قیاس کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو پھر دوسروں کی اشیاء کے متعلق کیا قیاس کر سکو گے۔ اچھا یہ بتاؤ کیا تم اس کلمہ کو جانتے ہو جس کا پہلا حصہ کفر اور آخری حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آنکھوں میں نمکینیت، کانوں میں تلخی، نرخروں میں تری اور لبوں میں شیرینی کیوں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہم لوگوں کے لئے ان سب کی وضاحت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی دونوں آنکھوں کو چربی کے دو ٹکڑوں سے خلق فرمایا اور اس میں نمکینیت پیدا کی اگر ایسا نہ ہوتا تو آنکھیں پگھل کر بہہ جاتیں علاوہ بریں آنکھوں میں اگر کوئی تنکا وغیرہ پڑ جاتا ہے تو یہ نمکینیت اس کو باہر نکال پھینکتی ہے اور کانوں میں تلخی اس لئے پیدا کی کہ دماغ اس کی وجہ سے محفوظ رہے کوئی کیڑا مکوڑا اگر اس میں گھس جائے تو فوراً اس کی تلخی کی وجہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اگر ایسا نہ ہو تو وہ رینگتے ہوئے دماغ تک پہنچ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر احسان کرتے ہوئے لبوں میں شیرینی رکھدی تاکہ اس سے وہ لعاب دہن اور کھانے پینے کی لذت محسوس کرے ناک کے نرخروں میں تری اس لئے کہ وہ دماغ کے اندر سے ہر فاسد مادے کو باہر نکال دے۔ میں نے عرض کیا وہ کونسا کلمہ ہے جس کا اول کفر اور آخر ایمان ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کسی شخص کا کہنا کہ لا الٰہ الا اللہ ہے کہ اس کا پہلا حصہ لا الٰہ کفر ہے اور آخری حصہ الا اللہ ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے نعمان قیاس سے پرہیز کرو اس لئے کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص ایک شے پر دوسری شے کا قیاس کرے اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ابلیس کا ہم نشین بنادے گا اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے اپنے رب کے مقابلہ پر قیاس کیا تھا اس لئے اپنی رائے اور اپنے قیاس کو ترک کرو کیونکہ کسی کی رائے اور کسی کے قیاس سے دینی احکامات وضع نہیں کئے گئے ہیں۔

باب (۸۲) وہ سبب جس کی بنا پر لوگ عقل رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے احمد بن ابی محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے معمر بن یحییٰ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ لوگ عقل و سمجھ رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے ؟ آپ نے فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلق کیا تو ان کی اجل کو ان کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھا اور ان کی امیدوں و تمناؤں کو ان کی پشت پر رکھا مگر جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو اپنی امیدوں اور خواہشوں کو سامنے رکھا اور اجل کو پس پشت ڈال دیا اسی بنا پر لوگ عقل و سمجھ رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے۔

باب (۸۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے احمقوں کے رزق میں وسعت دی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ربیع بن محمد المسلی سے انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے احمقوں کے رزق میں وسعت اس لئے دی تاکہ عقلمند اس سے سبق لیں اور یہ جان لیں کہ دنیا عقل یا کسی حیلہ و تدبیر سے نہیں ملتی۔

باب (۸۴) وہ سبب جس کی بنا پر انسان کبھی کبھی بلا سبب غمزدہ اور محزون ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی بلا وجہ خوش اور مسرور ہو جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی نے انہوں نے روایت کی ابن عباس سے انہوں نے اسباط سے انہوں نے ابو عبدالرحمن سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں کبھی کبھی یک بیک محزون ہو جاتا ہوں حالانکہ مجھے اپنے اہل و عیال کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا اور کبھی کبھی یک بیک خوش و مسرور ہو جاتا ہوں جبکہ مجھے اپنے اہل و عیال و مال متاع کے متعلق کچھ خبر نہیں ہوتی آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے ساتھ ایک ملک اور ایک شیطان نہ ہو۔ جب فرحت و خوشی ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ ملک قریب ہے جب حزن ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ شیطان قریب ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے الشیطن یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا واللہ واسع علیم (اور دیکھنا شیطان کا کہنا نہ ماننا وہ تم کو تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۶۸۔

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مالک نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن مدین نے جو مالک بن حارث اشتر کی اولاد میں سے تھے انہوں نے روایت کی محمد بن عمار سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ ہمارے اصحاب میں سے ایک صاحب اور تھے میں نے ان جناب سے عرض کیا کہ فرزند رسول آپ پر قربان میں کبھی غمگین ہو جاتا ہوں

لیکن اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا ؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ حزن اور خوشی جو تم لوگوں تک پہنچتی ہے ہم لوگوں کی طرف سے پہنچتی ہے اس لئے کہ جب کوئی غم یا کوئی خوشی ہم لوگوں تک آئے گی تو وہ تم لوگوں تک بھی پہنچے گی کیونکہ ہم لوگ اور تم لوگ نور خدا سے پیدا ہوئے ہم لوگوں کی طینت اور تم لوگوں کی طینت ایک ہے اگر تم لوگوں کی طینت ویسی ہی چھوڑ دی جاتی جیسی کہ دی گئی تھی تو ہم اور تم دونوں برابر تھے مگر تمہاری طینت کے ساتھ تمہارے دشمنوں کی طینت مخلوط کر دی گئی اگر ایسا نہ ہوتا تو تم لوگ بھی تا ابد کوئی گناہ نہ کرتے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا ہم لوگوں کی طینت اور ہم لوگوں کا نور پھر پلٹ کر ایسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا ؟ آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اے بندہ خدا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ سرخ شعاع جب سورج سے نکلتی ہے تو وہ سورج سے متصل رہتی ہے یا سورج سے نکل کر دور پہنچتی ہے ؟ میں نے عرض کیا وہ سورج سے نکل کر دور پہنچتی ہے آپ نے فرمایا مگر جب سورج غروب ہونے لگتا ہے تو یہ شعاع دور رہ جاتی ہے یا سمٹ کر سورج تک واپس پہنچ جاتی ہے ؟ میں نے عرض کیا واپس سورج کے پاس پہنچ جاتی ہے اور جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا پس خدا کی قسم نور خدا سے ہم لوگوں کی مثال بھی ایسی ہے اسی سے پیدا ہوئے اور اسی طرف واپس جائیں گے۔ خدا کی قسم تم لوگوں کی شفاعت کی جائے گی اور تمہیں شفاعت نصیب ہوگی اور تم میں سے ہر شخص کے بائیں جانب جہنم ہوگی اور داہنے جانب جنت ہوگی اس کے دوست جنت میں جائیں گے اور اس کے دشمن جہنم میں جائیں گے۔

باب (۸۵) مشابہ اور حافظہ کا سبب اور یہ کہ لوگ اپنے چچا یا اپنے ماموں کے مشابہ کیوں ہو جاتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے علی بن حکم سے اور انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ اکثر لوگ اپنے ماموں سے مشابہ ہوتے ہیں اور اکثر لوگ اپنے چچا سے ؟ آپ نے فرمایا کہ مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے۔ عورت کا نطفہ زرد اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آجائے تو بچہ اپنے باپ اور چچا سے مشابہ ہوگا اور عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آگیا تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوگا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بذریعہ اس خط کے جو انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے اور انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچے اپنے باپ اور چچا کے مشابہ ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرد کا نطفہ سبقت لے گیا تو بچہ اپنے باپ اور چچا کے مشابہ ہوگا اور اگر عورت کا نطفہ سبقت لے گیا تو بچہ اپنی ماں اور ماموں کے مشابہ ہوگا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یوسف خلال نے انہوں نے بیان کیا کہ کہا کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن خلیل محرمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن بکر سہمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید طویل نے انہوں نے روایت کی انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سنی تو وہ کھیت میں کام کر رہا تھا اسے چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں جس کا جواب نبی یا وصی نبی کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا۔ (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے ؟ (۲) اہل جنت کی پہلی غذا کیا ہوتی ہے ؟ (۳) بچہ اپنے باپ یا اپنی ماں کی شکل پر کیوں جاتا ہے ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیلؑ نے آکر مجھے ان باتوں کی خبر دی ہے عبداللہ بن سلام نے کہا کیا آپؐ کے پاس جبرئیلؑ خبر لائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا وہی تو ملائکہ میں یہودیوں کے دشمن ہیں راوی کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ (کہدو کہ جو جبرئیل کا دشمن

ہے (وہ جان لے) کہ اس نے اس قرآن کو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے) سورۃ البقرہ۔آیت نمبر ۹۷ پہلا سوال یعنی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ مشرق میں ایک آگ بلند ہوگی جو مغرب کی طرف آئے گی دوسرا سوال کہ اہل جنت کی پہلی غذا تو وہ زیادہ تر مچھلی کا جگر ہوگا تیسرے سوال کا جواب وہ یہ کہ اگر مرد کا نطفہ سابق ہو جائے عورت کے نطفہ سے تو بچے کی شکل باپ کی طرف جائے گی۔ عبداللہ بن سلام نے کہا۔ **اشھد ان لاالہ الااللہ واشھدانک رسول اللہ** ۔ مگر قوم یہود تو پہلے سے ہی مبہوت ہے اب اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لاچکا ہوں تو آپ اور میرے متعلق لوگوں سے پوچھنے سے پہلے ہی وہ لوگ مجھ کو بھی مبہوت کر دیں گے۔ اس کے بعد یہودی لوگ رسول اللہؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا یہ عبداللہ بن سلام کون ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بہترین باپ کے بہترین بیٹے اور ہمارے سردار کے فرزند ہمارے سردار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ اسلام لائیں تو پھر تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ ان لوگوں نے کہا خدا کی پناہ (ایسا کیسے ممکن) اتنے میں عبداللہ بن سلام باہر آگئے اور پکار کر کہا **اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمدا رسول اللہ** یہ سن کر وہ لوگ بولے ہمارے اندر بدترین باپ کے بدترین بیٹے ہیں اور یہ کہہ کر چلے گئے تو عبداللہ بن سلام نے کہا یا رسول اللہ مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد ابن عبداللہ بن زرارہ سے روایت کرتے ہوئے علی بن عبداللہ نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رحم کے اندر دو نطفے آپس میں ملتے ہیں ان میں جو زیادہ ہوا وہ اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے اگر عورت کا نطفہ زیادہ ہوا تو بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا اور مرد کا نطفہ زیادہ ہو تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا پھر یہ نطفہ رحم میں چالیس دن تک اپنی حالت کو بدلتا رہتا ہے اب اگر کوئی چاہے تو اس چالیس دن کے اندر خلق ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ لے پھر اللہ تعالیٰ رحم کے فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس کو اٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے پروردگار لڑکا بنے یا لڑکی؟ تو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو چاہتا ہے وحی کر دیتا ہے اس کے بعد فرشتہ پھر کہتا ہے پروردگار اس کو بدبخت ہونا ہے یا نیک بخت؟ تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کی طرف وحی کر دیتا ہے فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے پھر اس کے بعد پھر عرض کرتا ہے پروردگار اس کا رزق کتنا ہو اور اس کی عمر کتنی ہو؟ پھر وہ فرشتہ یہ اور وہ تمام چیزیں جو اس کو دنیا میں ملیں گی وہ اس کے ماتھے پر لکھ دیتا ہے۔ پھر اس کو واپس لاتا ہے رحم میں ڈال دیتا ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **ما اصاب من مصیبتہ فی الارض ولا فی انفسکم الافی کتب من قبل ان نبراھا** (نہ کوئی مصیبت زمین میں پہنچی اور نہ تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ قبل اس کے کہ ہم نے اسے پیدا کیا وہ ایک کتاب میں موجود ہے) سورۃ الحدید۔آیت نمبر ۲۲۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین بن جنید بزاز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ الفرا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ثور نے اور انہوں نے روایت کی معمر سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے عبداللہ بن مرہ سے انہوں نے ثوبان سے ان کا بیان ہے کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ میں آپ سے چند سوال کروں گا آپؐ اس کا جواب دیں یہ سن کر ثوبان نے اس کو ایک لات ماری اور کہا تم رسول اللہؐ کہو۔ اس نے کہا میں تو اسی نام سے پکاروں گا جو ان کے گھر والوں نے ان کا نام رکھا ہے۔ پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول ہے **یوم تبدل الارض غیرالارض والسموات** (جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے) سورۃ ابراہیم۔آیت نمبر ۴۸ اس دن زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے تو یہ بتائیں پھر اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا محشر سے پہلے ظلمت کے اندر۔ اس نے کہا اہل جنت جب اس میں داخل ہوں گے تو پہلی غذا کیا کھائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا مچھلی کا جگر۔ پھر پوچھا وہ کیا پئیں گے؟ فرمایا سلسبیل۔ اس یہودی نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد کہا کیا میں آپؐ سے ایک ایسی بات پوچھوں جس کا علم سوائے

نبی کے اور کسی کو نہیں ہوتا؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا بچے کی ماں، باپ سے مشابہ ہونے کی وجہ؟ آپؐ نے فرمایا مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ زرد اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ غالب آجائے تو لڑکا پیدا ہوگا حکم خدا سے اور اگر عورت کا نطفہ غالب آجائے تو لڑکی پیدا ہوگی اذن خدا سے اور اس طرح پیدائش سے قبل ہی اس کی شبیہ بن جاتی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے کہا اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کچھ تو نے سوال کیا اس کے متعلق پہلے مجھے کوئی علم نہ تھا ابھی ابھی اس نشست میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ کیا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن خالد برقی سے انہوں نے ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے اور انہوں نے ابوجعفر ثانی (امام علی النقی علیہ السلام) سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین علیہ السلام حضرت سلمان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے اور امام حسن علیہ السلام کو ساتھ لئے ہوئے تشریف لائے اور مسجد حرام میں آکر بیٹھ گئے اتنے میں ایک خوش ہیئت و خوش پوش مرد آپ کی خدمت میں آیا اور بولا یا امیرالمومنینؑ میں آپ سے تین مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر آپ نے بتادیا تو میں سمجھوں گا کہ قوم نے آپ کے معاملہ میں خود اپنا ہی نقصان کیا اور وہ اپنے دین و دنیا کسی میں بھی محفوظ نہیں اور اگر آپ بتا نہ سکے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ اور یہ لوگ سب یکساں اور برابر ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ تو اس نے کہا۔ بتائیں کہ ایک شخص جب سو جاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے اور ایک شخص کیسے یاد کر لیتا ہے اور کیسے بھول جاتا ہے؟ اور ایک شخص کے بچے چچا اور ماموں سے مشابہ کیسے ہو جاتے ہیں؟ یہ سن کر امیرالمومنینؑ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد تم ان سوالوں کا جواب دیدو۔ امام حسنؑ نے اس مرد سے کہا تمہارا یہ سوال کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے تو سنو اس کی روح ریح سے متعلق ہو جاتی ہے اور ریح ہوا سے اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک سونے والا جاگنے کے لئے حرکت نہ کرے اور جب اللہ اذن دیتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے اس طرح کہ روح کو ریح سے کھینچ لیا جاتا ہے اور ریح کو ہوا سے کھینچ لیا جاتا ہے اور روح صاحب روح کے بدن میں آکر ساکن ہو جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو کہ صاحب روح کو اس کی روح واپس کر دی جائے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے اور پھر صاحب روح کو اس کی روح دوبارہ محشور ہونے تک واپس نہیں کی جائے گی۔ تمہارا دوسرا سوال کہ آدمی کیسے یاد کرتا ہے اور بھول کیسے جاتا ہے تو آدمی کا قلب ایک ڈبیہ میں ہوتا ہے اور اس ڈبیہ پر ایک طباق ڈھکا ہوتا ہے اگر آدمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کامل و تام بھیجے تو اس ڈبیہ سے وہ طباق کا ڈھکن ہٹ جاتا ہے اور آدمی جو کچھ بھول گیا ہے اسے یاد آجاتا ہے۔ تمہارا تیسرا سوال بچہ اپنے چچا یا ماموں سے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد اپنی زوجہ کے پاس سکون قلب بھری ہوئی رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا نطفہ اس کی زوجہ کے رحم میں سکون کے ساتھ قرار پاتا ہے تو بچہ اپنے باپ اور ماں کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور اگر مرد اپنی زوجہ کے پاس اس حال میں جاتا ہے اس کا قلب ساکن نہیں ہے اس کی رگیں بھری ہوئی نہیں ہیں اس کا بدن مضطرب ہے تو اس کا نطفہ بھی رحم میں پہنچ کر مضطرب ہوگا اور اندر ونی رگوں میں سے کسی رگ پر گرے گا اب اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو چچاؤں کے لئے ہے تو بچہ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا اور اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو ماموں کے لئے ہے تو یہ بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ یہ جواب سن کر اس مرد سائل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ کے سوا اس اللہ کے اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی بھی دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور ان کے بعد ان کی حجت پر قائم ہیں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے امیرالمومنینؑ کو مخاطب کیا اور کہا میں اس کی گواہی ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ پھر امام حسنؑ کو مخاطب کرکے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان کے (امیرالمومنین) کے وصی اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے بعد حسین اپنے باپ کے وصی ہوں گے اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی ابن الحسین ان کے جانشین ہوں گے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن علی جانشین ہوں گے علی ابن الحسین کے میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر جعفر ابن

محمد جانشین ہوں گے محمد بن علی کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر موسیٰ بن جعفر جانشین ہوں گے جعفر ابن محمد کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر علی ابن موسیٰ جانشین ہوں گے موسیٰ بن جعفر کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر محمد ابن علی جانشین ہوں گے علی ابن موسیٰ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر علی ابن محمد جانشین ہوں گے محمد بن علی کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر حسن ابن علی جانشین ہوں گے علی بن محمد کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اولاد حسین میں سے ایک مرد حجت ہو گا جس کا نہ نام لیا جا سکتا ہو گا اور نہ جس کو اس کنیت سے پکارا جا سکتا ہو گا۔ اس کی حکومت سب پر غالب آئے گی وہ زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم بھری ہوئی ہو گی اور اب یا امیر المومنینؑ آپ میرا سلام قبول فرمائیں آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص اٹھا اور چلا گیا تو امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا اے ابو محمد دیکھو یہ کہاں جا رہا ہے۔ امام حسنؑ نکلے اور واپس آکر عرض کیا کہ وہ تو مسجد سے باہر پاؤں رکھتے ہی معلوم نہیں کہاں غائب ہو گیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابو محمد ان کو پہچانا یہ کون ہیں؟ امام حسنؑ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول اور امیر المومنینؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ یہ کون تھے۔ فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

باب (۸۶) وہ سبب جس کی بنا پر اکثر لوگوں میں ایک طرح کی عقل ہوتی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے آبائے کرام کے واسطے سے روایت کرتے ہوئے عمر بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے عقل کو کس چیز سے پیدا کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو ایک ملک کی شکل میں پیدا کیا جس کے اتنی تعداد میں سر ہیں جتنی تعداد تمام خلائق کی ہے خواہ اب تک پیدا ہو چکے یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں گے اور اس کے ہر سر میں ایک چہرہ ہے اور ہر آدمی کے لئے اسی عقل کے سروں میں سے ایک سر ہے اور اس انسان کا نام اسی سر کے چہرے پر لکھا ہوا ہے اور ہر چہرے پر ایک پردہ لٹکا ہوا ہے وہ پردہ اس چہرے سے اس وقت تک نہیں ہٹایا جا سکتا جب تک کہ وہ پیدا ہو کر حد بلوغت کو نہیں پہنچ جاتے مرد ہو یا عورت۔ اور جب وہ پردہ ہٹایا جاتا ہے تو اس انسان کے قلب میں وہ نور آجاتا ہے جس سے وہ اپنے واجبات مستحبات نیک و بد کو سمجھ لیتا ہے۔ آگاہ رہو کہ قلب کے اندر عقل ایسی ہے جیسے کسی گھر کے درمیان کوئی چراغ روشن ہو۔

باب (۸۷) وہ سبب جس کی بنا پر انسان میں اعضاء و جوارح پیدا ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید الحسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن صہیب بن عباد ابن صہیب نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد سے انہوں نے ربیع مصاحب منصور سے اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دربار میں تشریف لائے اس وقت منصور کے پاس ایک مرد ہندی طب کی کتابیں پڑھ کر منصور کو سنا رہا تھا امام جعفر صادق علیہ السلام خاموش بیٹھے ہوئے سنتے رہے جب وہ مرد ہندی سنا کر فارغ ہوا تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے بولا جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ کو چاہیے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے اس سے بہتر ہمارے پاس خود موجود ہے۔ اس نے کہا آپ کے پاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں حار کے علاج بارد سے کرتا ہوں اور بارد کا حار سے رطب کا یابس سے علاج کرتا ہوں اور یابس کا رطب سے اور تمام امور خدائے عزوجل کے حوالے کر دیتا ہوں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو

کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرتا ہوں چنانچہ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ واضح رہے کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز خود ایک دوا ہے اور میں بدن کو اس طرف پلٹاتا ہوں جس کا وہ عادی ہو۔ مرد ہندی نے کہا یہی تو طب ہے اس کے علاوہ اور کیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے طب کی کتابیں پڑھ کر یہ سبق حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں نے جو کچھ لیا ہے صرف اللہ سے لیا ہے۔ اچھا بتاؤ میں علم طب زیادہ جانتا ہوں یا تم؟ مرد ہندی نے کہا نہیں آپ سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اچھا یہ دعویٰ ہے تو میں تم سے کچھ سوال کرتا ہوں۔ اے ہندی یہ بتاؤ کہ سر میں ہڈیوں کے جوڑ کیوں ہیں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اور سر کے اوپر بال کیوں بنائے گئے ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اور پیشانی کو بالوں سے خالی کیوں رکھا گیا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اور پیشانی پر یہ خطوط اور لکیریں کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا دونوں ابروؤں کو دونوں آنکھوں کے اوپر کیوں قرار دیا گیا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ آنکھیں بادام کی طرح کیوں بنائی گئیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں بنائی گئی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ ناک کے سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا ہونٹ اور مونچھیں منہ کے اوپر کیوں بنائی گئیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ سامنے کے دانت تیز کیوں ہیں؟ واڑھ کے دانت چوڑے اور سے کے دانت لمبے کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا مردوں کے داڑھی کیوں نکلتی ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم فرمایا بتاؤ ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہوتی ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ ناخنوں اور بالوں میں جان کیوں نہیں ہوتی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ انسان کا دل صنوبری شکل کا کیوں بنایا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ پھیپھڑوں کو دو ٹکڑوں میں کیوں بنایا گیا اور اس کی حرکت اپنی جگہ پر کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ جگر ابھرا ہوا کبڑے کی شکل کا کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ گردہ لوبیا کے دانے جیسی شکل کا کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ گھٹنے پیچھے کی طرف کیوں مڑتے ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (تجھے نہیں معلوم یہ درست ہے) لیکن مجھے معلوم ہے۔ اب مرد ہندی نے کہا (آپ کو معلوم ہے تو) بتلایئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سر میں ہڈیوں کے جوڑ اس لئے ہیں کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے اگر یہ بلا جوڑ اور بلا فصل ہوں تو بہت جلد سر میں درد ہونے لگتا ہے جوڑ و فصل کی وجہ سے درد سر دور رہتا ہے اور سر پر بالوں کی پیدائش اس لئے ہے تاکہ اس کی جڑوں کے ذریعے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچے اور اس کے اطراف سے بخارات نکلتے رہیں اور سر، گرمی و سردی کے اثرات کو دور رکھے اور پیشانی کو بالوں سے خالی اس لئے رکھا گیا کہ وہاں سے آنکھوں کی طرف روشنی کی ریزش ہوتی ہے اور پیشانی پر خطوط (لکیریں) اس لئے ہیں کہ سر سے جو پسینہ بہہ کر آنکھوں کی طرف آئے وہ اس پر رکا رہے جس طرح زمین پر نہریں اور دریا جو پانی کو پھیلنے سے بچاتی ہیں۔ اور آنکھوں پر یہ دونوں ابرو اس لئے پیدا کئے گئے کہ آنکھوں تک بقدر ضرورت روشنی پہنچے۔ اے ہندی کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ روشنی تیز ہوتی ہے تو لوگ اپنی آنکھوں کے اوپر ہاتھ رکھ لیتے ہیں تاکہ اس تک بقدر ضرورت روشنی پہنچے اور ان دونوں آنکھوں کے درمیان ناک اللہ نے اس لئے رکھدی تاکہ دونوں کے درمیان روشنی برابر تقسیم ہو جائے اور آنکھوں کو بادام کی شکل میں اس لئے بنایا تاکہ اس میں سرمہ کی سلائی مع دوا مناسب طور پر چل سکے اور آنکھوں کا مرض دور ہو سکے۔ اور ناک کے سوراخ اس لئے نیچے رکھے گئے تاکہ دماغ سے جو فاسد مادہ نکلے وہ نیچے گر جائے اور ناک سے خوشبو اوپر جائے۔ اگر یہ سوراخ اوپر ہوتے تو نہ دماغ کا فاسد مادہ نیچے گرتا اور نہ کسی شے کی خوشبو وغیرہ ملتی اور مونچھیں اور ہونٹ منہ کے اوپر اس لئے رکھے گئے تاکہ وہ دماغ سے بہتے ہوئے فاسد مادے کو روکے اور منہ تک نہ پہنچے تاکہ انسان کے کھانے پینے کی چیزوں کو آلودہ نہ کرے۔ اور مردوں کے چہرے پر داڑھی اس لئے تاکہ ایک نظر میں عورت و مرد کی پہچان ہو سکے۔ اور پتہ چل جائے کہ آنکھوں کے سامنے مرد ہے یا عورت اور سامنے کے دانتوں کو تیز اس لئے بنایا کہ اس سے چیزوں کو کاٹتے ہیں اور ڈاڑھ کے دانت چوکور اس لئے کہ اس سے غذا کو پیستا ہے اور سے کے دانت کو طویل اس لئے رکھا تاکہ ڈاڑھیں اور سامنے کے

والت مستحکم رہیں جس طرح کسی عمارت کے ستون ہوں۔ ہتھیلیوں کو بالوں سے اللہ نے اس لئے خالی رکھا کہ انسان اسی سے چھوتا اور مس کرتا ہے اگر ان دونوں میں بال ہوں تو انسان کو پتہ نہ چلے کہ کیا چیز چھو رہا ہے اور بال و ناخن کو حیات سے اس لئے خالی رکھا کہ اس کا طویل ہونا گندگی کا سبب ہے اس کا تراشنا اچھا ہے اگر دونوں میں جان اور حیات ہوتی تو انسان کو اس کے کاٹنے میں تکلیف ہوتی اور قلب صنوبر کے پھل کی مانند اس لئے ہے کہ وہ سرنگوں رہے اور اس کا سر پتلا رہے اس لئے کہ وہ پھیپھڑوں میں داخل ہو کر اس سے ٹھنڈک حاصل کرے تاکہ اس کی گرمی سے دماغ بھن نہ جائے اور پھیپھڑوں کو دو ٹکڑوں میں اس لئے بنایا تاکہ ان دونوں کے بیچ اور دباؤ میں وہ اندر رہے اور ان کی حرکت سے راحت حاصل کرے۔ اور جگر کو کبڑے کی شکل اس لئے دی تاکہ وہ معدہ پر وزن ڈالے اور پورا اس پر گر جائے اور نچوڑ دے تاکہ وہ بخارات وغیرہ جو اس میں ہیں نکل جائیں اور گردے کو لوبیا کے دانے جیسی شکل اس لئے دی تاکہ منی کا انزال اس پر قطرہ قطرہ ہوتا ہے اگر یہ چوکور یا گول ہوتا تو پہلا قطرہ دوسرے کو روک لیتا اور اس کے خروج سے کسی جاندار کو لذت محسوس نہ ہوتی کیونکہ منی ریڑھ کی گرہوں سے گردہ پر گرتی ہے جو کیڑے کا مانند سکڑتا ہے اور پھیلتا رہتا ہے اور منی کو ایک ایک قطرہ کرکے مثانے کی طرف پھینکتا رہتا ہے جیسے کمان سے تیر۔ اور گھٹنے کو پیچھے کی طرف اس لئے اللہ نے موڑا کہ انسان اپنے آگے کی طرف چلے تو اس کی حرکت معتدل رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلنے میں گر پڑتا۔ اس مرد ہندی نے کہا آپ کو یہ علم کہاں سے ملا؟ فرمایا میں نے یہ علم اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انہوں نے حضرت جبرئیلؑ سے اور انہوں نے اس رب العالمین سے جس نے تمام اجسام و ارواح کو خلق کیا۔ اس مرد ہندی نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اسی اللہ کے اور محمدؐ اس کے رسول اور بندے ہیں اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

باب (۸۸) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ احمق ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعدی آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی نظر میں احمق سے زیادہ ناپسندیدہ شے پیدا ہی نہیں کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی پسندیدہ ترین شے سلب کرلی اور وہ ہے عقل۔

(۲) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے حسن بن جہم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شخص کی دوست اس کی عقل ہوتی ہے اور اس کی دشمن اس کی جہالت ہوتی ہے۔

باب (۸۹) وہ سبب جس کی بنا پر ہتھیلی کے اندرونی طرف بال نہیں اگتے ہتھیلی کی پشت پر اگتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن حکم نے انہوں

نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہتھیلی کی اندرونی جانب بال نہیں اگتے اور بیرونی جانب بال اگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ وہ زمین جس پر لوگ کام کرتے رہتے ہیں اسے گھستے ہیں اور اس پر کثرت سے چلتے ہیں اس پر کوئی چیز نہیں اگتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جسم کے ان حصوں میں ہے جو برابر چیزوں سے ملاقی ہوتی رہے گی اور اس پر بال نہیں اگے گا تاکہ چیزوں کو چھو کر نرم و سخت کا احساس ہو اور بال وغیرہ بھی درمیان میں حائل نہ ہو اور بقائے خلق اس کے بغیر ممکن نہیں۔

باب (۹۰) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں سلام کے موقع پر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنے کا رواج ہو گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب یمانی سے انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ سے آدم کو سجدہ کرالیا اور ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا یہاں سے نکل جا تو رجیم ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ اے آدم تم ان ملائیکہ کے مجمع میں جاؤ اور کہو "السلام علیکم ورحمته الله وبركاته" پس حضرت آدمؑ نے فرشتوں کو جاکر سلام کیا، فرشتوں نے جواب میں کہا "وعليكم السلام ورحمته الله وبركاته" اس کے بعد جب حضرت آدمؑ اپنے رب کی طرف پلٹے تو آپ کے رب نے کہا اے آدم یہ تمہارا اور تمہارے بعد تمہاری ذریت کا تا یوم قیامت سلام رہے گا۔

باب (۹۱) زود فہمی اور دیر فہمی

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ میرے پاس ایسے آتے ہیں کہ میں ان سے ذرا سی بات کرتا ہوں اور وہ میرا پورا مطلب سمجھ لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جن سے میں پوری بات کرتا ہوں تو وہ پوری بات سمجھ لیتے ہیں بلکہ وہ ہماری پوری بات کو سنا بھی دیتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا اور کچھ لوگ ایسے آتے ہیں کہ میں ان سے پوری بات کہہ لیتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نے کیا کہا دوبارہ بیان کیجئے؟ آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق کیا تم نہیں سمجھتے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن سے تم نے ذرا سی بات کی اور وہ تمہارا پورا مطلب سمجھ گئے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا نطفہ عقل کے ساتھ ہی خمیر ہوا ہے اور وہ لوگ جو پوری بات سن کر پوری بات سمجھ لیتے ہیں اور پھر اس کو سنا بھی دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو بطن مادر ہی میں عقل دیدی گئی۔ اور وہ لوگ پوری بات سننے کے بعد کہتے ہیں میں سمجھا نہیں پھر سے کہئیے یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کو عقل ملتی ہے وہی کہتے ہیں کہ پھر کہئیے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی اور آپ نے فرمایا کہ انسان کا ستون عقل ہے اور عقل سے ہی زیرکی، سمجھ، حافظہ اور علم سب ملتا ہے اور جب اس کی عقل کی تائید نور سے ہوتی ہے تو وہ شخص عالم، حافظ، زیرک اور فہیم ہوتا ہے اور عقل ہی سے انسان کامل ہوتا ہے وہی اس کی رہنما راستہ دکھانے والی اور اس کے تمام امور کی کنجی ہے۔

باب (۹۲) خوش خلقی اور بد خلقی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ ابن ثابت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن عروہ سے انہوں نے یزید بن معاویہ عجلی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پاس جنت سے ایک حوریہ نازل فرمائی تو آپ نے اپنے دو لڑکوں میں سے ایک لڑکے کا نکاح اس حوریہ سے کر دیا اور دوسرے لڑکے کا نکاح جنیہ سے فرمایا اور ہم لوگ سب کے سب ان ہی دونوں سے پیدا ہوئے چنانچہ انسانوں میں جتنے لوگ خوش شکل اور خوش خلق نظر آتے ہیں وہ حوریہ سے ہیں اور جتنے بد خلق نظر آتے ہیں وہ جنیہ سے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ آپ نے اپنے لڑکوں کا نکاح اپنی لڑکیوں سے کیا ہو۔

باب (۹۳) وہ سبب جس کی بنا پر کسی شخص کا اپنی اولاد کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں کہ یہ بچہ نہ مجھ سے مشابہ ہے نہ میرے آباؤ اجداد سے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن الحسین بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بچے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے باپ سے لے کر حضرت آدمؑ تک کے درمیان تمام صورتوں کو یکجا کرتا ہے اور پھر ان میں سے کسی ایک شکل پر بچہ کو پیدا کرتا ہے لہٰذا کسی سے یہ کہنا ہرگز مناسب نہیں کہ یہ بچہ میرے یا میرے آباؤ اجداد میں سے کسی ایک کے مشابہ نہیں ہے

باب (۹۴) وہ سبب جس کی بنا پر باپ کو اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی اولاد کو باپ سے نہیں ہوتی

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم لوگ اپنے دلوں میں جتنی محبت پاتے ہیں اتنی محبت ہماری اولاد کے دلوں میں ہم لوگوں کی محبت نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب تم سے ہیں اور تم ان سے نہیں ہو۔

باب (۹۵) بڑھاپے کا سبب اور اس کی ابتداء

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن نوح نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حفص بن بختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ریش مبارک میں ایک سفید بال بڑھاپے کا دیکھا تو عرض کیا پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ وقار ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا یہ وقار ہے تو میرے اس وقار میں اور زیادتی کر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس ابن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن عمار سے انہوں نے نعیم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن صبح کو حضرت ابراہیم نے اپنی ریش مبارک میں ایک سفید بال دیکھا تو کہا اس اللہ کی حمد ہو جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور جس نے مجھے اس عمر تک پہنچایا اور میں نے اس عرصے میں چشم زدن کے لئے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یزید بن ہارون نے روایت کرتے ہوئے عثمان سے اور انہوں نے جعفر بن ریان سے انہوں نے حسن بن حسین سے انہوں نے خالد بن اسماعیل بن ایوب مخزومی سے انہوں نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اسماعیل کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگلے زمانے میں لوگ عمر رسیدہ ہو جاتے تھے مگر ان کے سر کے بال سفید نہ ہوتے تھے اور کسی مجمع میں باپ اور بیٹے پہنچتے تو لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ ان میں باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے لوگوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں سے باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے مگر جب حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ آیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ پروردگار تو مجھے بڑھاپا عطا کر تاکہ میں پہچانا جاسکوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو نے بڑھاپا عطا کیا اور ان کے سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی پیدا کر دی۔

باب (۹۶) انسانی طبائع و شہوات و خواہشات کے اسباب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عمرو بن ابی مقدام سے انہوں نے جابر سے اور انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روئے زمین پر جن اور نسناس کو بستے ہوئے سات ہزار سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک مخلوق کو اپنے ہاتھ سے خلق فرمائے اور جب مشیت الٰہی یہ ہوئی کہ آدم کو پیدا کرے اور اس تقدیر و تدبیر کا ارادہ کر لیا جو آسمان و زمین کے اندر وہ کرنا چاہتا تھا اور اس کے علم میں تھا، تو اس نے آسمانوں کے پردے اٹھا دیئے اور ملائکہ سے کہا تم لوگ روئے زمین پر میری مخلوق جن و نسناس کو دیکھو اب جو ملائکہ نے نظر ڈالی تو یہ دیکھا کہ یہ سب معاصی میں مبتلا ہیں آپس میں خونریزی کر رہے ہیں اور ناحق زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو یہ بات ان کو گراں گزری وہ غضبناک ہوئے اور اہل زمین کے حال پر افسوس کا اظہار کرنے لگے اور انہوں نے عرض کیا کہ پروردگار تو صاحب قوت و قدرت ہے صاحب جبر و قہر ہے تو عظیم الشان ہے اور یہ تیری مخلوق جو تیری زمین پر بستی ہے وہ کمزور و ذلیل ہے تیرے قبضے میں ہے تیرے دیئے ہوئے رزق پر عیش کر رہے ہیں ہر طرح کا سامان عافیت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اس کے باوجود یہ تیری نافرمانی کر رہے ہیں ایسے ایسے عظیم گناہ کر رہے ہیں تجھے تاسف نہیں آتا یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں یا کہتے ہیں اسے دیکھ کر یا سن کر تجھے غصہ نہیں آتا۔ ان کو سزا نہیں دیتا۔ بہرحال تیرے متعلق تو ان لوگوں کی یہ باتیں ہم لوگوں پر بے حد گراں گزری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ملائکہ کی یہ باتیں سنیں تو ارشاد ہوا کہ میں زمین والوں پر اپنا ایک نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور وہ ان لوگوں پر میری مخلوق میں میری زمین پر میری حجت ہوگا۔ ملائکہ نے عرض کیا اے پاک پروردگار تو اس زمین پر ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے اور اس میں خونریزی کرے حالانکہ ہم لوگ تیری حمد کی تسبیح پڑھتے اور تیری تقدیس کا اقرار کرتے ہیں۔ پس ہم لوگوں میں سے کسی کو خلیفہ بنا۔ ہم لوگ نہ زمین میں فساد برپا کریں گے اور نہ خونریزی کریں گے تو اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے ملائکہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے ایک مخلوق پیدا کروں جس کی ذریت کو میں انبیاء مرسلین، صالح بندے اور ہدایت یافتہ آئمہ قرار دوں اور انہیں اپنی زمین پر میں اپنی مخلوق پر اپنا خلیفہ بناؤں جو ہمارے بندوں کو گناہوں سے منع کریں۔ انہیں عذاب سے ڈرائیں

میری اطاعت کی طرف ہدایت کریں اور میرے راستے پر سب کو چلائیں تاکہ حجت تمام ہو اور ان کو ڈرایا جائے اور میں نسناس کی اپنی زمین میں سے بیخ کنی کروں گا اور نافرمان و سرکش جنوں کو اپنی اس مخلوق سے ہٹا کر انہیں ہوا یا زمین کے دور دراز حصوں میں ساکن کروں گا تاکہ وہ ہماری اس مخلوق کی ہمسایہ نہ رہیں اور جنوں کے درمیان اور اپنی اس مخلوق کے درمیان پردہ ڈال دوں گا تاکہ ہماری یہ مخلوق نہ جنوں کو دیکھ سکے نہ ان سے مانوس ہوں نہ ان سے مخلوط ہوں اور نہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں۔ بس اب میری اس مخلوق کی نسل میں سے جس کو ہم نے منتخب کیا ہے اور جن کو ہم ان نافرمانوں اور سرکشوں کی جگہ ساکن کریں گے اور اگر وہ میری نافرمانی کرے گی تو اس کا حشر بھی وہی کریں گے جو ان نافرمانوں کا کریں گے۔ ملائیکہ نے عرض کیا پروردگار تو جو چاہے وہ کر اس لئے کہ ہم لوگوں کو تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے۔ بے شک تو ہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ملائیکہ میں خلق کرنے والا ہوں ایک بشر کو گیلی مٹی سے تو جب میں اسے درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدہ کے لئے جھک جانا اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم حضرت آدمؑ کے متعلق حضرت آدم کی خلقت سے پہلے ہی ملائیکہ کو دے دیا تھا تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم رہے۔

آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے آب شیریں و خوشگوار سے ایک چلو لیا اور اس کو خوب متفاوہ بستہ ہوگیا تو اس سے کہا میں تجھ سے انبیاء و مرسلین و عباد صالحین و آئمہ مہتدین اور جنت کی طرف دعوت دینے والوں اور ان کے متبعین کو تاحیات پیدا کرتا رہوں گا مجھے کسی کی پرواہ نہیں اور جو کچھ میں کروں مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں بلکہ ان ہی لوگوں سے باز پرس کی جائے گی یعنی مخلوقات سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آب تلخ و نمکین سے ایک چلو لیا اور اسے متفاو بستہ ہوگیا تو اس سے فرمایا کہ میں تجھ سے جباروں، فرعونوں، سرکشوں، شیاطین کے بھائیوں اور جہنم کی طرف دعوت دینے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کو قیامت تک پیدا کرتا رہوں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں اور جو کچھ میں کروں مجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں بلکہ ان ہی سے باز پرس کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بداء کی شرط لگائی مگر اصحاب یمین میں بداء کی شرط نہیں لگائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں پانیوں کو ملا دیا اور ان دونوں کو متھ کر اپنے عرش کے سامنے ڈال دیا۔ اور اب وہ دونوں پانی مٹی کے جوہر تھے۔ پھر شمال و جنوب و مشرق و مغرب چاروں طرف کے ملائیکہ کو حکم دیا کہ اس کو ٹھیک کریں ان پر ہلکی ہلکی ہوائیں چلائیں انہیں ریزہ ریزہ کریں اور انہیں بکھیر دیں اور ان میں چار طرح کے طبائع ڈال دیں یعنی ریح و صفرا سودا، بلغم و خون، پس شمال و جنوب مشرق و مغرب کے ملائیکہ اس پر چلے پھرے اور اس میں چاروں طبائع ڈال دیئے۔ پس بدن کے اندر ریح شمال کے ملائیکہ کی طرف سے اور بلغم مشرق کے ملائیکہ کی طرف سے اور سودا مغرب کے ملائیکہ کے طرف سے اور خون جنوب کے ملائیکہ کی طرف سے پیدا ہوگیا۔ خلقت تمام ہوئی اور بدن کامل ہوگیا۔ پس ریح کی وجہ سے اس میں جب حیات اور طول امل و حرص لازم ہوگیا اور بلغم کی وجہ سے کھانے پینے کی خواہش اور نرمی رفق لازم ہوا اور سودا کی وجہ سے غصہ، سفاہت، شیطنیت، تجبر و تمرد و عجلت لازم ہوا اور خون کی وجہ سے اس میں عورتوں کی محبت و لذت، افعال حرام و شہوت لازم آئی عمرو کا بیان ہے کہ مجھے جابر نے بتایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا میں نے یہ حضرت علی علیہ السلام کی کتابوں میں سے ایک کتاب میں تحریر کیا ہوا پایا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا مجھ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے روایت کی متعدد لوگوں سے اور ان لوگوں نے ابی طاہر بن حمزہ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ انسانی طبائع چار ہیں ان میں سے ایک بلغم ہے اور یہ جنگجو دشمن ہے دوسرا خون ہے اور یہ غلام ہے مگر کبھی کبھی غلام اپنے مالک کو قتل کر دیتا ہے تیسرے ریح جو بادشاہ ہے اور ان کو چلاتا ہے۔ چوتھے سودا اس پر افسوس ہے افسوس۔ جب زمین پر زلزلہ آتا ہے تو اس پر کی ہر شے زلزلہ کی نذر ہو جاتی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام ابو

جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جگر میں غلظیت (گاڑھاپن یا سختی) ہوتی ہے۔ پھیپھڑے میں حیات ہوتی ہے اور عقل کا مسکن قلب ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ایک مرفوع حدیث کی روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی طینت کو خلق کیا تو ہر چار طرف کی ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ اس پر چلیں تو ہوائیں چلیں اور ہر ایک ہوا کی طبیعت و خصوصیت طینت آدمؑ نے حاصل کرلی۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے اسماعیل ابن ابی زیاد سکونی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان آگ کی وجہ سے کھانے اور پینے لگا اور نور کی وجہ سے دیکھنے اور کلام کرنے لگا اور ہوا کی وجہ سے سننے اور سونگھنے لگا اور پانی کی وجہ سے کھانے اور پینے کی لذت حاصل کرنے لگا اور روح کی وجہ سے حرکت کرنے لگا۔ اگر اس کے معدہ میں آگ نہ ہوتی تو جو کچھ کھاتا وہ ہضم نہیں ہوتا یہ فرمایا کہ پھر کھانا اور پینا اس کے پیٹ میں خشک پڑا رہ جاتا۔ اور اگر ہوا نہ ہوتی جو آگ اس کے معدہ میں ہے مشتعل نہ ہوتی تو اس کے معدہ کو جلا ڈالتی اور اگر نور نہ ہوتا تو وہ نہ دیکھ سکتا اور نہ سمجھ سکتا اگرچہ صورت اس کی مٹی کی ہے مگر اس کے جسم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے جیسے اس پر کوئی درخت ہو اور اس کے جسم میں خون جیسے زمین میں پانی ہو جس طرح زمین بغیر پانی کے قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح انسان کا جسم بغیر خون کے قائم نہیں رہ سکتا اور ہڈی کا گودا اور حقیقت خون کا مکھن و بالائی جھاگ ہے۔ پس اس طرح انسان دنیا و آخرت کی چیزوں سے مل کر پیدا ہوا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع رکھے گا زمین پر وہ باحیات رہے گا اس لئے کہ وہ آسمان سے زمین پر نازل کیا گیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جدا کر دے گا تو یہی جدائی ہے آخروی ہوئی چیز آسمان کی طرف واپس چلی جائے گی۔ پس زمین میں اس کی حیات اور آسمان میں اس کی موت ہے اس لئے کہ جسم و روح دونوں جدا ہو جائیں گے اب روح اور نور دونوں اپنی سابقہ منزل پر پہنچ جائیں گے اور جسم ہمیں چھوٹ جائے گا اس لئے کہ یہ دنیاوی چیز ہے بلکہ جسم دنیا میں مٹ جائے گا اس لئے کہ ہوا پانی کو جذب کرلے گی تو وہ خشک رہ جائے گی اور اب صرف مٹی باقی رہ جائے گی اور وہ چند دنوں میں بوسیدہ ہو کر چور چور ہو جائے گی اور ہر چیز اپنی سابق اصل کی طرف واپس ہو جائے گی اور روح حرکت کرتی ہے نفس کے ذریعہ اور نفس میں حرکت ہوتی ہے ریح کے ذریعہ۔ پس مومن کا نفس جو نور ہے اس کی تائید عقل سے ہوتی ہے اور کافر کا نفس جو نار ہے اس کی تائید چالاکی و مکر و فریب سے ہوتی ہے تو یہ صورت نار کی ہے اور یہ صورت نور کی ہے اور موت مومن بندوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے اور کافروں کے لئے عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ دو طرح کی سزا دیتا ہے ایک سزا جس کا تعلق روح سے ہے اور دوسری سزا یہ کہ بعض لوگوں کو بعض پر مسلط کر دیتا ہے۔ روحانی سزا بیماری اور فقر و افلاس ہے اور کسی کا کسی پر مسلط ہو جانا یہ عذاب و سزا ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے وکذٰلک نولی بعض الظلمین بعضاً بما کانو یکسبون (اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۲۹ پس اگر روح کا گناہ ہے تو اس کے لئے بیماری اور فقر ہے اور کسی ظالم کا مسلط ہو جانا یہ سزا ہے اور مومن کے لئے یہ سزا دنیا میں ہی دے دی جاتی ہے اور کافر کے لئے یہ سزا دنیا میں ہے پھر آخرت میں اس کے لئے بدترین عذاب بھی ہے اور یہ ساری سزا بغیر گناہوں کے نہیں ہوگی اور گناہ کیا ہے؟ بری خواہشات یہ اگر مومن کی طرف سے ہے تو اس کا شمار خطا و نسیان میں ہوگا اور اگر کافر کی طرف سے تو اس کا شمار دیدہ و دانستہ عمداً۔ انکار حد سے تجاوز اور حسد میں ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کفاراً حسداً من عند انفسھم (یہ صرف حسد کی وجہ سے ہے جو ان کے دلوں میں ہے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۰۹۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ

سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے اپنے نفس کا عرفان یہ ہے کہ وہ اس کے چار طبائع و چار ستونوں اور چار ارکانوں کی معرفت حاصل کرے۔ اس کے چار طبائع خون و سوداو صفراء اور بلغم ہیں اور اس کے چار ستون عقل اور (اسی کیوجہ سے زیرکی) فہم و حفظ اور علم ہیں اور اس کے چاروں ارکان نور و نار و روح وماء (یعنی پانی) ہیں۔ پس نور کے ذریعہ انسان دیکھتا، سنتا اور سمجھتا ہے۔ نار کے ذریعہ کھاتا پیتا ہے۔ روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے اور پانی کے ذریعہ وہ چیزوں کا ذائقہ محسوس کرتا ہے یہ ہے انسان کی بنیادی شکل۔ اب اگر وہ عالم و حافظ ذکی و زیرک و صاحب فہم ہے تو اسے خالص وحدانیت اور اطاعت کے اقرار کے ساتھ یہ معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس جگہ ہے یہ اشیاء کہاں سے آئی ہیں وہ یہاں کس مقصد کے لئے اور کس طرف جانے والا ہے اور کبھی نفس بحالت حرارت اس میں عمل کرتا ہے اور کبھی کبھی بحالت برودت اس میں عمل کرتا ہے۔ پس اگر حرارت ہے تو تکبر، اکڑ، چستی، قتل، چوری، سرور، خوشی، فسق و فجور، زنا، خوشی سے جھومنا اور شان بگھارنا، یہ سب کچھ ہوگا۔ اور اگر برودت ہے تو پھر غم، حزن، عاجزی، پژمردگی، نسیان اور مایوسی ہے اور یہی وہ عوارض ہیں جو مختلف بیماریوں کو راستہ دیتے ہیں اور یہ بیماریاں اول اول اس وقت شروع ہوتی ہیں جب انسان کسی کام میں غلطی کرتا ہے اور اس غلطی میں اس کے مطابق کچھ کھاپی لیتا ہے اور ایسے وقت میں کھاپی لیتا ہے جو اس کے لئے نامناسب ہوتا ہے اس سے مختلف اقسام کے امراض و اسقام پیدا ہوجاتے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعضاء و جوارح و رگیں یہ سب کی سب اللہ کی فوج ہیں جو انسان پر تعینات ہیں جب اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس انسان کو مرض میں مبتلا کردے تو اس کو اس پر مسلط کردیتا ہے اور اللہ جہاں چاہتا ہے یہ فوج اس جگہ سقم پیدا کردیتی ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ روایت کی احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں محمد بن سنان سے اور انہوں نے انہی اسناد کے ساتھ ایک مرفوع روایت کی ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ انسان کے اندر سب سے حیرت انگیز شے اس کا قلب ہے کہ وہ علم و حکمت کا سرچشمہ بھی ہے اور پھر اس میں اس کے اضداد بھی موجود ہیں اگر اس کو کچھ امید پیدا ہوئی تو اس پر طمع سوار ہوجاتی ہے اور جب طمع سوار ہوتی ہے تو اس کو حرص آکر ہلاک کردیتی ہے اور اگر اس کے اندر مایوسی اور ناامیدی آئی تو تاسف اس کو مار ڈالتا ہے اگر اس کو غصہ آیا تو اس کا غیظ شدید ہوجاتا ہے اگر قسمت سے خوشی ملی تو اس کے تحفظ کو بھول جاتا ہے اگر کوئی ہولناک شے سامنے آتی ہے تو اس سے بچنے کی کوشش میں مبتلا ہوجاتا ہے پھر اگر امن نصیب ہوا تو غفلت امن کو سلب کرلیتی ہے اگر کوئی نعمت ہاتھ آئی تو غرور میں گرفتار ہوجاتا ہے اگر کوئی مصیبت آئی تو رونے اور چلانے لگتا ہے۔ اگر مال ہاتھ آگیا تو دولت و ثروت اسے گمراہ کردیتی ہے اگر فاقہ کشی کی نوبت آئی تو بلا میں پھنس جاتا ہے اور اگر بھوک نہ ستایا تو کمزوری نے آکر اسے بٹھادیا۔ اگر پیٹ حد سے زیادہ بھر گیا تو بدہضمی میں گرفتار ہوجاتا ہے لہٰذا ہر کمی مضر اور زیادتی فساد برپا کرتی ہے۔

(۸) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سنان سے اور انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو ایک شخص سے فرماتے ہوئے سنا کہ اے فلاں تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جسم کے اندر قلب کو وہی مقام حاصل ہے جو لوگوں میں امام کو حاصل ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے واجب الاطاعت ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جسم کے تمام اعضاء قلب کے معاون و مددگار اور ترجمان ہیں یہ دونوں کان یہ دونوں آنکھیں یہ ناک یہ منہ یہ دونوں ہاتھ پاؤں یہ شرم گاہ یہ سب کے سب قلب کی طرف سے امور انجام دیتے ہیں چنانچہ قلب جب دیکھنا چاہتا ہے تو انسان اپنی آنکھیں کھول دیتا ہے جب سننا چاہتا ہے تو دونوں کان حرکت میں آجاتے ہیں مسامع کھلتے ہیں اور انسان سنتا ہے جب قلب کچھ سونگھنا چاہتا ہے تو ناک کے ذریعے سونگھتا ہے اور ناک اس خوشبو کو قلب تک پہنچاتی ہے جب بات کرنا چاہتا ہے تو زبان کے ذریعے بات کرتا ہے جب کسی چیز کو گرفت میں لینا چاہتا ہے تو ہاتھ کام کرتے ہیں جب چلنے کا ارادہ کرتا ہے تو پاؤں چلنے لگتے ہیں جب خواہش پوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو شرم گاہ حرکت میں آجاتی ہے اور یہ سب قلب کی نیابت میں اور اسی کی تحریک کا کام

انجام دیتے ہیں جس طرح یہ تمام اعضاء قلب کے مطیع ہیں اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہوں۔

(۹) خبر دی مجھ کو ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان برواذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کی عبدالمنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن منبہ سے روایت کی ہے انہوں نے توریت میں حضرت آدم کی خلقت کے متعلق لکھا ہوا پایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے آدم کو پیدا کیا اور ان کے جسم میں چار چیزیں رکھیں رطوبت، یبوست (خشکی)، حرارت، برودت اور یہ اس لئے کہ ان کو میں نے مٹی اور پانی سے پیدا کیا۔ اس میں نفس و روح ودیعت کردیا۔ پس ہر جسم میں یبوست مٹی کی وجہ سے آئی اور پانی کی وجہ سے آئی اور حرارت نفس کی وجہ سے اور برودت روح کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ پھر جسم کے اس ابتدائی خلقت کے بعد میں نے اس جسم میں چار چیزیں پیدا کیں اور میرے حکم سے جسم ان ہی چیزوں پر قائم اور بغیر ان کے قائم نہیں رہ سکتا اور یہ چاروں بغیر ایک دوسرے کے قائم نہیں رہ سکتے اور وہ سوداء صفراء و بلغم و خون ہیں ان چاروں چیزوں کو ان چار چیزوں میں رکھا یعنی یبوست کو سوداء میں رکھا، رطوبت کو صفراء میں رکھا، حرارت کو خون میں رکھا اور برودت کو بلغم میں رکھا۔ پس جس جسم میں یہ چاروں چیزیں اعتدال پر رہیں گی اور ان میں سے کوئی چیز کم یا سوانہ ہوگی تو اس کی صحت کامل رہے گی اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی زیادہ ہوگئی تو وہ اور تینوں کو مغلوب کردے گی اور جسم میں جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ اس کی وجہ سے سقم پیدا ہوجائے گا اور اگر کم ہو تو اس پر اور تینوں کا دباؤ بڑھ جائے گا وہ کمزور پڑ جائے گی اور مشکل سے اس قابل رہے گی کہ ان تینوں کے ساتھ دے سکے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کو اس کے دماغ میں رکھا اور اس کی مسرت کو اس کی طینت میں اس کے غصہ کو اس کے جگر میں اس کے ارادے کو اس کے قلب میں اس کی رغبت کو اس کے پھیپھڑے میں اس کی ہنسی کو اس کے طحال میں اس کی فرحت کو اس کے سینے میں اس کے کرب کو اس کے چہرے میں رکھ دیا۔

وہب کا قول ہے کہ پس وہ طبیب جو مرض اور دواؤں سے واقف ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مرض کیسے لاحق ہوتا ہے اور یہ چاروں اخلاط میں سے کسی خلط کی زیادتی یا کمی کی وجہ سے ہے اور وہ اس دوا کو بھی جانتا ہے جس سے اس کا علاج ممکن ہے جس خلط میں کمی ہے اس کو کیسے زیادہ کیا جاسکتا ہے یا جس خلط میں زیادتی ہے اس میں کمی کس طرح کی جاسکتی ہے تاکہ جسم اعتدال پر آجائے اور وہ خلط جس میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے وہ دوسرے اخلاط سے اپنا توازن کیسے قائم رکھے پھر یہی اخلاط جن سے یہ مرکب ہے انہی پر بنی آدم کے اخلاق کی داغ بیل پڑی ہے اور ان سے انسان کے اندر اوصاف پیدا ہوتے ہیں پس مٹی سے عزم اور پانی سے نرمی اور حرارت سے حدت اور برودت سے جھکاؤ پیدا ہوتا ہے پس اگر یبوست آگئی تو قوت و سختی پیدا ہوگی اگر رطوبت کی طرف مائل ہے تو نرمی اور کمزوری اور اگر مائل بہ حرارت ہے تو اس کی حدت طیش و سفاہت بنے گی اگر مائل بہ برودت ہے تو اس کا جھکاؤ شک اور کند ذہنی کی طرف ہوگا اور اگر اس کے اخلاط معتدل اور مساوی ہوں گے اور اس کی فطرت میں استقامت ہوگی تو اس کے کام میں قطعیت، عزم میں نرمی، تیزی و حدت میں متانت ہوگی اس کے اخلاق میں سے کوئی خلق اس پر غالب نہ آئے گا وہ جس کو جب چاہے گا مستقل اور جسے چاہے کا بدل دے گا۔ اور وہ ہر خلق کے متعلق یہ بھی جانتا ہے کہ جب وہ اس پر غالب ہو تو کسی شے کو مخلوط کردے تاکہ وہ درست ہوجائے اور ہر خلق کو جیسا معتدل ہونا چاہیئے ہوجائے۔ پس تراب (مٹی) ہے کہ اس میں قوت و بخل و تنگی اور سختی و بے قراری و حرص و یاس و قنوطیت و عزم و گریز ہے اور پانی کی طرف سے اس میں کرم و نیکوکاری و کشادگی و سہولت و توسل و قرب و رجاء، پرامیدی و خوشخبری ہے۔ پس جب کسی صاحب عقل کو یہ خوف ہو کہ تراب کے اخلاق اس پر غالب آرہے ہیں اور وہ اس طرف مائل ہوجائے گا تو اسے چاہیئے کہ تراب (مٹی) کے ہر خلق کے ساتھ پانی کے مخالف خلق کو ملادے۔ قوت (سختی) میں نرمی کو ملادے۔ تنگی میں کشادگی کو، بخل میں عطا کو، سخت دلی میں کرم کو، تنگ دلی میں توسل کو، حرص میں سخاوت کو، یاس میں رجاء کو، قنوطیت میں پرامیدی کو، عزم میں قبول کو، گریز میں ملانے کو مخلوط کردے۔ ہر نفس کی طرف سے اس میں حدت (گرم مزاجی) خفت، لہو و لعب، ضحک (ہنسی) سفاہت، دھوکا، سختی اور خوف پیدا ہوتا ہے اور روح

کی طرف سے اس میں حلم و وقار و عفت و حیاء و بہار و فہم و کرم و صدق و مہربانی پیدا ہوتی ہے اگر کوئی صاحب عقل یہ محسوس کرتا ہے کہ نفس کے اخلاق اس پر چھا رہے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ نفس کے ہر خلق کے ساتھ روح کے کسی خلق کو مخلوط کر دے جو اس کو معتدل بنا دے یعنی حدت کے ساتھ حلم کو، خفت کے ساتھ وقار کو، شہوت کے ساتھ عفت کو، لہو و لعب کے ساتھ حیاء کو، ضحک کے ساتھ فہم کو سفاہت کے ساتھ کرم کو، خداع (دھوکہ) کے ساتھ صدق کو، سختی کے ساتھ مہربانی کو، خوف کے ساتھ صبر کو مخلوط کر دے۔

پھر اسی نفس کی وجہ سے اولاد آدم سنتی بھی ہے، دیکھتی بھی ہے، کھاتی بھی ہے، پیتی بھی ہے، نشست و برخاست بھی کرتی ہے، ہنستی بھی ہے، روتی بھی ہے، خوش بھی ہوتی ہے اور محزون و مغموم بھی ہوتی ہے اور روح کی وجہ سے انسان حق و باطل میں، ہدایت و گمراہی میں، صحیح و غلط میں امتیاز کرتا ہے اسی کی وجہ سے انسان پڑھاتا ہے اور پڑھتا ہے، فیصلہ کرتا ہے اور عدل کرتا ہے۔ حیا کرتا ہے اور مکرم ہوتا ہے۔ تفقہ و تفہیم کرتا ہے۔ حزر کرتا ہے اور اقدام کرتا ہے پھر اس روح کے اخلاق کے پہلو بہ پہلو دس خصلتیں ہیں۔ احقری، ایمان، حلم، علم، عمل، لین، ورع، صدق، صبر، رفق اور انہیں دس اخلاق و خصائل میں پورا دین ہے مگر ان میں سے ہر خلق و خصلت کے ساتھ اس کا دشمن بھی ہے۔ ایمان کا دشمن کفر، حلم کا دشمن حمق، عقل کی دشمن گمراہی، حلم کا دشمن جہل، عمل کا دشمن کسل، لین کا دشمن عجلت، ورع کا دشمن فسق و فجور، صدق کا دشمن کذب، صبر کا دشمن بیقراری و جزع، رفق کا دشمن عنف ہے۔ جب ایمان میں کمزوری آتی ہے تو اس پر کفر مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کے اور ہر اس شے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے جس سے منفعت کی امید ہو اور جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو اس کی نگاہ میں کفر کمزور و بے جان نظر آتا ہے اور جب حلم کمزور ہو جاتا ہے تو حماقت ابھر کر اسے گھیر لیتی ہے اور وہ اسے شرف و بزرگی کے بدلے حقارت کا لباس پہنا دیتی ہے اور جب حلم قائم و مضبوط ہوتا ہے تو حماقت اس کے نزدیک برہنہ ہو کر سامنے آجاتی ہے اور قابل مذمت ہوتی ہے اور جب نرمی قائم رہتی ہے تو وہ خفت اور عجلت سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ حسد کو چھوڑ دیتا اور وقار پیدا ہو جاتا ہے۔ پاکدامنی ظاہر ہوتی ہے سکون نظر آتا ہے اور جب ورع و تقویٰ کمزور پڑتا ہے تو اس پر فسق و فجور مسلط ہو جاتا ہے اور گناہ سرزد ہوتا ہے سرکشی ظاہر ہوتی ہے۔ ظلم کی کثرت ہوتی ہے۔ حماقت کا نزول ہوتا ہے اور باطل پر عمل ہوتا ہے اور جب صدق کمزور ہوتا ہے تو کذب میں زیادتی ہوتی ہے اور افترا و بہتان ہر جانب صاف نظر آتا ہے مگر جب صدق موجود ہوتا ہے تو کذب ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے افترا کی زبان بند اور بہتان بے جان و مردہ ہوتا ہے نیکی و خیر و قریب ہوتا ہے شر دور رہتا ہے اور جب صبر میں کمزوری ہوتی ہے تو دین کمزور ہو جاتا ہے حزن بڑھ جاتا ہے نیکیاں مردہ ہو جاتی ہیں اجر و ثواب معدوم ہوتا ہے شر دور رہتا ہے اور جب صبر مضبوط ہوتا ہے تو دین خالص ہو جاتا ہے حزن و افسوس نہیں رہ جاتا۔ جزع ختم ہو جاتا ہے نیکیوں میں جان آجاتی ہے اجر و ثواب عظیم ہوتا ہے۔ حزم ظاہر ہوتا ہے ذہن سے کمزوری دور ہو جاتی ہے جب انسان رفق کو ترک کر دیتا ہے تو فریب ظاہر ہوتا ہے۔ بد خلقی آجاتی ہے۔ تند خوئی شدید ہو جاتی ہے۔ ظلم کی کثرت ہوتی ہے۔ عدل متروک ہو جاتا ہے۔ منکرات و منہیات کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ حسن سلوک متروک ہوتا ہے سفاہت و بیوقوفی کا اظہار ہوتا ہے۔ حلم و بردباری سے کنارہ کشی ہوتی ہے عقل زائل ہو جاتی ہے علم متروک ہوتا ہے عمل میں فتور آتا ہے دین مردہ اور صبر کمزور اور بزدلی میں اضافہ صدق کی توہین ہوتی ہے اور اہل ایمان کی ساری عبادت خاک میں مل جاتی ہے اور عقل کے اخلاق میں دس اخلاق صالح ہیں۔ حلم، علم، رشد، عفت، حفاظت، حیاء، سنجیدگی، خیر پر مداومت، شر سے کراہت اور ناصح کی اطاعت یہ دس عدد اخلاق جن میں سے ہر ایک خلق سے دس دس خصائل کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ حلم سے حسن عاقبت، لوگوں میں قابل تعریف، باشرف و منزلت، بیوقوفی سے پاک، نیک اعمالی، نکوکاروں کی صحبت، کمینگی سے احتیاط، خساست سے بالاتر ہونا، نرمی کا اشتہا اور بلند درجات کا قرب، علم سے مندرجہ ذیل خصائل متفرع ہوتے ہیں۔ شرف اگرچہ اس کا تعلق کسی طبقے سے کیوں نہ ہو۔ عزت اگرچہ وہ آدمی حقیری کیوں نہ ہو۔ غنیت میں غنا اگرچہ فقیری کیوں نہ ہو قوت اگرچہ وہ ضعیف و کمزوری ہی کیوں نہ ہو۔ شرافت و نجابت اگرچہ انسان حقیری کیوں نہ ہو۔ قرب اگرچہ دور کا تعلق۔ جود و سخاوت اگرچہ بخیل کیوں نہ ہو۔ حیا اگرچہ وہ بے وقت ہی کیوں نہ ہو۔ رعب اگرچہ وہ حقیری کیوں نہ ہو۔ سلامتی اگرچہ وہ سقیم ہی کیوں نہ ہو۔ رشد سے مندرجہ ذیل خصائل پیدا ہوتے ہیں۔ پختگی، ہدایت

نیکی، تقویٰ، عبادت، قصد، کفایت شعاری، قناعت، کرم اور صدق۔ عفت سے مندرجہ ذیل خصائل متفرع ہوتے ہیں۔ کفایت، استکانت، مصادقت، مراقبت، صبر، نصر، یقین، رضا، راحت اور تسلیم۔ سیمانت سے مندرجہ ذیل خصائل پیدا ہوتے ہیں۔ حفظ آبرو، ورع، حسن ثنا، تزکیہ مروت، کرم، غبطہ سرور، متانت و تفکر۔ حیاء سے مندرجہ ذیل خصائل حاصل ہوتے ہیں۔ نرمی، رافت، رحمت، مداومت، بشاشت، مطاوعت، ذل نفس، تقویٰ، ورع اور حسن خلق۔ مداومت علی الخیر سے صلاح، اقتدار، عزت، عاجزی و انکساری، انابت، سیادت، امن، رضائی الناس، حسن عاقبت۔ کراہت شر سے امانتداری، ترک خیانت، برائیوں سے اجتناب، پاکدامنی، صدق، تواضع، تفرع مافوق، ماتحت کے ساتھ انصاف، حسن جوار برے ساتھیوں سے پرہیز، متانت (سنجیدگی سے)، توقیر، سکون، تانی (دیر آنا تاخیر)، حلم، تمکین، حظ، محبت، فلاح، پاکیزگی، انابت، اطاعت ناصح سے زیادتی عقل، کمال سمجھداری، ممدوح الناس، ملامت خلق سے بچاؤ، لڑائی جھگڑے سے دوری، اصلاح حال جو ہو رہا ہے اس پر نگاہ، مستقبل کی تیاری، دستور پر قائم رہنا، ہدایت پر مسلسل قیام۔ پس یہ ایک مرد عاقل کے لئے ایک سو خصائل ہیں۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے علی بن حدید سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس وقت آپ کے پاس بہت سے دوست اور بھی موجود تھے۔ اثنائے گفتگو میں عقل و جہل کا ذکر آگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا عقل اور اس کی فوج کو پہچان لو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور جہل اور اس کی فوج کو پہچان لو ہدایت پا جاؤ گے میں نے عرض کیا جب تک آپ پہچان نہیں کرائیں گے ہم لوگ نہیں پہچان سکتے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یمین عرش کی جانب اپنے نور سے روحانین میں جس کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ عقل ہے اور اس کہا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر کہا آگے آؤ تو وہ آگے آگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا میں نے تجھے ایک عظیم مخلوق بنایا اور تمام مخلوقات پر برتری عطا کی۔ پھر جہل کو ایک کھارے اور سیاہ پانی سے پیدا کیا اس کو حکم دیا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹ گیا پھر اس کو حکم دیا آگے آ مگر اس نے حکم کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا تجھ میں تکبر آگیا تجھ پر لعنت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عقل کو پچھتر (۷۵) کی تعداد میں ایک فوج عنایت کی۔ جب جہل نے یہ دیکھا کہ عقل کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مکرم کیا اور اسے اتنی بڑی فوج دے دی تو اس کے دل میں عقل کی طرف بغض و عداوت پیدا ہوئی اور اس نے کہا پروردگار یہ بھی میری ہی طرح کی ایک مخلوق ہے مگر تو نے اسے اتنا مکرم کر دیا اور اتنی قوت دیدی اور میں اس کی ضد ہوں میرے پاس تو کوئی طاقت بھی نہیں ہے لہٰذا مجھے اس کے برابر فوج عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر اس کے بعد بھی تو نے میری نافرمانی کی تو میں تجھے اپنی رحمت سے نکال باہر کروں گا۔ اس نے کہا مجھے قبول ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پچھتر (۷۵) کی تعداد میں فوج عطا کر دی۔ وہ یہ ہے کہ (۱) خیر جو عقل کا وزیر ہے اور اس کی ضد شر جو جہل کا وزیر ہے۔ (۲) ایمان اور اس کی ضد کفر ہے۔ (۳) تصدیق اور اس کی ضد انکار ہے۔ (۴) رجاء اور اس کی ضد مایوسی و قنوط ہے۔ (۵) عدل اور اس کی ضد جور و ظلم ہے۔ (۶) رضا اور اس کی ضد ناراضگی ہے۔ (۷) شکر اور اس کی ضد کفران نعمت ہے۔ (۸) طمع اس کی ضد یاس ہے۔ (۹) توکل اور اس کی ضد حرص ہے۔ (۱۰) دانائی اس کی ضد نادانی ہے۔ (۱۱) فہم اس کی ضد حماقت ہے۔ (۱۲) عفت اور اس کی ضد ہتک عزت ہے۔ (۱۳) زہد اور اس کی ضد رغبت ہے۔ (۱۴) رفق اور اس کی ضد خرق ہے۔ (۱۵) وہبت اس کی ضد جراءت ہے۔ (۱۶) تواضع اس کی ضد و تکبر ہے۔ (۱۷) تودوت اس کی ضد تسرع ہے۔ (۱۸) حلم اس کی ضد سفاہت ہے۔ (۱۹) صمت اس کی ضد بیہودہ گوئی ہے۔ (۲۰) استلام اس کی ضد استکبار ہے۔ (۲۱) تسلیم اس کی ضد تجبر ہے۔ (۲۲) عفو اس کی ضد دشمنی و کینہ ہے۔ (۲۳) رحمت اس کی ضد قساوت ہے۔ (۲۴) یقین اس کی ضد شک ہے۔ (۲۵) صبر اور اس کی ضد بیقراری ہے۔ (۲۶) معافی اور اس کی ضد انتقام ہے۔ (۲۷) غنی اس کی ضد فقر ہے۔ (۲۸) تذکر اس کی ضد سہو ہے۔ (۲۹) حفظ اس کی ضد نسیان ہے۔ (۳۰) تعطف اس کی ضد قطیعت ہے۔ (۳۱) قناعت اس کی ضد حرص ہے۔ (۳۲) مواسات اس کی ضد منع ہے۔ (۳۳) مودت اس کی ضد عداوت ہے۔ (۳۴) وفا اور اس کی ضد غداری ہے۔ (۳۵) اطاعت اور اس کی ضد معصیت ہے۔ (۳۶) خضوع اور اس کی

ضد تطاول ہے۔ (۳۷) سلامتی اور اس کی ضد بلاء ہے۔ (۳۸) حب اور اس کی ضد بغض ہے۔ (۳۹) صدق اور اس کی ضد کذب ہے۔ (۴۰) حق اور اس کی ضد باطل ہے۔ (۴۱) امانت اور اس کی ضد خیانت ہے۔ (۴۲) اخلاص اور اس کی ضد شرک ہے۔ (۴۳) شہامت اس کی ضد بزدلی ہے۔ (۴۴) تیز ذہن اور اس کی ضد کند ذہن ہے۔ (۴۵) معرفت اس کی ضد انکار ہے۔ (۴۶) مدارات اس کی ضد بتادینا ہے۔ (۴۷) سلامت الغیب اس ضد سماکرہ ہے۔ (۴۸) کتمان اور اس کی ضد افشاء ہے۔ (۴۹) دعا اور اس کی ضد ضائع کرنا ہے۔ (۵۰) صوم اور اس کی ضد افطار ہے۔ (۵۱) جہاد اس کی ضد پسپائی و بزدلی ہے۔ (۵۲) حج اور اس کی ضد میثاق شکنی ہے۔ (۵۳) رازداری اور اس کی ضد چغلخوری ہے۔ (۵۴) والدین کے ساتھ نیک سلوک اور اس کی ضد نافرمانی ہے۔ (۵۵) حقیقت اس کی ضد ریاکاری ہے۔ (۵۶) معروف اس کی ضد منکر ہے۔ (۵۷) ستر اس کی ضد تبرج ہے۔ (۵۸) تقیہ اس کی ضد اعلان ہے۔ (۵۹) انصاف اور اس کی ضد حمیت ہے۔ (۶۰) نظافت اور اس کی ضد پلیدگی ہے۔ (۶۱) حیا اور اس کی ضد خلع ہے۔ (۶۲) قصد اور اس کی ضد عدوان ہے۔ (۶۳) راحت اور اس کی ضد تعب ہے۔ (۶۴) سہولت اور اس کی ضد صعوبت ہے۔ (۶۵) برکت اس کی ضد نحوست ہے۔ (۶۶) عافیت اس کی ضد بلا ہے۔ (۶۷) قوام اس کی ضد مکاثرہ ہے۔ (۶۸) حکمت اور اس کی ضد نقاوت ہے۔ (۶۹) وقار اور اس کی ضد خفت ہے۔ (۷۰) سعادت اور اس کی ضد شقاوت ہے۔ (۷۱) توبہ اور اس کی ضد اصرار ہے۔ (۷۲) استغفار اس کی ضد دھوکہ کھانا ہے۔ (۷۳) محافظت اور اس کی ضد تہاون ہے۔ (۷۴) دعا اور اس کی ضد استنکاف ہے۔ (۷۵) نشاط اور اس کی ضد کسل ہے۔ (۷۶) فرح اور اس کی ضد حزن ہے۔ (۷۷) الفت اس کی ضد فرقت ہے۔ (۷۸) سخاوت اور اس کی ضد بخل ہے۔

الغرض یہ تمام خصلتیں جو عقل کی فوج ہیں وہ سوائے نبی یا وصی یا نبی یا مومن کے جس کے ایمان کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لے لیا ہے اور کسی میں پوری کی پوری جمع ہو ہی نہیں سکتیں اور باقی رہ گئے ہمارے دوستدار تو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان خصائل میں سے بالکل خالی ہو ہر ایک کے اندر اس میں چند خصائل ہیں جس کے ذریعہ جہل کی فوج سے اپنا دفع کر سکے اور وہ اس وقت انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہو گا۔ غرض حق کا اور اک اسی وقت ممکن ہے جب انسان کو عقل اور اس کی فوج اور جہل اور اس کی فوج کی معرفت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ ہم لوگوں اور تم لوگوں کو اپنی اطاعت اور اپنی رضا کے لئے محفوظ رکھے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے روایت کی ابو اسحاق ابراہیم بن ہیثم خفاف سے انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص سے اس نے عبد الملک بن ہشام سے اس نے علی اشعری سے اور انہوں نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحب عقل کی مانند کسی نے اللہ کی عبادت نہیں کی اور انسان کی عقل اس وقت کامل و تام سمجھی جائے گی جب اس میں یہ دس صفات ہوں۔ (۱) لوگ اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہوں۔ (۲) لوگ اس کے شر سے خود کو مامون و محفوظ سمجھتے ہوں۔ (۳) اس کی طرف سے مستقلاً خیر کثیر ہو (۴) اس کے مقابلے میں دوسروں کی طرف سے بہت کم خیر ہو۔ (۵) جو لوگ اپنی حاجت طلب کرنے کے لئے اس کے پاس آئیں ان سے کڑھن محسوس نہ کرتا ہو۔ (۶) مرتے دم تک طلب علم سے نہ تھکے۔ (۷) اس کے نزدیک غنیٰ کے مقابلے میں فقر (۸) عزت کے مقابلے میں ذلت زیادہ پسند ہو۔ (۹) دنیا میں اس کا حصہ صرف قوت یعنی کھانے اور زندگی بسر کرنے پر ہو۔ (۱۰) معاشرے میں اس انداز سے رہے کہ جو بھی اسے دیکھے وہ یہ کہے کہ یہ مجھ سے زیادہ بہتر اور مجھ سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ دنیا میں اسے دو طرح کے اشخاص ملیں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے بہتر ہوں گے اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے برے ہوں گے پس جو وہ اپنے سے بہتر اور متقی سے ملے تو اس سے تواضع سے پیش آئے اس جیسا بنے اور ان سے ملحق ہو جائے اور جب وہ اپنے سے برے شخص سے ملے تو سمجھے کہ شاید اس کا باطن اچھا ہو اور صرف بظاہر خراب ہو یا یہ کہ شاید اس کا خاتمہ خیر پر ہو۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کی بڑائی میں اضافہ ہو گا اور اپنے اہل زمانے کا سردار بن جائے گا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی نہشل سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی حمزہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو طینت اعلیٰ علیین سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کے دلوں کو بھی اس طینت سے پیدا کیا جس سے ہم لوگ اور ان کے ابدان کو اس سے پست طینت سے پیدا کیا اسی بنا پر لوگوں کے دل ہم لوگوں کی طرف مڑتے ہیں اس لئے کہ ان کے دل اسی طینت سے بنے ہیں جس سے ہم لوگ بنے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی کلا ان کتب الابرا ر لفي علبين ۝ وماادرک ماعلیون ۝ کتب مرقوم ۝ یشھدہ المقربون ۝ (یہ ہرگز نہیں مانیں گے یقیناً نیکوں کا نوشتہ علیین میں ہوگا اور تجھے کس چیز نے بتلایا کہ علیون کیا چیز ہے وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے اس پر (اللہ تعالیٰ کے) مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں) سورۃ مطففین۔ آیت نمبر ۱۸/۱۹/۲۰/۲۱ اور دشمنوں کو طینت سجین سے خلق کیا اور ان کے ابدان کو اس سے بھی بدتر طینت سے پیدا کیا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی کلا ان کتب الفجار لفي سجين ۝ وماادرک ماسجين ۝ کتب مرقوم ۝ ویل یومئذ للمکذبین ۝ (یقیناً بدکار کتاب سجین میں ہیں اور تجھے کس نے بتایا کہ سجین کیا چیز ہے ایک کتاب ہے لکھی ہوئی اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے) سورۃ مطففین۔ آیت نمبر ۷/۸/۹/۱۰۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ حمیری نے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی نعیم ہذلی سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کے قلوب و ابدان دونوں کو طینت علیین سے خلق فرمایا اور مومنین کے قلوب بھی اسی طینت سے خلق کئے مگر ان کے ابدان کو اس کے علاوہ دوسری طینت سے خلق کیا۔ اور کافروں کے قلوب و ابدان کو طینت سجین سے خلق کیا اور پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں مخلوط کر دیا یہی وجہ ہے کہ مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کی نسل سے مومن اور اسی وجہ سے مومن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور کافروں سے نیکیاں ظہور میں آتی ہیں۔ پس مومنین کے قلوب ادھر مائل ہوتے ہیں جس سے پیدا ہوئے ہیں اور کافروں کے قلوب اس طرف مائل ہوتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے جنہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا محمد بن سنان کی طرف اور انہوں نے روایت کی زید شحام سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اس نور سے پیدا کیا جس سے اس نے طینت اعلا علیین میں ودیعت کیا ہوا تھا اور ہمارے شیعوں کے قلوب کو اس طینت سے خلق کیا جس سے ہمارے ابدان خلق ہوئے اور ان کے ابدان کو اس طینت سے پیدا کیا جو طینت اعلا علیین سے پست درجہ کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب ہم لوگوں کی طرف مائل ہیں کیونکہ وہ اس طینت سے خلق ہوئے ہیں جس سے ہمارے ابدان خلق ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی کی تلاوت فرمائی کلا ان کتب الابرا ر لفي علبين ۝ وماادرک ماعلبيون ۝ کتب مرقوم ۝ یشھدہ المقربون ۝ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کے قلوب کو طینت سجین سے پیدا کیا اور ان کے ابدان کو اس سے بھی پست طینت سے پیدا کیا اور ہمارے دشمنوں کے ماننے والوں کے قلوب کو اس طینت سے خلق کیا جس سے ہمارے دشمنوں کے ابدان خلق ہوئے اسی بنا پر ان کے قلوب ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی کی تلاوت فرمائی کلا ان کتب الفجار لفی سجین ۝ وماادرک ماسجين ۝ کتب مرقوم ۝ ویل یومئذ للمکذبین ۝

(۱۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی یحییٰ واسطی سے انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور ہماری روحوں کو اس سے بھی اعلیٰ طینت سے خلق کیا اور ہمارے شیعوں کی روحوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور ان کے اجسام کو اس سے پست طینت سے پیدا کیا۔ تو یہ ہے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے درمیان قرابت اور اسی بنا پر ان کے قلوب ہم لوگوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن عرزمی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے جابر جعفی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے اندر کچھ خیر و بھلائی ہے تو اپنے قلب پر نظر کرو اگر وہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی معصیت کرنے والوں سے بغض و نفرت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ تم میں خیر و بھلائی ہے اور اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے اور اگر وہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی معصیت کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ تم میں ذرا بھی خیر و بھلائی نہیں ہے اور اللہ بھی تم سے نفرت کرتا ہے اور آدمی اسی کے ساتھ محشور ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

باب (۹۷) اللہ کی معرفت اور اس سے انکار کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ کے اس قول **واذا خذ ربک من بنی ادم من ظهور ہم ذریتهم واشهد هم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی** (اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کے پیٹوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا یعنی ان سے پوچھا کہ میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں وہ کہنے لگے ہاں تو ہمارا پروردگار ہے) سورۂ اعراف۔ آیت نمبر ۱۷۲ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس آیت سے معرفت ثابت ہے۔ اس کے بعد لوگ اسے بھول گئے مگر ایک دن انہیں یاد آجائے گا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی ایک بھی یہ نہ جانتا کہ اس کا خالق کون ہے اور اس کا رازق کون ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفری حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن کثیر سے انہوں نے داؤد رقی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ مخلوقات کو خلق کرے تو اس نے مخلوقات کو خلق کیا اور انہیں اپنے سامنے بکھیر دیا اور ان سے خطاب کیا۔ بتاؤ تم سب کا رب کون ہے؟ تو سب سے پہلے جس نے جواب دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تو ہی ہم لوگوں کا رب ہے پس اللہ تعالیٰ نے علم اور دین کا اثاثہ ان لوگوں کے سپرد کیا اور ملائیکہ سے کہا دیکھو یہ لوگ میرے دین اور میرے علم کے حامل اور امین ہیں اور ان ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کے بعد بنی آدم سے کہا گیا تم لوگ میری ربوبیت اور ان لوگوں کی اطاعت و ولایت کا اقرار کرو۔ تو سب لوگوں نے کہا ہاں پروردگار ہم لوگوں نے اس کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ سے کہا تم سب اس اقرار کے گواہ رہو۔ ملائیکہ نے عرض کیا ہم تمام لوگ اس اقرار کے گواہ ہیں تاکہ کل یہ لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم لوگ اس سے واقف نہ تھے یا یہ نہ کہیں اس سے پہلے ہمارے آباؤ اجداد مشرک تھے اور ہم لوگ انہی کی ذریت ہیں جو

ان کے بعد آئے تو کیا تو باطل پرستوں کے کرتوت کی وجہ سے ہمیں ہلاک کر دے گا تو اے داؤد ہر دور میں انبیاء اس میثاق کی تاکید کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے عبداللہ بن محمد جعفی اور عقبہ سے اور دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو جسے اس نے پسند کیا اس کو طینت جنت سے خلق کیا اور جسے اس نے ناپسند کیا اس کو طینت جہنم سے خلق کیا پھر ان سب کو ظلال (یعنی سایہ) کی طرف بھیجدیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا ظلال کیا ہے؟ فرمایا تم دھوپ میں اپنا سایہ نہیں دیکھتے حالانکہ وہ کوئی شے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے انبیاء کو مبعوث کیا اور انبیاء نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اقرار کی طرف دعوت دی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **ولئن سالتهم خلقهم لیقولن الله.** (اواگر ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے) سورۂ زخرف۔ آیت نمبر ۸۷ پھر انہیں انبیاء کے اقرار کی دعوت دی تو بعض نے انکار کیا پھر ان لوگوں کو ہم لوگوں کی ولایت کی دعوت دی تو خدا کی قسم ان ہی نے اقرار کیا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھے اور انہوں نے انکار کیا جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (**فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل**) (پس جن کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے ان پر وہ ایمان نہ لائے) سورۂ اعراف۔ آیت نمبر ۱۰۱ حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام نے فرمایا یہ تکذیب اسی وقت سے ہے

باب (۹۸) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیوں حجاب میں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن بندار نے روایت کرتے ہوئے محمد ابن علی سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ خراسانی خادم امام رضا علیہ السلام سے ان کا بیان ہے کہ ایک زندیق نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیوں پوشیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ پوشیدگی دراصل مخلوق کی ہی طرف سے ہے ان کی کثرت گناہ کی وجہ سے ورنہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پوشیدگی نہیں ہے نہ دن میں نہ رات میں۔ اس زندیق نے کہا پھر حاسہ بصر اس کا ادراک کیوں نہیں کرتی؟ آپ نے فرمایا وہ چیزیں جن کو آنکھ دیکھتی ہے ان میں اور اللہ میں فرق ہے وہ بہت بالاتر ہے اس سے کہ اس کو آنکھ دیکھ سکے یا وہم اس کا احاطہ کر سکے یا عقل اس کو گرفت میں لا سکے۔ زندیق نے کہا آپ ہمیں اللہ کی حدود بتائیں۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی حد نہیں بتائی جا سکتی۔ اس نے کہا یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ ہر محدود کی ایک انتہائی حد ہوتی ہے اگر تحدید میں احتمال و شک ہو تو زیادتی کا بھی احتمال ہوتا ہے اور کمی کا بھی۔ لہٰذا وہ غیر محدود ہے نہ اس میں زیادتی آسکتی ہے نہ اس کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں نہ وہ وہم میں آسکتا ہے۔

(۲) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مخلوق سے پوشیدہ رکھا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی بنیاد جہل پر رکھدی ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تو ان کے دلوں میں نہ اللہ کی ہیبت ہوتی اور نہ عظمت ہوتی۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی پہلے پہل خانہ کعبہ کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں کعبہ کی عظمت ہوتی ہے اور بار بار جا کر اسے دیکھتا ہے تو وہ عظمت جو پہلے اس کے دل میں تھی نہیں رہ جاتی۔

باب (۹۹) اثبات انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے دلائل و معجزات میں اختلافات کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسین بن علی سے انہوں نے عمرو بن ابی مقدام سے انہوں نے اسحاق بن غالب سے انہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ حمد اس اللہ کی جو افق اعلیٰ و شان کبریائی و عظیم ملک میں ہوتے ہوئے اپنی مخلوق سے نور کے پردوں میں پوشیدہ ہے وہ ہر شے سے مافوق و بلند اور ہر شے کے قریب ہے۔ اس کی تجلی اس کی ہر مخلوق کے لئے ہے۔ بغیر اس کے کہ خود اس کو کوئی دیکھ سکے حالانکہ وہ منظر اعلیٰ پر ہے اس کو اپنی توحید میں اختصاص پسند ہے وہ اپنے نور میں پوشیدہ ہے اور اپنے علو میں بالاتر ہے وہ اپنی مخلوق سے اس لئے پوشیدہ ہے تاکہ اس کی حجت مکمل اور پوری ہو جائے۔ اس نے اپنی مخلوق میں انبیاء اور رسول و مبشر و منذر بنا کر بھیجے تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ اور یہ انبیاء اللہ کے بندوں کو ان کے رب کی طرف سے بتائیں جس سے وہ ناواقف ہیں اور اللہ کی ربوبیت و وحدانیت و الوہیت کا انکار کرنے رہنے کے بعد اقرار کریں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک** (اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے) سورہ ھود۔ آیت نمبر ۱۱۸/۱۱۹ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ سب پہلے ایک امت تھے پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے تاکہ ان پر حجت قائم کرے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے عباس بن عمرو فقیمی سے انہوں نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ایک زندیق کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت کہاں تک ثابت کریں گے؟ فرمایا کہ جب ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم لوگوں کا ایک خالق اور صانع ہے جو ہم لوگوں سے اور تمام مخلوقات سے بہت بالاتر ہے اور وہ صانع صاحب حکمت اور سب سے بالاتر بھی ہے تو پھر یہ ممکن نہیں کہ اس کی مخلوق اس کا مشاہدہ کرے اس کو لمس کرے وہ لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور لوگ اس کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں وہ ان لوگوں سے بحث کرے اور لوگ اس سے بحث کریں۔ تو اسی سے ثابت ہوا کہ مخلوق میں اس کے سفراء موجود ہیں جو اس کا پیغام اس کی مخلوق اور اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ ان کی بھلائی ان کا نفع اور ان کی بقا اس امر میں ہے اور اس کے ترک کرنے میں ان کی فنا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس حکیم و علیم کی طرف اس کی مخلوق میں کچھ حکم دینے والے کچھ منع کرنے والے اور اس کا پیغام بندوں تک پہنچانے والے موجود ہیں اور وہی انبیاء ہیں جو اللہ کی طرف سے منتخب ہیں۔ صاحب حکمت ہیں اور حکمت کے ذریعہ لوگوں کو آداب زندگی سکھاتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے حکمت دے کر بھیجے گئے ہیں اور ان کی ان صفات میں بندوں میں سے کوئی اس کا شریک نہیں اور خدا نے حکیم و علیم برابر حکمت کے ذریعہ ان کی مدد کرتا رہتا ہے اور یہ بات ہر زمانے کے لئے ثابت ہے۔ ہر دور میں انبیاء و رسل اپنے دلائل و معجزات لے کر آئے تاکہ اللہ کی زمین کبھی اپنی حجت سے خالی نہ رہے کہ جس کے پاس اللہ کا دیا ہوا علم ہو اور اس کے صدق مقال اور عدالت کو ثابت کرے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ جناب سے دریافت کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف انبیاء و رسل کیوں بھیجے؟ تو آپ نے فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ پر لوگوں کی حجت نہ رہ جائے اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر آیا نہ کوئی نذیر بلکہ لوگوں پر ہی اللہ تعالیٰ کی حجت ثابت رہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا جو اس نے جہنم کے خزینہ داروں کی اہل جہنم سے گفتگو بیان کی ہے کہ وہ اہل جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہاں ڈرانے والا تو ضرور آیا تھا مگر ہم لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ کوئی حکم احکام وغیرہ اللہ نے تم پر نازل نہیں کیا۔ تم خود سب بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے متعدد لوگوں سے اور ان لوگوں نے حسین بن نعیم صحاف سے روایت کی کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک مومن کہ جس کا ایمان ثبت کر دیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے ثبت ہونے کے بعد اس کے کفر میں بدل دے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو عدل ہی عدل ہے اس نے رسولوں کو اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ایمان باللہ کی طرف دعوت دیں اور کسی ایک کو بھی کفر کی دعوت نہ دیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر کیا ایسا ہے کہ ایک کافر عند اللہ جس کا کفر ثبت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کفر کے بعد اس کو ایمان کی طرف منتقل کر دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ وہ نہ کسی شریعت پر ایمان لانا جانتے تھے اور نہ کفر کو جانتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے تاکہ وہ انہیں ایمان باللہ کی دعوت دیں اور ان پر حجت قائم ہو جائے پس ان میں سے کچھ ایسے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور کچھ ایسے ہوئے کہ ان کو ہدایت نہیں دی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ سیاری نے روایت کرتے ہوئے ابو یعقوب بغدادی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ابن سکیت نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا و ید بیضا اور آلہ سحر کا معجزہ دے کر حضرت عیسیٰؑ کو طب کا معجزہ دے کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلام و خطب کا معجزہ دے کر کیوں بھیجا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دور میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث کیا تھا تو اس زمانے میں سحر کا غلبہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ایسا معجزہ دے کر بھیجا کہ جس کی مثال اس قوم کے بس میں نہ تھی اور اس معجزہ نے ان کے تمام سحر کو باطل کر دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اس زمانہ میں بھیجا جس میں امراض کی کثرت تھی۔ لوگوں کو طب کی سخت ضرورت تھی تو وہ اللہ کی جانب سے ایسا معجزہ لے کر آئے کہ جس کی مثال ان کے بس میں نہ تھی وہ حکم خدا سے مردہ کو زندہ کرتے اور کوڑھیوں اور برصیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور اس طرح ان پر اپنے نبی ہونے کی حجت و دلیل ثابت کر دی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو اس زمانے میں مبعوث کیا جس میں اس زمانے کے لوگوں میں کلام و خطبات و فصاحت و بلاغت کا غلبہ تھا یا شعر و شاعری کا بہت زور تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مواعظ و احکام کی وہ کتاب لے کر آئے جس نے ان کی تمام شعر و شاعری و فصاحت و بلاغت کلام کو ہیچ کر دیا اور اس طرح آپؐ نے ان پر اپنے نبی ہونے کی حجت ثابت کر دیا۔

ابن سکیت نے یہ سن کر کہا خدا کی قسم اس عصر میں تو میں نے آپ کے مثل کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ اچھا اب یہ ارشاد ہو کہ عصر میں خلق پر کون حجت خدا ہے؟ آپ نے فرمایا عقل ہے جس سے پہچانا جا سکتا ہے کہ کون صادق ہے تاکہ اس کی تصدیق کی جائے اور کون کاذب ہے جس کی تکذیب کی جائے۔ ابن سکیت نے کہا خدا کی قسم اس کا یہی جواب ہے۔

باب (۱۰۰) معجزہ کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے

عبداللہ محمد بن خالد برقی سے انہوں نے جعفر بن محمد صوفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر محمد بن علی الرضا (امام محمد تقی) علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ فرزند رسول یہ بتائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امی کے لقب سے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے ان کو امی کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ ان پر لعنت کرے وہ جھوٹے ہیں یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ خود اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرماتا ہے کہ **ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین** (وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے ام القریٰ کے رہنے والوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیتیں (احکام) پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے) سورۂ جمعہ۔ آیت نمبر ۲ سوچنے کی بات ہے جو شخص لکھنا پڑھنا خود نہ جانتا ہو وہ دوسروں کو کیسے پڑھائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر (۷۲) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ راوی کا کہنا ہے کہ یا شاید آپ نے فرمایا کہ وہ تہتر (۷۳) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور آپ کو امی کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کہ یہ مکہ کے باشندے تھے اور مکہ ہی ام القریٰ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (**ولتنذر ام القری ومن حولھا**) (تاکہ تم مکہ والوں اور اس کے ارد گرد والوں کو ڈراؤ) سورۂ انعام۔ آیت نمبر ۹۲۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسین رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن موسیٰ خشاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان اور اسباط سے ایک مرفوع روایت کرتے ہوئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے وہ لوگ غلط کہتے ہیں یہ کب ممکن ہے اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے **ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین** پھر جب وہ لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہ تھے تو کتاب و حکمت کی تعلیم کیسے دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب امی کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ مکہ کی طرف منسوب تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ **ولتنذر ام القری ومن حولہ**' اور ام القریٰ مکہ کو کہتے ہیں اس لئے آنحضرتؐ امی کہے گئے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عامر نے روایت کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے یحییٰ بن عمران حلبی سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا گیا **واوحی الی ھذا القران لانذرکم بہ ومن بلغ** (اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں) سورۂ انعام۔ آیت نمبر ۱۹ تو آپ نے فرمایا ہر زبان میں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن الحسین بن ابی خطاب نے اور انہوں نے شریف بن سابق تفلیسی سے انہوں نے فضل بن ابی قرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے قول **قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم** (حضرت یوسف نے کہا کہ ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۵۵ کے متعلق روایت کی ہے کہ اس آیت میں حفیظ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میرے زیر قبضہ ہو گا اس کا محافظ رہوں گا اور علیم کا مطلب یہ ہے ہر زبان کا عالم ہوں۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معاویہ بن حکیم نے روایت

کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس جو کچھ آتا وہ پڑھ لیتے مگر لکھتے نہ تھے چنانچہ جب ابو سفیان نے عباس کے اس خط پر توجہ دی جو آپ کے پاس آیا تھا جس وقت آپ مدینہ کے بعض باغات میں تھے۔ آپ نے وہ خط پڑھا اور اصحاب کو نہیں بتایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مدینہ میں داخل ہو جائیں اور جب سب مدینہ میں داخل ہو گئے تو آپ نے انہیں بتایا۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید و محمد بن خالد برقی سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے لکھا نہیں کرتے تھے۔

(۷) میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ابن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے حسن بن زیاد صیقل سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر جہاں اور عنایتیں کیں وہاں ایک عنایت یہ بھی کی کہ وہ امی تھے نہ لکھتے تھے اور نہ کتاب پڑھتے تھے۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن اسحاق ماذرائی نے بصرہ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو قلابہ عبدالملک بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے غانم بن حسن سعدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مسلم بن خالد مکی نے انہوں نے جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب اور وحی سوائے عربی کے کسی اور زبان میں نازل نہیں کی مگر جب وہ انبیاء کے کانوں تک پہنچی تو ان کی قوم کی زبان میں تبدیل ہو جاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک عربی زبان میں ہی پہنچی اور جب آپؐ کسی غیر عربی سے بات کرتے تو عربی میں ہی بات کرتے مگر اس کے کانوں تک خود اس کی زبان میں بات پہنچی اور جب بھی ہم میں سے کوئی کسی اور زبان میں بات کرتا تو آنحضرتؐ کے گوش مبارک میں وہ بات عربی زبان پہنچی اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ شرف ملا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ دونوں کے درمیان مترجم بنے رہتے۔

باب (۱۰۶) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد و احمد و ابو القاسم و بشیر و نذیر و داعی و ماحی و عاقب و حاشر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ اور انہوں نے ابو الحسن علی ابن الحسین برقی سے اور انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے اپنے جد حضرت امام حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یہود کے چند افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں جو سب سے بڑا صاحب علم تھا اس نے آنحضرتؐ سے بہت سے سوالات کئے منجملہ ان کے اس نے یہ بھی سوال کیا وجہ ہے کہ آپ کو محمد و احمد و ابو القاسم و بشیر و نذیر و داعی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپؐ نے جواب دیا میرا نام زمین پر محمد اور آسمانوں میں احمد ہے اور میرا نام ابو القاسم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دے گا ایک حصہ جہنم کا ہو گا اولین و آخرین میں سے جو بھی میری نبوت سے انکار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور دوسرا

حصہ جنت کا ہو گا جو بھی مجھ پر ایمان لائے گا اور میری نبوت کا اقرار کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ میرا نام داعی اس لئے ہے کہ میں لوگوں کو اپنے پروردگار کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میرا نام نذیر اس لئے ہے کہ جو میری نافرمانی کرتا ہے۔ اس کو میں جہنم سے ڈراتا ہوں اور میرا نام بشیر اس لئے ہے کہ جو میری اطاعت کرتا ہے میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فضال نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن (امام رضا) علیہ السلام سے عرض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی کنیت ابو القاسم کیوں ہے؟ فرمایا اس لئے کہ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام قاسم تھا اس لئے آپ کی کنیت ابو القاسم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کیا آپ مجھے اس کا اہل سمجھتے ہیں کہ اس کے متعلق کچھ مزید ارشاد فرمائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو میں بتاتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا پھر کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی تمام امت میں علی علیہ السلام کا بھی شمار ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ حضرت علی علیہ السلام قاسم جنت و نار ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو بس آنحضرت کو ابو القاسم اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قاسم جنت و نار کے باپ ہیں۔ میں نے عرض کیا باپ کا مطلب؟ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اپنی امت پر ایسی ہے جیسے باپ کی شفقت اپنی اولاد پر اور آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت علیؑ ہیں۔ آپؐ کے بعد آپ کی امت پر حضرت علیؑ بھی ویسے ہی شفیق و مہربان تھے اس لئے کہ وہ آنحضرتؐ کے وصی اور ان کے خلیفہ اور ان کے بعد لوگوں کے امام تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا کہ جو شخص قرض چھوڑ کر مرجائے یا کسمپرسی کے عالم میں مرجائے تو اس کے قرض وغیرہ کی ذمہ داری میرے اوپر ہے جو شخص مال و دولت چھوڑ کر مرے تو اس کا ترکہ اس کے وارثوں کا ہو گا تو اس طرح آنحضرتؐ مرنے والوں کے ماں باپ سے بھی اولیٰ ٹھہرے بلکہ آپؐ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہوئے اور اس طرح آنحضرتؐ کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کو بھی وہی اولیت حاصل ہے جو آنحضرتؐ کو حاصل تھی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابو الحسین محمد بن علی بن شاہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر محمد بن جعفر بن احمد بغدادی نے مقام آمد پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن بخت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسود وراق نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن سلیمان سے انہوں نے حفص بن بختری سے انہوں نے محمد بن حمید سے انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں حضرت آدمؑ سے سب سے زیادہ مشابہ میں ہوں اور لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ خلق و خلق میں حضرت ابراہیمؑ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بالائے عرش میرے دس نام رکھے ہیں اور میرے اوصاف بیان کئے ہیں اور ہر وہ رسول جس کو اللہ نے اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا اسے اس کی زبان میں میرے آنے کی بشارت دی اور توریت میں میرے نام کا ذکر کیا اور اہل توریت و انجیل میں میرے ذکر کو پھیلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا مجھے علم دیا اور مجھے اپنے آسمانوں میں بلند کیا اور اپنے اسماء میں سے ایک نام میرے لئے مشتق و ماخوذ کیا وہ خود محمود ہے تو میرا نام محمد رکھا اور میری امت کے بہترین دور میں مجھے مبعوث کیا۔ توریت میں میرا نام احید بتایا اور توحید کی وجہ سے میری امت کے اجسام پر جہنم کو حرام کر دیا اور انجیل میں میرا نام احمد رکھا۔ پس میں اہل آسمان میں محمود ہوا اور میری امت کو حامدین قرار دیا اور زبور میں میرا نام ماحی قرار دیا میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین سے بت پرستی کو محو کرے گا اور قرآن میں میرا نام محمد قرار دیا اور قیامت کے دن قضا یا فیصل کرنے میں محمود ہوں گا۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا اللہ کی بارگاہ میں شفاعت نہ کر سکے گا اور عرصہ محشر میں میرا نام حاشر ہو گا لوگ میرے حکم پر محشور ہوں گے اور میرا نام موقف بھی ہے میں اللہ کے حضور میں لوگوں کو کھڑا کروں گا۔ میرا نام عاقب بھی ہے میں تمام انبیاء کے عقب اور بعد میں آیا ہوں میرے بعد کوئی رسول نہ ہو گا۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت،

رسول توبہ، رسول ملاحم (جنگ و جدال)، اور مقتفی (سب سے بعد میں آنے والا) بنایا ہے اس لئے کہ میں انبیاء کی جماعت میں سب سے پیچھے بھیجا گیا میں مقیم کامل و جامع ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے محمد میں نے تمام رسولوں کو ان کی قوم اور ان کی زبان میں مبعوث کیا اور میں نے تمہیں ہر سرخ و سیاہ پر رسول بنایا اپنی مخلوق میں۔ اور تمہیں رعب دے کر تمہاری مدد اس طرح کی کہ اور کسی کی مدد نہیں کی۔ تمہارے مال غنیمت کو حلال قرار دیا حالانکہ اس سے قبل کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا۔ میں نے تمہیں عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ عطا کیا وہ فاتحۃ الکتاب اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں۔ ہم نے تمہاری امت کے لئے پوری روئے زمین کو جائے سجدہ قرار دیا اور اس کی مٹی کو مطہر اور پاک کرنے والی بنایا۔ میں نے تمہیں اور تمہاری امت کو نعرہ تکبیر عطا کیا۔ میں نے تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ رکھا۔ چنانچہ تمہاری امت کا کوئی بھی شخص جب میرا ذکر کرے گا تو وہ تمہارا بھی ذکر کرے گا۔ پس اے محمدؐ بس یہ خوشخبری تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے ہے۔

باب (۱۰۷) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے کہا کہ جو کچھ میں نے تم پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں کوئی شک ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے ہوئے آرہے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے بکر بن صالح سے اور انہوں نے ابو الخیر سے انہوں نے محمد بن حسان سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل دارمی سے انہوں نے محمد بن سعید اذخری سے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو موسیٰ بن محمد بن علی رضا کی صحبت میں رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا یحییٰ بن اکثم نے ایک مرتبہ انہیں ایک خط لکھا جس میں بہت سے مسائل دریافت کئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتائیں **(فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتب من قبلک)** (اب اگر تم کو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے کی اتری ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لو) سورہ یونس۔ آیت نمبر ۹۴ کہ اس آیت کا مخاطب کون ہے اگر اس کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود آنحضرتؐ کو نزول وحی میں شک تھا اور اگر آنحضرتؐ کے علاوہ کوئی اور مخاطب ہے تو یہ تو جب ہوتا ہے کہ کتاب کسی غیر پر نازل ہوئی ہوتی موسیٰ بن محمد کہتے ہیں کہ یہ سوال میں نے علی بن محمد علیہ السلام سے کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اس آیت میں خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ہے حالانکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تھا اس میں کوئی شک نہ تھا مگر عرب کے جاہل لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ملک کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ اس نبی میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں جس طرح ہم لوگ کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومنے سے مستثنیٰ نہیں اسی طرح یہ نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس آیت میں کہا کہ عرب کے جاہلوں کے سامنے تم ان لوگوں سے پوچھ جو تم سے قبل کی کتابوں کو پڑھتے ہیں کہ بتاؤ اس سے قبل اللہ نے ایسے ہی رسولوں کو ہی تو بھیجا جو کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے اور ان ہی لوگوں کا عمل تمہارے لئے نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اگر تمہیں کوئی شک ہے تو ایسا ہی ہے جیسا کہ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ **ثمہ نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین.** (پھر دونوں فریق خدا سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں) سورۂ آل عمران۔ آیت نمبر ۶۱ اگر اس کے بدلے کہتا کہ آؤ ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوتے اس لئے کہا کہ ہم سب جھوٹے پر اللہ کی لعنت قرار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خود جانتا تھا کہ اس کا نبی اس کی طرف سے فریضہ رسالت ادا کر رہا ہے کہ وہ کاذبین میں سے نہیں ہے پس اس طرح اس آیت میں بھی اللہ

تعالیٰ نے چاہا کہ اپنی طرف سے انصاف کا اظہار کرے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن ابن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ نے انہوں ابراہیم بن عمیر سے اور انہوں نے مرفوع روایت کی قول خدا کے متعلق (**فان کنت فی شک مما انزلنا الیک**) (اگر تم کو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے) سورہ یونس۔ آیت نمبر ۹۴ یعنی کچھ شک ہو تو سوال کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں کوئی شک نہیں کرتا اور کوئی سوال نہیں کرتا۔

باب (۱۰۸) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کیا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ ابی نصر محمد بن مسعود عیاشی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی فضال نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ولید نے انہوں نے روایت کی عباس بن حلال سے اور انہوں نے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن حسین علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچ خصلتیں میں مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ پست زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا، گدھے کی سواری پالان باندھ کر، بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہنا، کمبل کا لباس پہننا اور بچوں کو سلام کرنا تاکہ یہ میرے بعد میری سنت قرار پائے۔

باب (۱۰۹) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیم کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوالحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے انہوں نے عبایہ بن ربعی سے انہوں نے ابن عباس سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس سے قول خدا **الم یجدک یتیما فاوی** (کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا) سورۃ الضحیٰ۔ آیت نمبر ۶ کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت کو یتیم اس لئے کہا گیا کہ وہ مخلوقات میں یکتا تھے۔ روئے زمین پر ان کا کوئی مثل و نظیر نہ تھا نہ اولین میں کوئی نظیر تھا نہ آخرین میں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا احسان جتاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم نے تم کو یکتا یعنی بے نظیر نہیں پایا میں نے لوگوں کو تمہاری طرف موڑ دیا تاکہ لوگ تمہیں پہچانیں اور تمہارے فضل و شرف کو سمجھیں **ووجدک ضالا فھدی** (اور راستے سے ناواقف دیکھا تو راستہ دکھایا) سورۃ الضحیٰ۔ آیت نمبر ۷ میں نے دیکھا کہ تمہاری قوم تمہیں ضال و گمراہ سمجھتی ہے تو میں نے تمہاری معرفت کی طرف ان کی ہدایت کی (**ووجدک**) میں نے تم کو تمہاری اس قوم کی نظر میں فقیر و مفلس پایا تو ہم نے تم کو حضرت خدیجہ کی دولت کے ذریعہ غنی و مالدار کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر مزید فضل کیا کہ تمہاری دعا کو مستجاب قرار دیا یہاں تک کہ اگر تم کسی پتھر کے لئے یہ دعا کرو کہ وہ سونا بن جائے تو وہ پتھر سونا بن جائے گا اور اس نے تمہیں ایسے وقت پر کھانا بھیجا جب کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا۔ ایسے وقت میں پانی بھیجا جب تمہارے پاس پانی نہ تھا اور تمہاری ایسے وقت پر ملائکہ سے مدد کی جب تمہارا کوئی مددگار نہ تھا اور ان کے ذریعہ تمہارے دشمنوں پر تم کو فتح دلائی۔

باب (۱۱۰) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یتیم بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالعباس احمد بن محمد کوفی نے روایت کرتے ہوئے علی بن الحسن بن علی بن فضال سے انہوں نے اپنے بھائی اور انہوں نے احمد بن محمد ابن عبداللہ بن مروان سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یتیم اس لئے بنایا تاکہ ان پر کسی کی اطاعت فرض نہ رہے۔

باب (۱۱۱) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نرینہ باقی نہ رہی

(۱) علی بن حاتم قزوینی نے اپنے ایک خط میں مجھے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عبداللہ بن حماد سے انہوں نے عبداللہ ابن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کوئی اولاد نرینہ باقی نہ رہی؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کی حیثیت سے اور علی علیہ السلام کو وصی کی حیثیت سے خلق کیا پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کا کوئی فرزند باقی رہتا تو وہ امیر المومنین علیہ السلام سے زیادہ وصی بننے کا حقدار ہوتا اور امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت ثابت نہ ہو سکتی۔

باب (۱۱۲) سبب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن سنانی و علی بن احمد بن محمد وقاق و حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب و علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہم نے ان سب کا بیان ہے کہ ہم لوگوں سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی اسدی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ثابت بن دینار سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت زین العابدین علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی جائے سکونت اور کوئی مکان ہے جہاں وہ رہتا ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے۔ میں نے عرض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان کی طرف کیوں لے گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے تاکہ انہیں ملکوت سموات اور ان میں جو عجیب عجیب صنعتیں و نئی نئی مخلوقتیں ہیں وہ سب دکھائے۔ میں نے عرض کیا پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ (**ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ**) (پھر وہ نزدیک ہوا پس وہ لٹک گیا پھر دو کمانوں کا فاصلہ رہا) سورۃ نجم۔ آیت نمبر ۸ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور کے حجابوں سے قریب ہوئے تو آپؐ نے ملکوت سموات کو دیکھا **ثم تدلی** پھر وہاں سے نظر نیچے کی تو ملکوت ارض کو دیکھا اور ایسا محسوس کیا جیسے آپ زمین کے قریب ہیں جیسے دو کمان یا اس سے بھی کم کا فاصلہ ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب اور علی بن عبداللہ وراق اور احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہم نے ان سب لوگوں کا بیان ہے کہ بیان کیا ہم لوگوں سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن ابی عمران اور صالح بن سندی سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے

عرض کیا کہ کیا سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو آسمانوں تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے حجاب نور تک لے گیا اور ان سے مخاطب ہوا اور وہاں اس نے آپ سے سرگوشی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقام معین نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اگرچہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے مگر اس کا ارادہ ہوا کہ آنحضرتؐ کی زیارت سے اپنے ملائیکہ اپنے آسمانوں کے ساکنین کو بھی مشرف و مکرم کرے اور آنحضرتؐ کے عالم بالا سے ہبوط ہونے کے بعد جو عظیم و عجیب چیزیں اس نے خلق کی ہیں اور جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی وہ آپ کو دکھائے اور مشبہین جیسا کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔

باب (۱۱۳) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے پچاس (۵۰) نمازوں میں تخفیف کی درخواست نہیں کی جب تک کہ حضرت موسیٰؑ نے آپؐ سے تخفیف کی درخواست کرنے کے لئے نہیں کہا اور اس کا سبب کہ آپؐ نے پانچ نمازوں میں تخفیف کی درخواست نہیں کی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے علی بن محمد بن سلیمان نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل بن ابراہیم سے انہوں نے جعفر بن محمد تمیمی سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن خالد سے انہوں نے زید بن علی علیہ السلام سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار سید العابدین علیہ السلام سے عرض کیا بابا یہ بتائیں کہ جب ہمارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس نمازوں کا حکم دیا تو انہوں نے اس میں تخفیف کی درخواست نہیں کی جب تک کہ حضرت موسیٰؑ نے آپؐ سے نہیں کہا کہ آپؐ اس میں تخفیف کی درخواست کریں اس لئے کہ آپ کی امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی؟ آپ نے فرمایا اے فرزند رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی حکم ملتا اس پر کوئی عذر اور دوبارہ گفتگو نہیں کرتے تھے مگر جب حضرت موسیٰؑ نے آپؐ سے اس کے متعلق کہا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آپ کی امت کی شفاعت و سفارش فرما رہے ہیں اور آپؐ کے لئے یہ مناسب نہ تھا اپنے برادر موسیٰ کی شفاعت کو رد کردیں اس لئے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف دوبارہ رجوع کیا۔ تخفیف کی درخواست کی اور پچاس کے بدلے پانچ نمازیں کرالیں۔ زید بن علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی بابا پھر آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے اپنی امت کے لئے پانچ نمازوں میں سے کچھ اور تخفیف کیوں نہ کرالیا؟ فرمایا اے فرزند آنحضرتؐ نے چاہا کہ اپنی امت کے لئے تخفیف کے ساتھ پچاس نمازوں کا ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها** (جو کوئی خدا کے حضور نیکی لے کر آئے گا اسے ویسی دس نیکیاں ملیں گی) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۶۰ کیا تمہیں معلوم کہ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس آئے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمد آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ان پانچ کو ہم پچاس ہی شمار کریں گے ہم نے جو کہہ دیا وہ کہہ دیا ہمارا قول نہیں بدلا کرتا اور ہم اپنے بندوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کریں گے۔ زید بن علی کہتے ہیں میں نے عرض کیا بابا کیا اللہ تعالیٰ کی صفت یہ نہیں بیان کی جاتی کہ وہ لامکان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ مکان و مکانیت سے بالاتر ہے وہ کسی مکان میں نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا کیا مطلب کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر کہئے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کا مطلب ہے کہ **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (یقیناً میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ بہت جلد مجھے منزل مقصود پر پہنچاوے گا) سورۃ صافات۔ آیت نمبر ۹۹ اور اس قول کا وہی مطلب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کا مطلب ہے کہ **وعجلت الیک رب لترضی** (اور اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے کی جلدی اس

لئے کی ہے کہ تو خوش ہو) سورۃ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۸۴ اور اس کا وہی مطلب ہے کہ **ففروا الی الله** (پس تم اللہ ہی کی طرف بھاگو) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۵۰ یعنی بیت اللہ کے حج کے لئے جاؤ اے فرزند کعبہ بیت اللہ ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا وہ گویا اللہ کی طرف گیا اور ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں جو ان مسجدوں کی طرف گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف گیا اور اللہ کی طرف اس نے قصد کیا نیز نمازی جب تک نماز میں مشغول رہتا ہے وہ اللہ کے سامنے کھڑا رہتا ہے اور (حج کے موقع پر) حاجی جب تک عرفات میں ٹھہرا رہتا ہے وہ اللہ کے سامنے ٹھہرا رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں میں بھی ایک خطہ ہے جو شخص اس بلندی تک پہنچا وہ گویا اللہ تک پہنچا۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ **تعرج الملئكة والروح الیه** (فرشتے اور روح اس کے حضور میں ایسے دن میں بلند ہوتے) سورۃ المعارج۔ آیت نمبر ۴ اس کی طرف ملائیکہ اور روح چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے قصہ میں کہتا ہے **بل رفعه الله** (بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۱۵۸ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه** اس کے حضور میں پاکیزہ کلمے چڑھتے ہیں۔ اور نیک عمل بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو بلند کرتا ہے) سورۃ فاطر۔ آیت نمبر ۱۰۔ پاک کلمے اس کی طرف بلند ہو کر پہنچتے ہیں اور عمل صالح کو وہ نور اپنی طرف بلند کر لیتا ہے۔

باب (۱۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو عقیل بن ابی طالب سے دو محبتیں تھیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ ابن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد یحییٰ بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد بن یوسف فریابی مقدسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسن نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن رستم سے انہوں نے ابی حمزہ سکری سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے انہوں نے عبد الرحمن بن سابط سے انہوں نے بیان کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب عقیل سے فرمایا کرتے تھے کہ اے عقیل میں تم سے دو محبتیں میں اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ ایک تو خود تمہاری محبت اور دوسرے حضرت ابی طالب کی محبت کی وجہ سے محبت۔

باب (۱۱۵) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے تمام اعضاء میں اگلی دست کا گوشت بہت زیادہ پسند تھا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن ریان سے انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ واسطی سے انہوں نے واصل بن سلیمان سے انہوں نے درست سے یہ روایت مرفوع کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے تمام اعضاء میں سے اگلی دست کا گوشت کیوں سب سے زیادہ پسند تھا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی ذریت کے انبیاء کی طرف سے قربانی پیش کیا کرتے تھے اور ہر نبی کے نام سے جانور کا ایک عضو منسوب کیا کرتے تھے چنانچہ ہمارے نبیؐ کے نام سے اگلی دست منسوب کرتے اس بنا پر آنحضرتؐ کو اگلی دست کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا۔

(۲) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگلی دست کا گوشت اس لئے بہت زیادہ پسند فرماتے تھے کہ وہ گھاس و چارہ سے قریب اور بول و براز کے مقام سے زیادہ دور ہوتی ہے۔

باب (۱۱۶) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم ہستیوں کا نام محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید نیشاپوری مروانی نے نیشاپور کے اندر میری ملاقات اس سے بڑے ناصبی سے کبھی نہیں ہوئی تھی اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سراج نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عرفہ عبدی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع بن جراح نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسرائیل سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابوذر رحمہ اللہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا کہ ہم اور علی ابن طالب دونوں ایک نور سے پیدا کیئے گئے آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے۔ اور ہم عرش میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو وہ نور ان کے صلب میں ودیعت کر دیا چنانچہ جب حضرت آدم کی سکونت جنت میں ہوئی تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت نوحؑ سفینہ میں سوار ہوئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت ابراہیم آگ میں پھینکے گئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مسلسل پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ہم لوگوں کو صلب عبد المطلب میں پہنچایا پھر وہاں سے ہم لوگوں کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مجھے صلب عبد اللہ میں قرار دیا اور علی کو صلب ابو طالب میں قرار دیا۔ مجھے نبوت و برکت سے نوازا اور علی کو فصاحت و شجاعت سے نوازا اور ہم لوگوں کے لئے اپنے دو اسم سے دو نام مشتق کئے پس اس صاحب عرش کا نام محمود اور میرا نام محمد ہے اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن الحسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم ابن فضل جعفر بن علی بن ابراہیم بن سلیمان بن عبد اللہ بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی زعفرانی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن یسار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن طائفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا محمد بن عبد اللہ غلام بنی ہاشم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسحاق سے انہوں نے واقدی سے انہوں نے حذیل سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے طاؤس سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی، ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جنت میں ساکن کیا اور اپنی کنیز حواؑ سے ان کا نکاح کر دیا تو آدم کی نگاہ عرش کی طرف اٹھی اور یکایک انہیں پانچ سطروں میں کچھ تحریر نظر آئی تو پوچھا کہ پروردگار یہ کون لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میری مخلوق ان کو اپنا شفیع میری بارگاہ میں بنائے گی تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا پروردگار تجھے اس قدر و منزلت کی قسم جو تیرے نزدیک ان کی ہے یہ بتا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ ارشاد ہوا سنو پہلا نام میں محمود ہوں اور وہ محمد ہے، دوسرا نام میں عالی ہوں اور یہ علی ہے، تیسرا نام میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے، چوتھا نام میں محسن ہوں اور یہ حسن ہے، پانچواں نام میں ذوالاحسان ہوں اور حسین ہے یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد وقاق رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے ثابت بن دینار سے انہوں نے سعید بن جبیر سے ان کا بیان ہے کہ یزید ابن قعنب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور عبد العزیٰ کے کچھ لوگ عباس ابن عبد المطلب کے ساتھ بیت اللہ الحرام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد تشریف لائیں اور وہ اس وقت حاملہ تھیں نواں مہینہ تھا اور دردزہ میں مبتلا تھیں اور آتے ہی دعا کی پروردگار میں تجھ پر اور جو کچھ بھی تیری طرف

سے انبیاء و رسل اور کتابیں آئیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور میں اپنے جد حضرت ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں جنہوں نے اس بیت عتیق کی تعمیر کی ہے پس ان کے حق کا واسطہ جنہوں نے اس بیت کی تعمیر کی اور اس مولود کے حق کا واسطہ جو اس وقت میرے شکم میں ہے کہ مجھ پر وضع حمل کو آسان فرمادے۔ یزید بن قعنب کا بیان ہے کہ اس دعا کے ساتھ ہم لوگوں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پشت کی دیوار شگافتہ ہوئی اور حضرت فاطمہ بنت اسد اس میں داخل ہو کر ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں اور دیوار کا شگاف مندمل ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں نے کوشش کی کہ دروازے کا قفل کھولیں مگر قفل ہم لوگوں سے نہ کھل سکا تو ہم لوگ سمجھ گئے کہ یہ کوئی خدائی معاملہ ہے۔ پھر چوتھے روز حضرت فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ سے اس شان سے نکلیں کہ آپ کے ہاتھوں پر امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے سلف کی معزز خواتین پر فضیلت دی گئی کیوں کہ آسیہ بنت مزاحم ایسے مقام پر چھپ چھپ کر اللہ کی عبادت کرتی رہیں جہاں اللہ کی عبادت سوائے مجبوری کے مناسب نہ تھی اور مریم بنت عمران نے کھجور کے سوکھے درخت کی شاخوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلایا اور تازہ تازہ پھل کھائے اور میں بیت الحرام میں داخل ہوئی تو جنت کے پھل اور وہاں کے طعام کھاتی رہی اور جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ہاتف غیبی نے صدا دی اے فاطمہ اس نومولود کا نام علی رکھنا اس لئے کہ یہ واقعی علی ہے اور اللہ علی الاعلیٰ ہے ارشاد کرتا ہے کہ میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے اس کو اپنا ادب سکھایا ہے اپنے اسرار سے واقف کرایا ہے یہی وہ ہے جو ہمارے گھر میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑے گا اور ہمارے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دے گا اور میری تقدیس و تمجید کو بجالائے گا۔ خوش نصیبی ہے اس کی جو اس سے محبت کرے اور اس کی اطاعت کرے اور ویل ہے اس پر جو اس کی نافرمانی کرے اور اس سے بغض رکھے اللہ تعالیٰ محمدؐ اور ان کی پاک اولاد پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد العزیز بن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے رجاء بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر جعفی سے ایک طویل روایت کی ہے جس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے تمام اسماء گنوائے ہیں جو توریت و انجیل و زبور اہل ہند و اہل روم و اہل فارس و اہل ترک و اہل زنج و اہل کہانت و اہل حبش میں مذکور و مشہور ہیں نیز ان کے باپ اور ان کی ماں اور ان کے چاہنے والے اور اہل خاندان انہیں جس نام سے پکارتے تھے ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر ایک ایک کر کے ہر نام کے معنی اور اس کی تفسیر بتائی ہے اور آخر میں کہتے ہیں۔ سنو مگر حضرت علی کا نام علی کیوں رکھا گیا۔ اس کے متعلق اہل معرفت کے اندر لوگوں میں اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ اولاد آدم میں اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا نہ کسی عربی کا نہ کسی عجمی کا۔ ہاں کوئی عربی اگر اپنے لڑکے کے لئے یہ کہتا کہ یہ علی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی کہ وہ اپنے لڑکے میں علو (ترقی) چاہتا اس کا مقصد نام نہیں۔ پھر علی علیہ السلام کے نام کے بعد اہل عرب اس دور میں اور اس کے بعد یہ نام رکھنے لگے۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ جنت میں ان کا قصر اتنا بلند ہو گا کہ انبیاء کے منازل کے برابر ہو گا۔ اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ کعبہ میں بت شکنی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش پر ان کے قدم اطاعت الٰہی میں بلند ہونے ان کے علاوہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر پاؤں رکھے۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کو علی اس لئے کہتے ہیں کہ آسمان کی بلندیوں پر ان کا نکاح پڑھا گیا۔ ان کے علاوہ مخلوق الٰہی میں سے کسی کا نکاح اس بلندی پر نہیں ہوا۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپ بعد رسول تمام لوگوں میں علم کے اندر سب سے اعلیٰ تھے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی بن حسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ محمد بن زکریا بن دینار غلابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حکیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ن مجھ سے ربیع بن

عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے غلابی کا کہنا ہے کہ یہی حدیث بیان کی مجھ سے شعیب بن واقد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن جعفر بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے نیز غلابی کا کہنا ہے کہ یہی حدیث بیان کی مجھ سے عباس بن بکار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حرب بن میمون نے انہوں نے روایت کی ابی حمزہ ثمالی سے انہوں نے زید ابن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ زہرا السلام اللہ علیہ کے یہاں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس بچے کا نام رکھیئے۔ آپ نے جواب دیا میں اس بچہ کا نام رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز سبقت نہ کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ولادت کی خبر سن کر) خود تشریف لائے تو بچہ ایک زرد پارچہ میں لپیٹ کر آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ بچہ کو زرد پارچہ میں ملفوف نہیں کرنا۔ پھر آپؐ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینکا اور ایک سفید پارچہ لے کر اس میں ملفوف کیا۔ پھر حضرت علی سے فرمایا کہ کیا تم نے اس بچہ کا نام رکھ لیا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا مجھے حق نہیں کہ اس بچہ کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے حق نہیں بچہ کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف وحی کی کہ محمدؐ کے گھر میں بچہ کی ولادت ہوئی ہے جاؤ انہیں میرا سلام کہو اور مبارکباد دو اور کہو کہ علی کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہٰذا اس بچہ کا ہارون کے فرزند کے نام پر رکھو۔ یہ حکم سن کر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اللہ کی طرف سے بچہ کی ولادت کی تہنیت دی اور کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپؐ اس بچے کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھیں۔ آنحضرتؐ نے کہا اس کا نام کیا تھا؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کا نام شبر تھا۔ آپؐ نے فرمایا (مگر یہ نام تو غیر عربی ہے) اور میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا پھر آپؐ اس کا نام حسن رکھدیں (شبر کا ترجمہ ہے) تو آنحضرتؐ نے ان کا نام حسنؑ رکھدیا اور اس کے بعد جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف وحی کی کہ محمدؐ کے گھر ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے تم جا کر میری طرف سے انہیں تہنیت دو اور کہو کہ علی کو تم سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے حاصل تھی لہٰذا اس بچے کا نام ہارون کے فرزند پر رکھو یہ حکم پاکر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اللہ کی طرف سے رسم تہنیت ادا کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس بچے کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا کیا نام تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا اس کا نام شبیر تھا۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان عربی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر آپ اس کا نام حسین رکھدیں (جو عربی میں شبیر کا ترجمہ ہے)

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ غلابی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن بکار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حرب بن میمون نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد عبداللہ بن عباس سے ان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ حسنؑ و حسینؑ یہ دونوں اللہ کے نزدیک اتنے مکرم ہیں کہ ان کے نام اللہ نے ہارون کے دونوں فرزندوں شبر و شبیر کے نام پر رکھے ہیں۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ عباس بن بکار سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن کثیر اور ابو بکر حذلی نے روایت کرتے ہوئے ابن زبیر سے اور انہوں نے جابر سے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے امام حسنؑ پیدا ہوئے تو اس سے پہلے ہی رسول اللہؐ نے تنبیہ کردی تھی کہ ولادت کے بعد سفید پارچہ میں ملفوف کرنا زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا اور بعد ولادت حضرت فاطمہؑ نے حضرتؑ سے کہا یا علی اس بچہ کا کوئی نام تجویز کرو تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں نام رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر سبقت کروں اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لائے اپنے بچے کو گود میں لیا اس کے بوسے لئے اور اپنی زبان بچہ کے منہ میں دے دی اور امام حسن آپ کی زبان

چوسنے لگے۔ پھر آنحضرتؐ نے لوگوں سے کہا کیا میں نے تم لوگوں کو ہدایت نہیں کی تھی کہ بچے کو زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا اس کے بعد آپؐ نے ایک سفید پارچہ منگوایا اور اس میں ان کو ملفوف کیا اور زرد پارچہ پھینک دیا داہنے کان میں اذان دی بائیں کان میں اقامت کہی پھر حضرت علیؑ سے پوچھا تم نے اس بچے کا کیا نام رکھا؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا میں اس بچے کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کیسے کرسکتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف وحی کی کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے ان کی خدمت میں جاؤ انہیں سلام کہو اور میری طرف سے اور اپنی طرف سے انہیں تہنیت دو پھر ان سے کہو کہ علی کو آپؐ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے منزلت حاصل تھی لہٰذا اس بچہ کا نام وہی رکھو جو حضرت ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔ آپؐ نے پوچھا اس کا کیا نام تھا؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا شبر۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان تو عربی ہے حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر آپؐ اس کا نام حسن رکھدیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس کا نام حسن رکھدیا۔ پھر جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور جو کچھ امام حسن کی ولادت پر کرچکے تھے وہی امام حسین کی ولادت کے موقع پر کیا اور جبرئیل امین آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ علی کی منزلت آپؐ کے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے حاصل ہے لہٰذا اس بچہ کا نام بھی ہارون کے فرزند کے نام پر رکھیں آپؐ نے فرمایا اس کا نام کیا تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا شبیر۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان تو عربی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر اس کا نام حسین رکھدیں اور آنحضرتؐ نے ان کا نام حسین رکھدیا۔

(۸) ان ہی اسناد کے ساتھ غلابی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا حکم بن اسلم نے اس کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے روایت کرتے ہوئے اعمش سے انہوں نے سالم سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام ہارونؑ کے فرزندوں کے نام پر شبر اور شبیر رکھے ہیں۔

(۹) بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن یحییٰ علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن صالح تمیمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عیسیٰ نے انہوں نے روایت کی حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور امام حسن علیہ السلام کا نام اور لباس جنت سے ایک حریر کا خرقہ ہدیہ کیا۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن یحییٰ علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے داؤد بن قاسم نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھ کو عیسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھے یوسف بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن عیینہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو ابن دینار سے انہوں نے عکرمہ سے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وہاں حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے ان کا نام حسن رکھا پھر جب امام حسین پیدا ہوئے تو آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ حسن سے بھی زیادہ حسین ہے اور ان کا نام حسین رکھا۔

باب (۱۱۷) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کی محبت بندوں پر واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد ابن الفضل بن اسحاق مذکر نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عباس بن حمزہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ صوفی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یحییٰ بن معین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن یوسف نے انہوں نے روایت کی عبداللہ بن سلیمان نوفلی سے انہوں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے انہوں نے اپنے باپ سے

انہوں نے ان کے جد سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ اس کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے فیضیاب کرے گا اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہلبیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد القاسم بن بندار المعروف بابی صالح خدلہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ مثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید طویل نے روایت کرتے ہوئے انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدوی شخص آیا اور جب اہل بادیہ میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے آتا تو ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی الغرض اس نے آکر پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب قائم ہوگی؟ ابھی اس سوال کا جواب آپؐ نے دیا نہ تھا کہ نماز جماعت کھڑی ہو گئی تو نماز سے فراغت کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جس نے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا؟ اس بدوی نے کہا میں ہوں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا یہ بتاؤ تم نے قیامت کے دن کے لئے کیا کیا سامان فراہم کر لئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نے تو اس کے لئے کوئی سامان فراہم نہیں کیا۔ نہ روزہ ہے، نہ نماز ہے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جس کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ محشور ہوگا۔ انس کا بیان ہے کہ یہ سن کر تمام مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد میں اتنا زیادہ خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو نصر منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصبہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن خرزاذ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن عمرو نے روایت کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے اور ان کے نزدیک میری عترت خود اس کی عترت سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے اہل بیت اس کے نزدیک خود اس کے اہلبیت سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات خود اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

باب (۱۱۸) عشق کے باطل ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے انہوں نے روایت کی محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمرو سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے عشق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دل جو ذکر خدا سے خالی ہو جاتا ہے تو اللہ اس کو غیر خدا کی محبت کا مزہ چکھاتا ہے۔

باب (۱۱۹) اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض اور موالات کے واجب ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن محمد زیاد نے اور علی بن محمد بن سیار نے ان دونوں نے اپنے اپنے والد سے روایت کی ہے اور انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن کہا اے بندہ خدا اگر کسی سے محبت کر تو اللہ کی خوشنودی میں اور کسی سے بغض رکھ تو اللہ کی خوشنودی میں، کسی سے دوستی کر تو اللہ کی خوشنودی میں، کسی سے دشمنی

رکھ تو اللہ کی خوشنودی میں۔ اس لئے کہ اللہ کی ولایت و دوستی اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک ایسا نہ کرے گا خواہ کثرت سے نماز پڑھتا ہو۔ کثرت سے روزے رکھتا ہو وہ ایمان کا ذائقہ بھی نہ چکھ سکے گا۔ اور تم لوگوں کے اس دور میں لوگوں کا آپس میں مواخات و برادری لوگوں کے لئے ہوتی ہے اسی کی بنیاد پر وہ کسی سے محبت اور کسی سے عداوت رکھتے ہیں۔ مگر یہ چیز انہیں اللہ کے دربار میں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس صحابی نے کہا کہ میں یہ کیسے معلوم کروں کہ میں نے یہ دوستی اور دشمنی جو کی ہے تو اللہ کے لئے کی ہے اور یہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ کا دوست کون ہے جس سے میں دوستی کروں اور اللہ کا دشمن کون ہے جس سے میں دشمنی کروں۔ آپؐ نے یہ سن کر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کیا تم ان کو دیکھتے ہو؟ ان صحابی نے کہا جی ہاں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا دوست اللہ کا دوست ہے تم اسے دوست رکھو اور اس کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تم اس سے دشمنی رکھو۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے تم اس کو دوست رکھو خواہ وہ تمہارے باپ اور تمہاری اولاد کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو اس کو دشمن رکھتا ہے تم اس کو دشمن رکھو خواہ وہ تمہارا باپ یا تمہاری اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

باب (۱۲۰) پاک ولادت محبت اہلبیت علیہم السلام کا اور ناپاک ولادت ان کی دشمنی کا سبب ہوتی ہے

(۱) میرے والد نے اور محمد بن حسن رحمہ اللہ دونوں نے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبدالرحمن کوفی اور ابو یوسف یعقوب بن یزید انباری نے روایت کرتے ہوئے ابو محمد عبداللہ بن محمد غفاری سے ان دونوں نے حسین بن زید سے انہوں نے حضرت صادق امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد سے انہوں نے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہم اہلبیت سے محبت کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کی دی ہوئی پہلی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ پہلی نعمت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ پاک ولادت اس لئے کہ وہی مومن ہم لوگوں سے محبت کرے گا جس کی ولادت پاک ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابو محمد انصاری سے انہوں نے متعدد اشخاص سے ان سب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا جو شخص صبح کو اٹھے گا اور اپنے دل میں ہم لوگوں کی محبت کی ٹھنڈک محسوس کرے تو اس کو چاہئے کہ ابتدائی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ پوچھا گیا کہ ابتدائی نعمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "پاک ولادت"

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن ناتانہ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے انہوں نے اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابو زیاد بندی سے انہوں نے عبیداللہ بن صالح سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت حسین ابن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی جو شخص تم سے محبت کرتا ہے اور تمہاری اولاد میں سے جو ائمہ ہیں محبت کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی پاک ولادت پر اللہ کا شکر ادا کرے اس لئے کہ ہم لوگوں سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہو اور اس کی ولادت پاک ہو اور ہم لوگوں سے وہی بغض رکھے گا جس کی ولادت ناپاک۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سندی سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے

بن عثمان سے انہوں نے ابی زبیر مکی سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ جابر کو دیکھا کہ اپنی عصا پر ٹیک لگائے ہوئے انصار کی گلیوں اور محلوں کا چکر لگا رہے ہیں اور یہ کہتے جارہے ہیں کہ علی خیر البشر ہے جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ اے گروہ انصار تم لوگ اپنی اولاد کو علی سے محبت کرنے کی تربیت دو اور اگر کوئی اس سے انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں کا کردار کیسا تھا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی قرشی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہم لوگوں کی محبت کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کرے اسے چاہئے کہ وہ اپنی ماں کو بہت بہت دعائیں دے اس لئے کہ اس نے اس کے باپ کی امانت میں خیانت نہیں کی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن حسین بن سعید نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے جابر جعفی سے انہوں نے ابراہیم قرشی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے کہ اے علی تم لوگوں سے تین کے سوا کوئی بغض و عداوت نہ رکھے گا ایک ولد الزنا دوسرے منافق تیسرے وہ کہ اس کی ماں حیض میں ہو اور اسی میں اس کا حمل قرار پایا ہو۔

(۷) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم ابن فرات کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن معمر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ احمد بن علی بن محمد رملی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن اسحاق امروزی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابان سے روایت کرتے ہوئے یحییٰ بن ابی کثیر نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ہارون عبدی سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ یک بیک ہم لوگوں کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو بہت تضرع کے ساتھ رکوع و سجود کر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیے یہ کتنے اچھے طریقے سے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسی نے تو تمہارے باپ (آدمؑ) کو جنت سے نکلوایا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی بلا خوف و ہراس اس کے پاس پہنچے اور اسے پکڑ کر اس زور سے ہلایا کہ داہنی پسلیاں بائیں کو اور بائیں پسلیاں داہنی کو دھنس گئیں اور کہا انشاء اللہ میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت معلوم تک تو جو میرے رب نے مجھے مہلت دی ہے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے کیوں میرے قتل کے درپے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کا کوئی ایک دشمن بھی ایسا نہیں ہے کہ میرا نطفہ اس کے باپ کے نطفہ سے پہلے اس کی ماں کے رحم میں نہ پہنچا ہو۔ میں آپ کے دشمنوں کے مال اور اولادوں میں شریک رہتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **وشارکھم فی الاموال والاولاد** (اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو تا رہ) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۶۴ جب حضرت علیؑ نے ابلیس کی گفتگو آنحضرتؐ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا اے علی یہ بات اس نے سچ کہی۔ قریش میں تم سے وہی بغض رکھے گا جو صحیح نکاح سے پیدا نہ ہوا ہو گا۔ انصار میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو دراصل یہودی ہو گا اہل عرب میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو اپنے اصلی باپ سے نہیں بلکہ کسی غیر کی طرف منسوب ہو گا اور تمام لوگوں میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو شقی و بدبخت ہو گا۔ عورتوں میں تم سے بغض وہی رکھے گی جو سلقلقیہ ہو گی سلقلقیہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے پائخانہ کے مقام سے حیض آتا ہو۔ پھر آنحضرتؐ نے سر جھکایا ذرا خاموش رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا اے گروہ انصار تم اپنی اولاد کے سامنے علی کی محبت پیش کر کے دیکھو اگر وہ اسے قبول کرتا ہے تو وہ تمہاری اولاد ہے اور اگر انکار کرتا ہے تو تمہاری اولاد نہیں کسی غیر کی ہے۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد کے بعد ہم لوگوں کا یہ دستور تھا کہ حضرت علی کی محبت اپنی اولادوں کے سامنے پیش کرتے اگر وہ علی

سے محبت کرتا تو اسے اپنی اولاد سمجھتے اور اگر وہ علی سے بغض رکھتا تو اسے اپنی اولاد ہونے کی نفی کرتے۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عمرو حفص مقدسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسان سے انہوں نے ابی صالح سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا گروہ مردم یہ جان لو کہ اللہ نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جو ذریت آدم سے نہیں پھر بھی دشمنان علی پر لعنت بھیجتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی مخلوق ہے؟ ابن عباس نے کہا وہ ایک چڑیا ہے جو روزانہ صبح کو کہتی ہے پروردگار تو علی کے دشمن پر لعنت بھیج۔ بار الہا تو دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے اور دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ الحسین بن احمد بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن علی بن احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی حسن بن ابراہیم بن علی عباسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید عمیر بن مرداس دوانقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن بشیر مکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے مرفوع روایت کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس ملعون ایک ایسے مجمع کے پاس سے ہو کر گزرا جو حضرت علیؑ کو برا کہہ رہے تھے یہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجمع سے آواز آئی کہ یہ کون ہے؟ ابلیس نے کہا میں ابو مرہ ہوں۔ لوگوں نے کہا اے ابو مرہ تم ہم لوگوں کی باتیں سن رہے تھے؟ اس نے کہا تم لوگوں کا برا ہو تم لوگ اپنے مولا علی ابن ابی طالب کو برا کہہ رہے ہو۔ لوگوں نے کہا تمہیں کہاں سے علم ہوا کہ وہ ہم لوگوں کے مولا ہیں؟ ابلیس نے کہا یہ ہمیں تمہارے ہی نبی کے قول سے معلوم ہوا انہوں نے ہی کہا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں پروردگار تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھتا ہو تو اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھتا ہو تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہو تو اس کا ساتھ چھوڑ دے جو اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کے شیعوں اور ان کے دوستداروں میں سے ہو؟ اس نے کہا نہیں میں نہ ان کا شیعہ ہوں اور نہ ان کا دوستدار ہوں۔ ہاں میں مگر انہیں جانتا ہوں۔ ان سے بغض و دشمنی تو وہی رکھتا ہے جس کے مال و اولاد میں، میں شریک ہوں۔ لوگوں نے کہا اے ابو مرہ کیا تم علی کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟ اس نے کہا ہاں اے گروہ ناکثین و قاسطین و مارقین سنو۔ میں نے قوم جان میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی بارہ ہزار سال تک عبادت کی پھر جب اللہ نے قوم جان کو ہلاک کر دیا ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے تنہائی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیاوی آسمان پر اٹھا کر پہنچا دیا۔ وہاں میں نے ملائکہ کے ساتھ مزید اللہ کی عبادت کی اور ابھی ہم لوگ اس طرح اللہ کی عبادت و تقدیس میں مشغول تھے کہ یک بیک ایک نور بہت چمکدار ہم لوگوں کے سامنے گزرا ملائکہ اسے دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے اے سبوح و قدوس یہ نور کسی ملک مقرب کا ہے یا نبی مرسل کا؟ آواز آئی یہ نور نہ کسی مقرب کا ہے اور نہ ہی نبی مرسل کا یہ علی ابن ابی طالب کی طینت کا نور ہے۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی مہرویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن علی بن حسان ابن معیدان اصفہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حاتم نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن عبدہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو ربیع اعرج نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عمران نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے علی بن زید بن جدعان سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے زید بن ثابت سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد علی سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقدر میں امن و ایمان دونوں لکھ دے گا سورج کے طلوع اور غروب ہونے تک اور جو شخص میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد علی سے بغض رکھے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور وہ جو بھی عمل کرے گا اس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی المعروف بہ ابن مقبرہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن عامر نے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عصام بن یوسف نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد ابن ایوب کلابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن سلیمان نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن عمران سے انہوں نے علی بن زید سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے زید بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد علی سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقدر میں امن و ایمان لکھ دے گا جب تک کہ سورج طلوع و غروب ہوتا رہے گا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن مظفر بن نفیس مصری رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن ابی سباب عطار کوفی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے اندر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد هذیل ابو العباس ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو نصر فتح بن قرہ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن خلف مروزی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن لہیعہ نے انہوں نے روایت کی ابی زبیر سے اور انہوں نے جابر سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی اولاد کے سامنے حضرت علی کی محبت کو پیش کرو ان میں جو علیؑ سے محبت کرنے لگے وہ تم میں سے ہے اور جو ان کی محبت اختیار نہ کرے تو اس کی ماں سے پوچھو کہ یہ بچہ تو کہاں سے لائی ہے؟ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپؐ حضرت علی علیہ السلام سے فرما رہے تھے کہ تم سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہو گا اور وہی بغض رکھے جو منافق یا ولد الزنا ہو گا یا اس کی ماں اس وقت حاملہ ہوئی تھی جب حالت حیض میں تھی۔

باب (۱۲۱) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے فضل و شرف کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ چھوڑا اور اغیار کے ساتھ ہو گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن یحیٰی مکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو طیب احمد بن محمد وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن درید یزدی نعمانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن فرج ریاشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو زید نحوی انصاری نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ خلیل ابن احمد عروضی سے سوال کیا اور یہ کہا کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو قربت حاصل تھی اور امت میں جو ان کو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اسلام کے لئے جو ان کی جانفشانی تھی سب کو معلوم تھی پھر آخر لوگوں نے ان کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ تو انہوں نے کہا (سچ کہتے ہو) خدا کی قسم ان کا نور ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور سب پر غالب تھا مگر لوگ اپنے ہم جنس و ہمشکل کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں کیا تم نے اول کا یہ شعر نہیں سنا ہے۔ ہر جنس اپنی جنس سے مانوس ہوتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہاتھی، ہاتھی سے مانوس ہوتا ہے اور ریاشی نے عباس کے اشعار پڑھے۔

ایک کہنے والے نے کہا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے کیوں جدا ہو گئے تو میں نے صاف صاف انصاف کی بات کہہ دی کہ وہ میرا ہم ذوق و ہم جنس نہ تھا اس لئے میں نے اس سے جدائی اختیار کر لی اور لوگ تو اپنے ہم جنس سے ہی مانوس ہوتے ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید بن حسن بن اسماعیل ابن حکیم عسکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم رحل البجلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے شیت ابن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الاحوص اور ان سے کسی شخص نے اپنے آباء سے روایت کی اور اس کے آباء نے حضرت ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا جس اثناء میں امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین کے سخت ترین موقف پر تھے بنی دوران کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یا امیر المومنین آپ تو کتاب و سنت کے علم میں افضل الناس ہیں پھر آپ کی قوم آپ کو امارت و حکومت سے کیوں ہٹانا چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا اے برادر بنی دوران

ہاں تمہیں اس سوال کا حق ہے مگر صبر و تحمل سے کام لو کیونکہ تم اس قلق میں دبلے ہو رہے ہو۔ اس امارت و حکومت کے لئے ایک گروہ پر حرص و لالچ سوار تھی اور دوسرے گروہ کے نزدیک اس کی چنداں اہمیت نہ تھی۔ اور اللہ اور اپنے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ بہترین تھا کاش ہمیں کوئی اہل ملتا اور یہی سوال جو تم نے مجھ سے کیا ہے وہی سوال میں اس سے کرتا۔ مگر بہت بری ہے وہ قوم جس نے مجھے میرے مرتبے سے گھٹایا اور دین الٰہی میں خوشامد و چاپلوسی میں لگ گئی۔ اب اگر یہ مصائب و آزمائشیں ہم سے دور ہو گئیں تو میں ان کو خالص حق پر چلاؤں گا اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہوا تو اے برادر بنی دوران اس فاسق قوم پر کوئی افسوس نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے روایت کی حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے حضرت امیر المومنین کے متعلق سوال کیا کہ ساری قوم حضرت امیر المومنین کے فضل و شرف کو جانتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو مقام قرب ان کو حاصل تھا اس کے باوجود ان کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیسے مائل ہو گئی (سمجھ نہیں آتا)۔ آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف مائل ہونے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کے آباؤ اجداد ان کے چچاؤں اور ماموؤں کو ان کے قریبی رشتہ داروں میں ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برسرپیکار ہوتے تھے تو اس بنا پر امیر المومنین کی طرف سے ان سب کے دلوں میں دشمنی اور کینہ بھرا ہوا تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ امیر المومنین ان کے والی و حاکم بنیں اور اس کے برخلاف دوسروں کی طرف سے ان کے دلوں میں اس طرح کی کوئی بات نہ تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے جہاد میں اس طرح کا کوئی کام نہ کیا تھا اس لئے یہ لوگ انہیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

باب (۱۲۲) وہ سبب جس کی بنا پر امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے مخالفین سے جنگ نہیں کی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے هیثم بن ابی مسروق نہدی سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے شیعوں کے تحفظ کے لئے اپنے دشمنوں کے قتل سے اپنا ہاتھ روکتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد ان کا غلبہ ہو جائے گا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ میرے بعد جو آئے وہ میری سیرت کی اقتدا کرے اور جس طرح میں نے اپنا ہاتھ روکا ہے اسی طرح وہ بھی میرے بعد میرے شیعوں کے قتل سے ہاتھ روکے رہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ایک بیان کرنے والے سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے پوچھا کہ کیا وجہ تھی کہ جو امیر المومنین علیہ السلام نے فلاں و فلاں بن فلاں سے قتال نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا قرآن کریم کی ایک آیت کی وجہ سے جو یہ ہے **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذابا الیما** (اگر وہ (مومن) جدا ہو جاتے تو ان میں سے جو کافر ہو گیا ہم ضرور ان کو دردناک عذاب کی سزا دیتے) سورہ فتح۔ آیت نمبر ۲۵۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ جدا ہونے کے کیا معنی؟ آپ نے فرمایا کچھ مومنین ہیں جو کافروں کے صلب میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور اس طرح حضرت قائم آل محمد اس وقت تک ظہور نہ کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان ودیعتوں کو کافروں کے صلب سے نہ نکال لے جب وہ ودیعتیں تمام کی تمام صلب سے نکل آئیں گی تو آپ ظہور کریں گے اور دشمنان دین کو قتل کریں گے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے

ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابراہیم کرخی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے یا کسی اور شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے کیا حضرت علی علیہ السلام اللہ کے دین کے معاملہ میں قوی اور مضبوط تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں قوی تھے۔ اس نے پوچھا پھر قوم نے ان پر کیسے غلبہ پالیا انہیں کیوں نہیں مار بھگایا ان کے لئے اس میں رکاوٹ کیا تھی؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک آیت نے انہیں روک لیا۔ پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے فرمایا **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منهم عذاباً الیما** سورۂ فتح۔ آیت نمبر ۲۵ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے صلب میں مومنین کو ودیعت کیا ہوا ہے جب تک وہ ان کے صلبوں سے نکل نہ لیں حضرت علیؑ ان کے آباء کو قتل نہیں کر سکتے اور جن جن کے صلبوں سے وہ ودیعتیں نکل گئیں تھی انہیں قتل کیا اور اس طرح ہمارے قائم آل محمد اس وقت تک ظہور نہ کریں گے جب تک کہ کفار و منافقین کے اصلاب سے ایک ایک مومن نکل نہ آئے۔ جب تمام مومنین ان کے اصلاب سے نکل آئیں گے تو آپ ظہور کریں گے اور کفار و منافقین کو قتل کریں گے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے جبرئیل بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے روایت کرتے ہوئے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے منصور بن حازم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے قول خدا **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا** کے متعلق بیان فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مومنین کے صلبوں سے کافروں اور کافروں کے صلبوں سے مومنین کو نکالے گا تو کافروں پر عذاب نازل کرے گا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ھیثم بن عبداللہ رمانی نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا فرزند رسول آپ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب کے متعلق یہ بتائیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد پچیس سال تک اپنے دشمنوں سے جہاد کیوں نہیں کیا پھر اپنے عہد ولایت و خلافت میں کیوں جہاد کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس سلسلہ میں رسول اللہ کی اقتدا کی اور ان کی سیرت پر عمل کیا اس لئے کہ آنحضرتؐ نے اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ میں (بعد ہجرت انیس ماہ مشرکین سے ترک جہاد کیا اور یہ اس لئے کہ مشرکین کے مقابلہ کے لئے آپؐ کے اعوان و انصار کم تھے پس اسی طرح علی علیہ السلام بھی قلت اعوان کی وجہ سے اپنے دشمنوں سے جہاد ترک کئے رہے۔ غور کرنے کی بات ہے جب تیرہ سال انیس ماہ ترک جہاد کی وجہ سے رسول اللہ کی نبوت باطل نہیں ہوئی تو پچیس سال تک ترک جہاد کرنے سے حضرت علی کی امامت کیسے باطل ہو جائے گی جبکہ ان دونوں کے ترک جہاد کا سبب ایک ہی ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا وجہ تھی جو امیرالمومنین نے ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا وجہ یہ تھی کہ علم الٰہی کے اندر سابق ہی میں یہ گزر چکا تھا کہ ایسا ہو گا اور وہ ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور امیرالمومنین کے ساتھ تو فقط تین مومنین کا ایک گروہ تھا۔

(۷) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد سعید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن حباب جمحی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم حمصی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے [illegible] بن احمد بن موسیٰ طائی نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن مسعود سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسجد کوفہ کے اندر بحث چھڑی کہ امیرالمومنین نے

اصحاب ثلاثہ سے کیوں جنگ نہیں کی جس طرح انہوں نے طلحہ بن زبیر و عائشہ و معاویہ سے جنگ کی اس بحث کی خبر جب امیرالمومنین کو پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کر دیا جائے اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا گروہ مردم مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ لوگوں نے کہا سچ ہے ہم لوگ یہ گفتگو کر رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا سنو میں نے جو کچھ کیا وہ انبیاء کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے کیا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة** (اے لوگو) یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے) سورہ احزاب۔ آیت نمبر ۲۱ لوگوں نے پوچھا امیرالمومنینؑ وہ انبیاء کون ہیں (جن کے اسوہ پر آپ نے عمل کیا) آپؑ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جب کہ انہوں نے اپنی قوم **(واعتزلکم وما تدعون من دون الله)** (اور میں تم سے اور ان سے جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو الگ ہوتا ہوں) سورہ مریم۔ آیت نمبر ۴۸ میں نے تمہیں اور تمہارے ان بتوں کو جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب کو چھوڑا اگر تم لوگ کہو کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے بغیر کچھ تکلیف پہنچے یہ کہا تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو گے کہ قوم نے انہیں اذیت پہنچائی اس لئے کہا تو (محمد کا) وصی اس سے زیادہ معذور تھا اور میرے لئے حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی حضرت لوطؑ کا عمل بھی نمونہ ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا **لو ان لی بکم قوة او اوی الی رکن شدید**، ((لوط نے کہا) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ لیتا) سورۂ ہود۔ آیت نمبر ۸۰ اگر تم لوگ یہ کہو کہ لوط میں مقابلہ کی قوت تھی تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے، اگر کہو ان میں مقابلہ کی قوت نہ تھی تو اس وصی کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے۔ اور حضرت یوسفؑ کا عمل بھی ہمارے لئے نمونہ ہے جبکہ انہوں نے کہا **رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه** (پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے) سورہ یوسف۔ آیت نمبر ۳۳ اگر تم لوگ یہ کہو کہ یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور قید خانے کے طالب ہوئے اللہ کو ناراض کرنے کے لئے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو کہ انہوں نے قید خانے کے لے دعا کی تاکہ اللہ ناراض ہو تو وصی رسول کے پاس تو اس سے زیادہ عذر ہے۔ اور میرے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی ایک اچھا نمونہ ہے جب کہ انہوں نے کہا **ففررت منکم لما خفتکم**۔ (تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا) سورۃ الشعراء۔ آیت نمبر ۲۱ اب اگر تم لوگ یہ کہو کہ موسیٰؑ کو اپنی قوم سے کوئی خوف نہ تھا پھر بھی بھاگے تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر یہ کہو کہ حضرت موسیٰؑ کو اپنی قوم سے واقعتاً خوف تھا تو وصی رسول کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے اور میرے لئے تو ان کے بھائی ہارونؑ کا عمل بھی نمونہ ہے جبکہ انہوں نے کہا **ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی** (اے میرے ماں کے بیٹے لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں) سورہ اعراف۔ آیت نمبر ۱۵۰ اگر تم لوگ کہو کہ قوم نے حضرت ہارونؑ کو کمزور نہیں سمجھا اور ان کے قتل پر آمادہ نہیں ہوئی تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو کہ قوم نے واقعتاً ان کو کمزور سمجھا اور قتل پر آمادہ تھے تو حضرت ہارونؑ خاموش رہے تو وصی رسول کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے اور میرے لئے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بھی بہترین نمونہ ہے جب کہ وہ اپنی قوم سے بھاگے اور ان کے خوف سے غار میں چھپے مجھے اپنے بستر پر سلایا اور خود ان لوگوں کے خوف سے غار میں پناہ لی تو ان کا وصی تو ان سے بھی زیادہ معذور تھا۔

(۸) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن موسیٰ نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حماد شاشی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن راشد سے انہوں نے علی بن اسماعیل میثمی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ربعی نے روایت کرتے ہوئے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا امیرالمومنین علیہ السلام کو کیا امر مانع تھا کہ ان کے مقابلہ خود اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے؟ آپ نے فرمایا امیرالمومنین نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ یہ سب مرتد ہو جائیں گے۔ علی بن حاتم کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے حدیث میں یہ بھی تھا کہ یہ سب **اشهد ان محمداً رسول الله** کہنا چھوڑ دیں گے۔

(۹) اور ان ہی (علی بن حاتم) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عباس محمد بن جعفر رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ ۔ [فرمایا (جنگ جمل کے موقع پر) حضرت علی علیہ السلام کا اہل بصرہ کے ساتھ سلوک اپنے شیعوں کے حق میں ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا ہے اس لئے کہ ان کو علم تھا کہ آئندہ اس قوم کی حکومت ہوگی آج اگر ان کو اسیر بنائیں گے تو کل یہ لوگ بھی ہمارے شیعوں کو اسیر بنائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یہ بتائیں کہ کیا حضرت امام قائم بھی ان ہی کی سیرت پر عمل کریں گے ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ آئندہ ان کی حکومت آئے گی اور امام قائم علیہ السلام حضرت علیؑ کے برخلاف عمل کریں گے اس لئے کہ ان کے بعد کوئی حکومت نہیں آئے گی۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے یزید بن معاویہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کو اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی امر مانع نہ تھا سوائے اس کے کہ یہ خطرہ تھا کہ یہ سب گمراہ ہو جائیں گے اور اپنی خلافت کی طرف دعوت دینے سے زیادہ آپ کے نزدیک بہتر یہ تھا کہ یہ سب اسلام پر باقی رہیں اسے چھوڑ نہ جائیں کیونکہ اگر آپ ان کو اپنی طرف دعوت دیتے تو دشمنی کی وجہ سے انکار کر دیتے اور بالآخر اسلام چھوڑ کر سب کے سب کافر ہو جاتے حریز کا بیان ہے کہ زرارہ نے مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ روایت بھی بیان کی کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت علیؑ اپنے مقابل جنگ کرنے والوں کو قید کرنے سے اور مال غنیمت سے ہاتھ نہ روکتے تو آئندہ ان کے شیعوں پر مصیبت عظیم نازل ہوتی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم حضرت کا اس وقت کا عمل تم لوگوں کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا ہے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن الصبہان سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا حضرت علیہ السلام نے قوم سے کیوں ہاتھ روکے رہے جنگ نہیں کی ؟ آپ نے فرمایا صرف اس لئے کہ آپ کو خطرہ تھا کہ اگر ہم نے ان سے جنگ کی تو یہ سب کے سب پھر کافر ہو جائیں گے۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں ابان بن عثمان سے انہوں ابان بن تغلب سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت امیرالمومنینؑ کے زمانہ خلافت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو خدا کی قسم ابو قحافہ برادر تیم کے بیٹے نے خلافت کو قمیص سمجھ کر پہن لیا حالانکہ ان کو اس کا بخوبی علم تھا کہ اس خلافت کے لئے میں اتنا ہی ضروری ہوں جتنا چکی کے لئے وہ میخ ہے جس پر اس کی گردش کا دارومدار ہے۔ مجھ سے علم و حکمت کے سیلاب نیچے گرتے ہیں اور میری رفعت و بلندی تک کوئی پرندہ پرواز نہیں کر سکتا مگر میں نے اس معاملہ خلافت پر پردہ ڈال دیا اور اس سے منہ پھیر لیا اور غور کرنے لگا کہ آیا میں ان کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اس گھٹاٹوپ اور طویل تاریکی پر صبر کر لوں جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے پیر فرتوت ہو جائیں گے اور مومن بیچارہ اپنی سی جدوجہد کرتے کرتے اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔ بالآخر میں نے اس سوچا اس طویل تاریکی پر صبر کر لینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ پس میں نے صبر کر لیا حالانکہ میری آنکھوں میں وہ کھٹک محسوس ہو رہی تھی جو خس و خاشاک پڑ جانے سے ہوتی ہے اور حلق میں گویا ہڈی اٹکی ہوئی تھی اس لئے کہ میں اپنی آنکھوں سے

اپنی میراث لٹتی ہوئی دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ جب انہوں نے اپنا راستہ لیا تو جاتے وقت اپنے بعد کے لئے یہ خلافت ایک برادر عدی کو دے گئے اور یہ کس قدر تعجب خیز امر ہے کہ وہ زندگی بھر محض زبانی ہی کہتے رہے کہ میں اس سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہوں لیکن یہ اپنے بعد دوسروں کے لئے اس کا بندوبست کر گئے اور خلافت کو ایک ایسے سخت و صعب محل میں رکھ دیا جہاں اس نے ایسے گہرے زخم کھائے کہ اس کا چھونا اور ہاتھ لگانا بھی دشوار ہو گیا۔ انہوں نے بکثرت لغزشیں کیں اور بار بار ان لغزشوں پر معذرت خواہ ہوئے اس کی حالت یہ تھی کہ جیسے کوئی سرکش ناقہ پر سوار ہو اگر اس پر سختی کی جائے تو اور اڑ جائے اور آگے چلنے کے لئے تیار نہ ہو اور اگر ڈھیل دی جائے تو اندھیرے میں پہنچائے پس لوگ تلون مزاجی و سرکشی اور بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے اور وہ محض چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دیتے ہیں اور میں ایک طویل مدت تک ان شدید مصائب پر صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ بھی اپنی راہ پر جانے لگے تو اس مسئلہ خلافت کو ایک جماعت کے سپرد کر گئے اور ان کا خیال تھا کہ میں بھی اس جماعت میں اسی سطح کا ایک فرد ہوں مگر اللہ ہی اس شوریٰ سے بچے۔ ان کے مقابلے میں میرے رتبہ اور فضیلت میں کب کسی کو شک و شبہ تھا جو آج میں ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ شریک کیا گیا پس ایک شخص تو اپنے بغض و عداوت کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی کی بنا پر اس کا طرفدار بن گیا اس لئے ان ہی میں سے ایک تیسرا شخص اپنا سینہ پھلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا جس کو سوائے کھانے اور ہگنے کے کچھ نہ آتا تھا اور اسی کے ساتھ اس کے باپ کی اولاد (یعنی بنی امیہ) بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور مال خدا کو خوب چاب چاب کر کھانے لگے جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھاس کو مزے لے لے کر کھاتا ہے یہاں تک کہ ان کی بداعمالیاں ان پر لد گئیں اور ان کی سواری ان کو لیکر منہ کے بل گر گئی اور اس وقت کسی چیز نے مجھ کو اتنا پریشان نہیں کیا جتنا میری بیعت کرنے والے ہجوم نے مجھے پریشان کیا لوگ میری طرف سے اس کثرت سے ٹوٹے پڑ رہے تھے جس طرح بجو کی گردن پر بال پر ہوتے ہیں اس ہجوم میں حد یہ ہے کہ میرے دونوں بچے حسنؑ و حسینؑ دونوں کچل گئے اور میری عبا کے دامن پھٹ گئے مگر جب میں نے امامت و خلافت قبول کر لی اور اسے لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے میری بیعت توڑ دی۔ دوسرے نے فسق اختیار کیا اور تیسرا دین سے نکل کر باغی ہو گیا۔ گویا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں تھا کہ **تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین** (یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین پر نہ تو بلند ہونا چاہتے ہیں اور (اچھا) انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے) سورۃ قصص۔ آیت نمبر ۸۳ ہاں ہاں ان لوگوں نے خدا کی قسم سنا اور اچھی طرح سنا مگر اس دنیا کی زیب و زینت ان کی آنکھوں میں رچ بس گئی اور وہ اس میں اندھے ہو گئے مگر اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو خلق کیا ہے اگر کچھ بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے اجتماع سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو جاتی اور اگر علماء سے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد نہ ہوتا کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر وہ خاموش نہ بیٹھیں تو میں اس ناقہ خلافت کی نکیل اس کی پشت پر ڈال دیتا اور اول کے دور میں جو کچھ کیا تھا وہی اس دور میں بھی کرتا اور تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری آراستہ و پیراستہ دنیا میرے نزدیک بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کا یہ خطبہ یہیں تک پہنچا تھا کہ اتنے میں اہل عراق میں سے کسی نے ایک خط آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ وہ خط پڑھنے لگے اور سلسلہ کلام منقطع ہو گیا جب آپ خط کے مطالعہ سے فارغ ہوئے تو ابن عباس نے کہا آپ اس خطبہ کو مکمل فرما دیں۔ آپ نے فرمایا افسوس، افسوس اے ابن عباس یہ ایک شقشقہ تھا جو منہ سے ابل پڑا تھا اب دب گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے جتنا افسوس اس کلام کے ناتمام رہ جانے پر ہوا اتنا کسی اور بات پر نہیں ہوا اس لئے کہ امیرالمومنین جس مقام تک پہنچنا چاہتے تھے نہیں پہنچ سکے۔

(۱۳) نیز اسی حدیث کو محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ نے بیان کیا اور کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ بن جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ احمد بن عمیر بن خالد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی نے انہوں نے کہا کہ

بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن راشد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حزیمہ سے انہوں نے عکرمہ اور انہوں نے ابن عباس سے ہو بہو یہی حدیث روایت کی۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ربعی سے انہوں نے فضیل بن یسار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو ان کے بعد امارت وحکومت کس کے پاس تھی؟ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کے پاس۔ میں نے عرض کیا پھر یہ غیروں کے پاس کیسے چلی گئی؟ آپ نے فرمایا تم نے جو سوال کیا ہے اس کے جواب کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جانتا ہے کہ آئندہ زمین پر فسادات برپا ہوں گے۔ حرام نکاح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کئے ہیں اس کے خلاف فیصلے ہوں گے۔ اسی اللہ نے چاہا کہ اس کے ذمہ دار ہمارے اغیار ہوں۔

باب (۱۲۳) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علیہ السلام نے اہل بصرہ سے جنگ کی مگر ان کے اموال کو چھوڑ دیا مال غنیمت نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ربیع بن محمد سے انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اہل بصرہ سے قتال کیا مگر ان کے اموال کو ترک کر دیا اسے نہیں لوٹا؟ آپ نے فرمایا دار شرک میں جو کچھ ہے وہ سب حلال ہے مگر دار السلام میں جو کچھ ہے وہ حلال نہیں ہے۔ پھر فرمایا حضرت علیؑ نے اہل بصرہ پر احسان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ پر کیا تھا اور حضرت علی نے ان کو اموال کو ترک کیا کہ انہیں معلوم تھا کہ آئندہ ان کے بھی شیعہ ہوں گے اور باطل کی حکومت ان پر حاوی ہوگی۔ آپ نے چاہا کہ اپنے شیعوں کے فدیہ کے طور پر ان کے اموال ترک کر دیں اور تم نے دیکھ لیا کہ اس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا اور لوگوں نے حضرت علی کی سیرت کو اپنایا۔ حالانکہ اگر حضرت علی علیہ السلام اہل بصرہ کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال کو مال غنیمت شمار کرتے تو ان کے لئے حلال تھا مگر انہوں نے ان لوگوں پر احسان کیا تا کہ یہ لوگ بھی آپ کے شیعوں سے احسان کریں۔

(۲) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جنگ بصرہ کے دن لوگوں کا مجمع حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بولا کہ یا امیرالمومنین آپ اہل بصرہ کے افراد اور اموال مال غنیمت کے طور پر ہم لوگوں میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو ام المومنین کو اپنے سہم اور حصہ میں لے گا۔

باب (۱۲۴) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس خلافت آئی تو انہوں نے فدک نہیں لیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد وقاق رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کہ جب امیرالمومنین خلیفہ

ہوئے تو آپ نے فدک کیوں نہیں لیا اسے کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ظالم و مظلوم دونوں جب اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ مظلوم کو ثواب دے اور ظالم پر عتاب کرے گا تو آپ نے اس کو پسند نہ کیا کہ جس پر مظلوم کو ثواب ہے اور ظالم کو عتاب اس کو واپس لے لیں

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشم رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم کرخی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا جب امیرالمومنین علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو آپ نے فدک کیوں چھوڑا؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اس لئے کہ جب آنحضرتؐ نے مکہ فتح کیا تو اس وقت تک عقیل بن ابی طالب آنحضرتؐ کا گھر فروخت کر چکے تھے۔ آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپ اپنے گھر کیوں نہیں چلتے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے چھوڑا ہے؟ سنو ہم اہلبیت اس چیز کو واپس نہیں لیتے جو ان سے بطور ظلم لے لیا گیا ہو۔ بس اسی وجہ سے امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی جب خلیفہ ہوئے تو فدک کو واپس نہیں لیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن سعید ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال سے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق سوال کیا کہ جب امیرالمومنینؑ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کیوں نہیں واپس لیا؟ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت اپنے وہ حقوق واپس نہیں لیتے جو ہم سے بطور ظلم چھینے گئے ہوں۔ واضح رہے کہ امیرالمومنین اور ہم لوگ مومنین کے والی ہیں اور ان کے حاکم ہیں ہم لوگ مومنین کے حقوق جو ان سے چھینے گئے ہیں واپس دلاتے ہیں اپنے حقوق واپس نہیں لیتے۔

باب (۱۲۵) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی کنیت ابو تراب رکھدی

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسان عبدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن مسلم نے روایت کرتے ہوئے یحیٰ بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کے ساتھ نماز فجر پڑھی۔ پھر غمگین چہرے کے ساتھ اٹھے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ چنانچہ آپؐ بیت فاطمہ پہنچے اور دیکھا کہ حضرت علیؑ دروازے کے سامنے زمین پر سو رہے ہیں یہ دیکھ کر آنحضرتؐ وہیں بیٹھ گئے اور حضرت علی کی پشت سے مٹی صاف کرنے لگے اور کہنے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اے ابو تراب اٹھو۔ پھر آنحضرتؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے اور ہم لوگ باہر کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ اندر سے ہنسنے کی بلند آواز سنائی دی اس کے بعد آنحضرتؐ مسکراتے ہوئے باہر نکلے تو ہم لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپؐ غمگین صورت سے گھر میں داخل ہوئے اور مسکراتے ہوئے باہر آئے کیا بات تھی؟ تو فرمایا میں کیوں نہ خوش و مسرور ہوتا جبکہ میں نے ایسے دو افراد کے درمیان صلح کرا دی جو میرے نزدیک زمین و اہل آسمان میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن حسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عبدالعزیز سے انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان کچھ بات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر گئے آپؐ کے لئے ایک

بستر بچھا دیا گیا آپؐ اس پر لیٹ رہے اس کے بعد حضرت فاطمہؑ آئیں اور آپؐ کے بائیں پہلو میں لیٹ رہیں۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور دوسرے پہلو میں لیٹ رہے۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ناف پر رکھا اور حضرت فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ناف پر رکھ لیا اور کچھ دیر بعد ان دونوں میں صلح ہو گئی۔ پھر رسول اللہؐ گھر سے برآمد ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ گھر میں داخل ہوئے تھے تو آپ کا حال کچھ اور تھا اور برآمد ہوئے تو آپؐ کے چہرے پر خوشی کے آثار ہیں آخر بات کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہ خوش ہوں میں نے ان دونوں میں صلح جو کرا دی جو میرے نزدیک تمام اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۲) محمد بن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف کہتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک ہرگز معتبر اور معتمد نہیں اور نہ اس پر لوگوں کا اعتقاد ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ آنحضرتؐ کو ان کے درمیان صلح کرانے کی ضرورت پیش آئی اس لئے کہ حضرت علی سید الوصیین ہیں اور حضرت فاطمہ سیدہ نساء العالمین ہیں اور یہ دونوں حسن خلق میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اور مقتدی ہیں۔ پس ہم اس سلسلے میں اس حدیث پر اعتماد اور اعتبار رکھتے ہیں جو مجھ سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن یحییٰ بن ذکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن عبدی نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن مہران سے انہوں نے عبایہ ابن ربعی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عبد اللہ ابن عباس سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی کنیت ابو تراب کیوں رکھی ہے تو انہوں نے کہا اس لئے کہ وہ خلیفۃ الارض ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد تمام اہل زمین پر حجت خدا ہیں ان کی وجہ سے اس کا بقا ہے ان کی وجہ سے وہ ٹھہری ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا اور کافر دیکھے گا کہ شیعان ابو تراب کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا سامان راحت و کرامت و ثواب فراہم کر رکھے ہیں تو وہ کہے گا کہ کاش میں بھی تراب ہوتا اور انہی علی کے شیعوں میں سے ہوتا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول **ویقول الکفر یلیتنی کنت تربا** (اور کافر کہے گا اے کاش میں مٹی ہوتا)

(۴) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بن ضریس نے روایت کرتے ہوئے معاویہ بن صالح بن ضریس بجلی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عوانہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یزید اور ہشام زراعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن میمون طہوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے لیث نے روایت کرتے ہوئے مجاہد سے انہوں نے ابن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے نخلستانوں میں تھا وہ حضرت علی کی تلاش میں تھے اور تلاش کرتے کرتے ایک باغ میں پہنچے اور نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس میں حضرت علی زمین کھودتے ہوئے نظر آئے اور وہ گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اے علی اگر میں تمہاری کنیت ابو تراب رکھ دوں تو لوگ مجھے برا نہ کہیں گے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سن کر حضرت علی تلملا اٹھے اور رنگ متغیر ہو گیا۔ ایسا فقرہ ان پر گراں گزرا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اے علی کیا اب میں تم کو خوش کر دوں؟ حضرت علیؑ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تم ہی میرے وزیر اور میرے خلیفہ ہو۔ میرے اہل و عیال پر تم ہی میرا قرض ادا کرو گے۔ میری ذمہ داریاں پوری کرو گے جو شخص میری زندگی میں تم سے محبت کرے گا تو اس کے لئے جنت میں جانے کا فیصلہ ہے اور جو شخص تمہاری زندگی میں میرے بعد تم سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ امن و ایمان پر کرے گا۔ اور جو شخص تمہارے بعد تم کو بغیر دیکھے ہوئے تم سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ امن و ایمان پر کرے گا اور قیامت کے بڑے ہولناک دن میں اس کو امن دے گا۔ اور اے علی جو تم سے بغض و دشمنی رکھے ہوئے مر جائے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اسلام میں رہتے ہوئے جو اس نے عمل کیا ہے اللہ اس کا حساب لے گا۔

باب (۱۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر امیر المومنین علیہ السلام چار انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر المعروف بابی سعید معلم نیشاپوری نے نیشاپور میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن احمد بن سعید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن مسلم بن زرارہ رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یوسف فریابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سفیان ثوری نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل سدی سے انہوں نے عبد خیر سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں ایک پر یاقوت جڑا ہوا تھا جو اپنی شرافت و نجابت کی علامت کے لئے تھی دوسرے پر فیروزہ تھا فتح و نصرت کے لئے تیسرے پر حدید چینی تھا قوت و طاقت کے لئے چوتھے پر عقیق تھا حرز و حفاظت کے لئے اور یاقوت پر **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین** نقش تھا۔ فیروزہ پر **اللہ الملک الحق المبین** نقش تھا۔ حدید چینی پر **العزۃ للہ جمیعا** نقش تھا اور عقیق پر تین سطروں میں **ما شاء اللہ۔ لا قوۃ الا باللہ۔ استغفر اللہ** نقش تھا۔

باب (۱۲۷) حضرت امیر المومنین اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبد الواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ بتائیں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے دست یمین (داہنے ہاتھ) میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ اس لئے دست یمین میں انگوٹھی پہنتے تھے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اصحاب الیمین کے امام تھے اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کی مدح اور اصحاب شمال کی مذمت فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ اور یہ ہمارے شیعوں کی علامت ہے وہ اس سے اور اوقات نماز کی پابندی سے اور ادائیگی زکوٰۃ سے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے پہچانے جاتے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم قاینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو قریش نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد الجبار و محمد بن منصور خزاز نے ان دونوں نے کہا بیان کیا ہم سے عبد اللہ بن میمون قداح نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبد اللہ بن ابراہیم اصفہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عبد اللہ اسکندرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن عباس قانعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید کندی نے روایت کرتے ہوئے عبد اللہ بن حازم خزاعی سے انہوں نے ابراہیم بن موسیٰ جہنی سے انہوں نے سلمان فارسی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرو۔ مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مقربین کون؟ فرمایا جبرئیل و میکائیل۔ حضرت علیؑ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپؐ نے فرمایا عقیق سرخ کی اس لئے کہ اس نے اللہ کی وحدانیت میری نبوت اور تمہاری وصایت اور تمہاری اولاد کی امامت اور تمہارے محبین کے لئے جنت اور تمہاری اولاد کے دوستداروں کے لئے فردوس کا اقرار کیا ہے۔

باب (۱۲۸) کیا وجہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ تھے اور کیا وجہ ہے کہ ان کو الانزع البطین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس و محمد بن یحییٰ عطار نے اور ان سب نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اسناد متصل کے ساتھ جو میرے حافظہ میں نہیں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سر کے بال اڑا دیتا ہے اور یہ دیکھو میں ایسا ہی ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی عدوی نے روایت کرتے ہوئے عباد بن صہیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد علیہما السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو آپ میں موجود ہیں۔ یہ بتائیے کہ آپ کا قد کیوں چھوٹا ہے؟ اور پیٹ کیوں بڑا ہے؟ اور سر کے سامنے کے بال کیوں نہیں ہیں؟ امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے نہ مجھے بہت طویل بنایا اور نہ بہت قصیر بلکہ میرے قد کو معتدل بنایا تاکہ میں اپنے سے پست قد کے دو ٹکڑے لمبائی میں کردوں اور اپنے سے دراز قد کی ٹانگوں پر قط لگادوں۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا پیٹ کیوں بڑا ہے تو سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے بہت سے باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھ پر علم کے ہزار باب کھل گئے اور سینہ میں گنجائش نہ پاکر پیٹ میں اتر آئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے روایت کرتے ہوئے تمیم بن بہلول سے انہوں نے کہا کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور بولا آپ مجھے انزع البطین علی ابن ابی طالب کے متعلق بتائیں اس لئے ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے؟ ابن عباس نے کہا کہ اے شخص تو نے ایک ایسی ہستی کے متعلق سوال کیا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہتر اور افضل زمین پر کوئی چلنے والا نہیں وہ رسول اللہؐ کے بھائی ان کے ابن عم ان کے وصی اور ان کی امت پر ان کے خلیفہ و نائب ہیں وہ شرک سے بری ہیں ان کا پیٹ علم سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ جو شخص کل (قیامت) کے دن نجات چاہتا ہے وہ اس انزع (کشادہ پیشانی) یعنی علی علیہ السلام کے زیر دامن پناہ لے۔

باب (۱۲۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین، ان کی تلوار کو ذوالفقار، امام قائم کو قائم اور مہدی کو مہدی کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد وقاق اور محمد بن محمد بن عصام رضی اللہ عنہما سے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسمٰعیل فزاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جمہور قمی نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی نجران سے اور انہوں نے اس سے جس کا ذکر انہوں نے کیا ہے اور انہوں نے ابی حمزہ ثابت بن دینار ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرزند رسول حضرت علی علیہ السلام کا نام

امیرالمومنین کیوں پڑ گیا یہ نام تو نہ پہلے کسی کا تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ میرۃ العلم (علم کا ذخیرہ) ہیں انہی سے علم حاصل کیا جاتا ہے آپ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ان کی تلوار کو ذوالفقار کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ آپ جس کو بھی مخلوق میں اس تلوار سے مارتے تھے اس کو دنیا میں اس کے اہل و اولاد سے اور آخرت میں جنت سے جدا کر دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کیا آپ حضرات سب کے سب قائم بالحق نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں ہاں میں نے عرض کیا پھر امام قائم کو قائم کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو ملائیکہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روتے ہوئے فریاد کی اے ہمارے اللہ اور ہمارے مالک جس نے تیرے منتخب ابن منتخب بندے کو قتل کر دیا اس سے کیا تو غافل ہے؟ تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے میرے ملائیکہ بیقرار نہ ہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ضرور ان سے انتقام لوں گا خواہ کچھ عرصہ بعد ہی کیوں نہ لوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جتنے آئمہ تھے ان سے ملائیکہ کے لئے حجاب کو ہٹایا اور انہیں دیکھ کر ملائیکہ بعد مسرور ہوئے اور ان ہی آئمہ میں سے ایک امام کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسی قائم (کھڑا ہونے) کے ذریعہ ان قاتلوں سے انتقام لوں گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علان کلینی سے اور انہوں نے مرفوعاً روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین کی تلوار کا نام ذوالفقار اس لئے پڑا کہ اس تلوار کے بیچوں بیچ لمبائی میں ایک خط تھا جو انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے بالکل مشابہ تھا اسی لئے اس کا نام ذوالفقار ہو گیا۔ اور یہ وہ تلوار تھی جس کو حضرت جبرئیل آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے۔ اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور یہ وہ تلوار ہے جس کے متعلق ایک منادی نے آسمان سے ندا دی تھی کہ "لا سیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی"

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی کوفی سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سفیان بن عبدالمومن انصاری سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے روایت کی جابر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ جناب سے کہا کہ یہ پانچ سو درہم لیجئے اور اس کو اس کے محل پر صرف کر دیجئے یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا۔ نہیں اسے تم خود رکھو اور اپنے پڑوسیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور اپنے مسلمان بہن بھائیوں پر صرف کر دو۔ یہ ہمارے لئے اس وقت ہو گا جب ہمارا قائم قیام کرے گا اور اس کو سب پر برابر تقسیم کرے گا اور خدائے رحمان کی مخلوق پر عدل سے کام لے گا خواہ وہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس کا نام مہدی اس لئے ہو گا کہ وہ رہبر حق کی طرف سے ہدایت کرے گا اور توریت اور ساری اللہ کی کتابوں کو غار انطاکیہ سے نکالے گا اور اہل توریت کا فیصلہ توریت سے کرے گا اہل انجیل کا فیصلہ انجیل سے کرے گا اہل زبور کا فیصلہ زبور سے کرے گا اور اہل فرقان کا فیصلہ فرقان سے کرے گا اور دنیا کے سارے اموال اس کے پاس جمع ہوں گے خواہ وہ زمین کے اندر ہوں یا زمین کے اوپر اور وہ لوگوں سے کہے گا کہ لو مر آجاؤ جس مال کے لئے تم قطع رحم کرتے تھے خونریزی کرتے اور امر حرام کا ارتکاب کیا کرتے تھے وہ مجھ سے لیجاؤ پھر وہ لوگوں کو اتنا دے گا کہ اس سے قبل کسی ایک نے بھی اتنا نہ دیا ہو گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ ہم میں سے ہو گا اس کا نام میرا نام ہو گا وہ میری سنت پر عمل کرے گا زمین کو قسط و عدل و نور سے بھر دے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور اور برائیوں سے بھری ہو گی۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ کیا مجھ سے جعفر ابن محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبرئیل بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن خرزاد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن موسیٰ بن فرات سے انہوں نے یعقوب بن سوید سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ حضرت

امیرالمومنین علیہ السلام کا نام امیرالمومنین کیوں قرار دیا؟ تو آپ نے ارشاد کیا اس لئے کہ وہ لوگوں کو علم تقسیم کرتے تھے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ **ونمیر واھلنا** (اور ہم اپنے کنبے کے لئے خوراک لائیں گے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۶۵

باب (۱۳۰) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علی ابن ابی طالب قسیم الجنۃ والنار ہوگئے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن ذکریا ابو العباس قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ محمد بن اسماعیل برکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن وہبر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سنان سے روایت کرتے ہوئے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام قسیم الجنۃ والنار کس طرح ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے۔ اور جنت اہل ایمان کے لئے خلق ہوئی ہے اور جہنم اہل کفر کے لئے۔ پس آپ اس طرح قسیم الجنۃ والنار ہیں کہ جنت میں صرف ان سے محبت کرنے والے جائیں گے اور جہنم میں صرف ان سے بغض رکھنے والے جائیں گے۔ مفضل نے کہا فرزند رسول کیا انبیاء اور اوصیاء بھی حضرت علیؑ سے محبت رکھتے تھے اور ان کے دشمن بھی حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ راوی نے فرمایا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا تھا کہ کل کے دن میں علم اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہوں گے اور وہ اس وقت تک میدان سے واپس نہ آئے گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھنا ہوا طائر آیا تو آپ نے دعا کی کہ پروردگار تو میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ یہ بھنا ہوا طائر کھائے۔ اور آنحضرتؐ نے اس سے حضرت علیؑ کو مراد لیا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں فرمایا تو پھر کیا یہ ممکن ہے کہ جس شخص سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرے اس سے انبیاء اور اوصیاء محبت نہ کریں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء و مرسلین وجمیع مومنین حضرت علی ابن ابی طالب کے محب اور دوستدار تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء اور اوصیاء کے دشمن اور مخالفین ان سے اور وہ تمام لوگ جن سے وہ محبت کرتے تھے بغض و عداوت رکھتے تھے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا پس اولین وآخرین میں جو بھی حضرت علیؑ سے محبت رکھتا ہے وہی جنت میں جائے گا اور اولین وآخرین میں جو بھی ان سے بغض و دشمنی رکھتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا اس طرح حضرت علی علیہ السلام قسیم الجنۃ والنار ہوئے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول آپ نے میری الجھنیں دور کردیں اللہ آپ کی الجھنیں دور کرے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم دیا ہے اس میں سے کچھ اور عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا اے مفضل پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ بتائیں کہ حضرت علیؑ اپنے محبین کو جنت میں داخل کریں گے اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے یا رضوان (خازن جنت) اور مالک (داروغہ جہنم)؟ آپ نے فرمایا اے مفضل کیا تمہیں نہیں معلوم کے اللہ تعالیٰ نے خلقت خلق سے دو ہزار سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کہ وہ روح تھے نبی بنا کر انبیاء کی طرف جب کہ وہ سب کے سب روح تھے مبعوث کیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ارواح انبیاء کو اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت واتباع امر کی دعوت دی اور اس پر ان سے جنت کا وعدہ کیا اور جو اسے قبول نہ کرے مخالفت اور انکار کرے گا اس کے لئے جہنم کا وعدہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر نبی علیہ السلام کیا اس وعدے کے ضامن نہیں ہیں جو انہوں نے اللہ کی طرف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے خلیفہ و نائب اور ان کی امت کے امام نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا رضوان و مالک بلکہ تمام ملائکہ آپ کے شیعوں کے لئے اور آپ کی محبت کے سبب نجات پانے والوں کے لئے استغفار نہیں کرتے؟ میں

نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو پھر علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں قسیم الجنۃ والنار ہوئے اور رضوان و مالک حضرت علی علیہ السلام کے حکم کو نافذ کرنے والے ہوئے اے مفضل اس کو یاد رکھو اس لئے کہ یہ ایک علم مخزون ومکنون کو اس کے اہل کے سوا کسی اور کو نہ بتانا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عرفہ نے مرائے میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسرائیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ... نے روایت کرتے ہوئے ابوذر رحمہ اللہ سے ان کا بیان ہے ہم اور جعفر ابن ابی طالب حبشہ میں مہاجرین کے اندر تھے وہاں جعفر کو ایک کنیز ہدیہ میں دی گئی جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ جب ہم لوگ وہاں سے مدینہ واپس آئے تو جعفر نے وہ کنیز علی ابن ابی طالب کو ہدیہ کردیا کہ خدمت کرے گی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کنیز کو حضرت فاطمہؑ کے گھر میں لے جا کر رکھا۔ ایک دن حضرت فاطمہ آئیں تو دیکھا کہ اس کی گود میں حضرت علیؑ کا سر ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا اے ابوالحسن آپ نے اس سے کچھ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اے بنت محمد خدا کی قسم کچھ بھی نہیں کیا تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے باپ کے گھر جاؤں گی۔ آپ نے کہا جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ حضرت فاطمہؑ نے اپنی چادر سر پر ڈالی اور برقعہ پہنا اور نبی صلی اللہ وآلہ وسلم کی طرف چلیں۔ ادھر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے یہ کہتا ہے کہ فاطمہ آپ کے پاس علی کی شکایت لے کر آرہی ہیں آپ علیؑ کے متعلق ان کی کوئی شکایت نہ کریں۔ اتنے میں فاطمہ پہنچ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم علی کی شکایت لے کر میرے پاس آئی ہو؟ انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی خوشی کے لئے مجھے یہ تنگ وعار قبول ہے۔ پس حضرت فاطمہ واپس آئیں اور کہا اے ابوالحسن آپ کی خوشی کے لئے مجھے یہ تنگ وعار قبول ہے یہ انہوں نے تین مرتبہ کہا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تم نے میرے اور میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کردی۔ ہائے اب میں رسول اللہؐ سے شرمندہ ہوں گا۔ اچھا اے فاطمہ گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کنیز کو بوجہ اللہ آزاد کردیا اور یہ چار سو درہم جو میرے عطایا سے فاضل بچے ہیں اس کو اہل مدینہ کے فقراء پر صدقہ نکال دیا اس کے بعد آپ نے لباس پہنا اور نعلین پاؤں میں ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلے اور حضرت جبرئیل آپ کے پاس نازل ہوئے اور عرض کیا۔ یا محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ اور آپؐ سے یہ کہتا ہے کہ آپ حضرت علیؑ سے کہدیں کہ فاطمہ زہرا کی رضا کے لئے جو تم نے کنیز کو آزاد کردیا اس کے عوض میں نے تم کو پوری جنت کا مالک بنادیا اور وہ چار سو درہم جو تم نے تصدق کیا ہے اس کے لئے انہیں جہنم کا مالک بھی بنادیا۔ اب تم جسے چاہنا جنت میں داخل کردینا اور جسے چاہنا جہنم سے نکال لینا میں اسے معاف کردوں گا۔ تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا پھر تو میں قسیم الجنۃ والنار ہوں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور عبداللہ بن سعید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نے کہا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا مقررہ کردہ قسیم الجنۃ والنار ہوں میں فاروق اکبر ہوں میں صاحب عصا میسم ہوں

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ سعدان سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم حضرمی سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جسے تمام خلائق دیکھے گی ایک مرد کھڑا ہوگا۔ اور منبر کے داہنی جانب ایک ملک اور بائیں جانب ایک ملک کھڑا ہوگا۔ داہنی جانب والا ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق یہ علی ابن ابی طالب ہیں یہ جنت کے مالک و مختار ہیں۔ جسے چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے۔ پھر بائیں جانب والا ملک ندا دے گا کہ اے

یہ علی ابن ابی طالب ہیں یہی جہنم کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں گے جہنم میں داخل کریں گے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد ثقفی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن داؤد دنیوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر شعرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن قمیل نے انہوں نے روایت کی ابی الجارود سے انہوں نے مرفوعاً روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنحضرت نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پر سرخ یاقوت کا کنڈا سونے کی پلیٹ پر لگا ہوا ہے جب وہ کنڈا سونے کی پلیٹ سے ٹکراتا ہے تو اس سے کھٹکنے کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس کی کھنکھناہٹ میں وہ یا علی کہتا ہے۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ خزاز سے انہوں نے ابی حفص عبدی سے انہوں نے ابوہارون عبدی سے انہوں نے ابو سعید خدری سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تم لوگ میرے لئے دعا کرو تو وسیلہ کے لئے دعا کرو۔ تو ہم نے آنحضرتؐ سے وسیلہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ جنت میں میرا ایک منبر ہے جس پر پہنچنے کے لئے ایک ہزار زینے ہیں اور ایک زینہ سے دوسرے زینے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جیسے ایک تیز رفتار گھوڑا ایک مہینہ کی راہ طے کرے۔ دو زینوں کے درمیان جواہرات جڑے ہوئے ہیں ایک زینے تک موتی دوسرے زینے تک زبرجد تیسرے زینے تک یاقوت چوتھے زینے تک سونا پانچویں زینے تک چاندی۔ اور قیامت کے دن لاکر انبیاء کے منبروں کے درمیان نصب کر دیا جائے گا۔ اور یہ انبیاء کے منبروں کے درمیان اس طرح ظاہر ہوگا جیسے ستاروں کے درمیان چاند۔ اور ہر نبی ہر صدیق اور ہر شہید اسے دیکھ کر یہی کہے گا کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا یہ منبر ہے۔ اتنے میں ایک منادی ندا دے گا جسے تمام انبیاء صدیقین و شہداء و مومنین سنیں گے کہ یہ منبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر اس دن میں ایک چادر اوڑھے ہوئے سر پر شاہی تاج اکلیل کرامت رکھے ہوئے آگے بڑھوں گا ملائیکہ کرام اور علی ابن ابی طالب میرے آگے آگے ہوں گے اور میرا علم یعنی لواء حمد علی ابن ابی طالب اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ جس پر یہ تحریر ہوگا کہ لا الہ الا اللہ المفلحون ھم الفائزون (نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور جس نے نجات پائی وہی کامیاب ہے) جب ہم لوگ انبیاء کی صفوں سے ہو کر گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں کوئی ملک مقرب معلوم ہوتے ہیں اور جب ملائیکہ کی صفوں سے گزریں گے تو کہیں گے کہ یہ دونوں کوئی نبی مرسل معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ میں ایک زینہ پر قدم رکھوں گا اور علیؑ میرے پیچھے ہوں گے اور تمام زینوں پر چڑھتا ہوا سب سے بلند اور آخری زینہ پر پہنچ جاؤں گا اور علیؑ مجھ سے ایک زینہ نیچے رہیں گے اور ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا پھر ہر نبی ہر وصی اور ہر مومن گردن اٹھا کر ہمیں دیکھے گا اور کہے گا کہ کس قدر خوش نصیب ہیں یہ دونوں بندے اور کتنے مکرم ہیں یہ اللہ کے نزدیک۔ تو اللہ کی طرف سے ندا آئے گی جسے تمام انبیاء اور تمام مخلوقات سنے گی کہ یہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور یہ میرا ولی علی ہے خوش نصیب ہے وہ جس نے اس سے محبت کی اور بدنصیب ہے وہ جس نے اس سے بغض رکھا اور اس کی تکذیب کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اے علی اس ندائے الٰہی کو سن کر اس عرصہ محشر میں تمہارا ہر محب خوش و مسرور ہو جائے گا، اس کا چہرہ چمک اٹھے گا، اس کا دل شادمان ہو جائے گا۔ اور تم سے بغض و عداوت رکھنے والے اور جنگ کرنے والے کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا اس کے پاؤں کانپنے لگیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسی اثناء میں دو ملک آئیں گے۔ ان میں سے ایک خازن جنت رضوان ہوگا اور دوسرا داروغہ جہنم مالک ہوگا۔ پہلے رضوان آگے بڑھے گا اور مجھے سلام کرے گا اور کہے گا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں اس کو جواب دوں گا اور کہوں گا کہ اے خوشبو اور حسین چہرے اور اپنے پروردگار کے نزدیک مکرم ملک تو کون ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ میں رضوان خازن جنت ہوں۔ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں آپ کے سپرد کر دوں لہٰذا یہ کنجیاں حاضر ہیں اسے لے لیں اور میں کہوں گا کہ میں نے اسے قبول کیا میں اللہ کی اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ اچھا تم یہ کنجیاں میرے بھائی علی ابن ابی طالب کے حوالے کر دو

چنانچہ رضوان یہ کنجیاں علی ابن ابی طالب کے سپرد کر کے واپس چلا جائے گا۔ اس کے بعد مالک آگے بڑھے گا اور کہے گا کہ اے احمد آپ پر میرا سلام۔ میں جواب میں کہوں گا کہ اے ملک تجھ پر بھی میرا سلام ہو۔ یہ تیری شکل کتنی بھیانک ہے تیرا چہرہ کتنا بدنما ہے تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں داروغہ جہنم ہوں مجھے رب نے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دوں۔ میں کہوں گا کہ میں نے قبول کیا اللہ کا شکر کہ اس نے مجھے یہ فضل و شرف دیا۔ لیجاؤ یہ کنجیاں اور میرے بھائی علی ابن ابی طالب کے حوالے کر دو۔ لہٰذا داروغہ جہنم کنجیاں حضرت علیؑ کے سپرد کر کے واپس چلا جائے گا پھر علی ابن ابی طالب جنت و جہنم کی کنجیاں لے کر آگے بڑھیں گے اور جہنم کے کنارے جا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس وقت جہنم کے شعلے بلند ہوتے ہوں گے۔ اس کی حدت بہت شدید ہوگی۔ اس کی چنگاریاں چھوٹ رہی ہوں گی۔ جہنم عرض کرے گی کہ اے علی ذرا دور ہٹ کر کھڑے ہوں آپ کے نور سے میرے شعلے بجھ رہے ہیں۔ آپ فرمائیں گے کہ اے جہنم ٹھہر اس شخص کو لے لے یہ میرا دشمن ہے اور اس شخص کو چھوڑ دے یہ میرا دوستدار ہے اور جہنم حضرت علی کی اطاعت اس دن اس سے زیادہ کرے گی جتنی اطاعت ایک غلام اپنے آقا و مالک کی کرتا ہے۔

میں نے یہ ساری روایت اور اس کے ہم مضمون ساری روایات کتاب المعرفت سے اخذ کی ہیں۔

باب (۱۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا وصی نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیاد آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ولید صیرفی نے روایت کرتے ہوئے ابان بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے ان کے جد نامدار سے انہوں نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب ہوا تو آپ نے عباس بن عبدالمطلب اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو طلب فرمایا اور پہلے عباس سے کہا اے محمد کے چچا کیا آپ محمد کی میراث لیں گے اور ان کے قرض کو ادا اور ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے؟ انہوں نے انکار کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بوڑھا کثیر العیال، قلیل المال آدمی ہوں۔ بھلا آپ کا بوجھ کون برداشت کر سکتا ہے آپ تو چلتی ہواؤں کے ساتھ سخاوت کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ ذرا دیر خاموش رہے اس کے بعد پھر فرمایا اے عباس آپ رسول اللہ کی میراث لیں گے ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے اور ان کے قرض کو ادا کریں گے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں ایک بہت بوڑھا کثیر العیال، قلیل المال آدمی ہوں۔ بھلا آپؐ کا بوجھ کون برداشت کر سکتا ہے؟ آپؐ تو چلتی ہواؤں کے ساتھ سخاوت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اب میں اپنی یہ میراث ایسے شخص کو دوں گا جو اس کا پورا حق ادا کرے گا یہ کہ کر آپ حضرت علیؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا اے علی اے محمد کے بھائی کیا تم محمد کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو گے ان کے قرضوں کو ادا کرو گے اور ان کی میراث لو گے؟ حضرت علی نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ پس میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اپنی انگوٹھی اپنی انگلی سے نکالی اور حضرت علی کو دی اور فرمایا لو تم یہ انگوٹھی میری زندگی میں ہی پہن لو۔ میں نے دیکھا کہ وہ انگوٹھی آنحضرتؐ سے لے کر حضرت علیؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی اے بلال میرا خود، میری زرہ، میرا علم، میرا تلوار ذوالفقار، میرا عمامہ سحاب، میرا ردا، میرا ابرقہ (اقتلبہ) میرا چھڑی (جس کو مشوق کہتے ہیں) لاؤ۔ اور بخدا میں نے ایسا ابرقہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جس سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں غالباً یہ جنت کا ابرقہ تھا پھر فرمایا اے علی یہ جبرئیل لائے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ اے محمدؐ اس کو زرہ کی کڑیوں میں کر کے پٹکے کی جگہ رکھ لو۔ پھر دو جوڑ عربی نعلین منگوائی۔ جس میں ایک سلی ہوئی اور ایک بغیر سلی ہوئی تھی۔ نیز وہ قمیض جسے پہن کر معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بلال میرے دونوں خچر شہباء ودلدل دونوں اونٹنیاں غضباء وصہباء دونوں گھوڑے جناح (جو باب مسجد پر لوگوں کی ضرورت کے لئے کھڑا رہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی کو کہیں بھیجتے تو وہ اس پر سوار ہو کر جاتا) اور حیزوم (جس کو آنحضرت آواز دیتے کہ حیزوم اَقدم آ) اور گدھا یعفور لاؤ۔ پھر حضرت علی سے فرمایا اے علی میری زندگی ہی میں ان سب پر قابض ہو جاؤ تاکہ میرے بعد ان چیزوں میں کوئی جھگڑا نہ کرے۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ان جانوروں میں سب سے پہلے جو مرا ایک گدھا یعفور تھا۔ جوں ہی آنحضرتؐ کا دم نکلا اس نے اپنی لگام تڑالی اور بھاگ کر مقام قبا میں بنی حطمہ کے کنویں پر پہنچا اور خود کو اس کنویں میں گرا کر جان دے دی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یعفور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت نوحؑ کے ساتھ سفینہ میں تھا ایک دن نوح نے اس کو دیکھا اور اس کے منھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اس کی نسل سے ایک گدھا پیدا ہو گا جس پر سید الانبیاء اور خاتم النبیین سواری کرے گا اور اللہ کا شکر کہ اس نے وہ گدھا مجھے بنایا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن خالد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق ازدی سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ اعمش سلیمان بن مہران کے پاس اس لئے گیا تاکہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے متعلق دریافت کروں تو انہوں نے کہا آؤ محمد بن عبداللہ کے پاس چلیں اور ان سے دریافت کریں راوی کا بیان ہے ہم لوگ ان کے پاس گئے تو انہوں نے زید بن علی سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ کا وقت وفات قریب ہوا تو اس وقت آپؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو پر تھا اور سارا گھر مہاجرین وانصار سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت عباس (رسول اللہ کے چچا) آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے عباس کیا آپ میری وصیت کو قبول کریں گے اور میرے قرضوں کو ادا کریں گے اور میرے وعدوں کو پورا کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا میں ایک بوڑھا آدمی ہوں کثیر العیال ہوں میرے پاس کچھ مال ودولت نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے ان سے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور انہوں نے اس کا یہی جواب دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اب میں اپنی وصیت ایسے مرد کروں گا جو اس کا پورا حق ادا کرے گا اور آپ کی طرح جواب نہ دے گا۔ یہ کہہ کر آپ حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اے علی کیا تم میری وصیت کو قبول کرو گے اور میرے قرضوں کو ادا کرو گے اور میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو گے؟ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت علی کے گریہ گلوگیر سوا وہ کچھ جواب نہ دے سکے اور دیکھا کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو سے کبھی سرک جاتا اور کبھی زانو پر آجاتا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے دوبارہ یہی سوال کیا تو حضرت علیؑ نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال سے خطاب کیا کہ اے بلال رسول اللہؐ کی زرہ لاؤ تو بلال زرہ لائے۔ پھر فرمایا بلال رسول اللہؐ کا رایت (علم) لاؤ بلال رایت لائے۔ پھر فرمایا بلال رسول اللہؐ کا خچر مع زین ولگام کے لاؤ بلال خچر لائے پھر فرمایا اے علی اٹھو اور ان سب کو ان مہاجرین وانصار کے سامنے جو اس وقت گھر میں موجود ہیں اپنے قبضہ میں لے لو تاکہ میرے بعد ان تمام چیزوں کے لئے تم سے کوئی جھگڑا نہ کرے راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت علیؑ اٹھے اور یہ تمام چیزیں اٹھا کر اپنے گھر لے گئے اور وہاں رکھ کر واپس آگئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی اسماعیل ابراہیم بن اسحاق ازدی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی خالد عمرو بن واسطی سے انہوں نے زید بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب ہوا تو آپؐ نے

عباس سے کہا میری وصیت قبول کریں گے، میرا قرض ادا کریں گے، میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے؟ انہوں نے کہا میں بہت سن رسیدہ اور کثیر العیال ہوں میرے پاس مال ودولت کچھ نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے ان سے تین مرتبہ یہی پوچھا اور انہوں نے یہی جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اب میں ایسے شخص کو وصی بناؤں گا جو میری وصیت قبول کرے گا۔ وہ یہ بات نہیں کہے گا جو آپ کہہ رہے ہیں۔ پھر فرمایا اے علی تم میری وصیت قبول کرو، تم میرے قرض کو ادا کرنا، میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا۔ یہ سن کر حضرت علی کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی (کچھ جواب نہ دے سکے) آنحضرتؐ نے پھر دوبارہ کہا تو حضرت علیؑ نے کہا جی بہتر یا رسول اللہؐ۔ یہ جواب پاکر آنحضرتؐ نے حضرت بلالؓ کو آواز دی اے بلال رسول اللہؐ کا زرہ لاؤ وہ زرہ لے کر آگئے۔ فرمایا اے بلال رسول اللہ کی تلوار لاؤ وہ تلوار بھی لے کر آئے تو فرمایا اے بلال رسول اللہؐ کا علم لاؤ بلال وہ بھی لے آئے یہاں تک کہ اپنا عصابہ بھی تلاش کرایا جو آنحضرتؐ جنگ کے موقع پر اپنی کمر میں باندھا کرتے تھے اور بلال وہ تلاش کر کے لائے۔ پھر فرمایا اے بلال رسول اللہؐ کا خچر مع زین اور لگام کے لاؤ جب بلال یہ سب لا چکے تو حضرت علیؑ سے کہا تم ان مہاجرین وانصار کے سامنے ان چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لو یہ سب لوگ گواہ رہیں گے تاکہ بعد ان میں ان چیزوں کے متعلق تم سے کوئی جھگڑا نہ کرے زید بن علی کہتے ہیں پھر حضرت علیؑ اٹھے اور ان چیزوں کو اپنے گھر میں لے جا کر رکھا اس کے بعد واپس آگئے۔

باب (۱۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی پرورش کیوں کی

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحیٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن علی ابن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد یحیٰ بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عبید اللہ طلحی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی ہانی غلام بنی مخزوم سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن نجیح نے روایت کرتے ہوئے مجاہد بن جبر ابی الحجاج سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب پر اللہ کا ایک لطف وکرم یہ بھی تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو کیا وہ بھلائی کے ارادہ سے کیا صورت یہ ہوئی کہ قریش شدید قحط میں مبتلا تھے اور حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے یہ محسوس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ دولتمند تھے کہا اے ابو الفضل آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور قحط میں لوگوں کا جو حال وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں چلئے ہم آپ اور آپ دونوں چلیں اور ان کے عیال کا بار ان پر سے کچھ کم کریں ان کے لڑکوں میں سے ایک کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے لیں اور ان دونوں کی کفالت کریں۔ عباس نے کہا تو پھر اٹھیں اور چلیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور کہا ہم لوگ چاہتے کہ جب تک لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں آپ پر عیال کا بار بہت زیادہ ہے اسے ہلکا کر لیں۔ حضرت ابو طالب نے کہا آپ لوگ میرے لئے عقیل کو چھوڑ دیں اور جسے چاہیں لے لیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو لے لیا اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے جعفر کو لیا پھر حضرت علی مسلسل آنحضرت کی زیر کفالت رہے اور جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے حضرت علیؑ ان پر ایمان لائے ان کی اتباع کی ان کی رسالت کی تصدیق کی۔ اور حضرت جعفر مسلسل حضرت عباس کے زیر کفالت رہے یہاں تک کے اسلام لائے اور حضرت عباس کی کفالت سے مستغنی ہو گئے۔

باب (۱۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث حضرت علی علیہ السلام ہوئے کوئی دوسرا نہ ہوا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد العزیز بن یحیٰ جلودی نے مقام بصرہ

پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد ابن غیاث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبایہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن مغیرہ سے انہوں نے ابو صادق سے انہوں نے ربیعہ ابن ناجد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع میں حضرت علیؑ سے پوچھا کہ یا امیرالمومنین اپنے چچا کے رہتے ہوئے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کیسے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اے گروہ مردم کان کھول کر اچھی طرح سن لو (وقت بعثت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بنی عبدالمطلب کو ہم لوگوں

میں سے ایک شخص کے گھر میں یا شاید آپ نے ہم لوگوں میں سے سب سے بڑے شخص کے گھر میں جمع کیا اور صرف ڈیڑھ سیر زعفرانی کھانا تیار کرایا اور لئے ہی کھانے میں ہم لوگ اچھی طرح کھاپی کر سیر ہو گئے پھر بھی کھانا اور پانی جتنا تھا اتنا ہی رہ گیا (اس میں کوئی کمی نہیں آئی) حالانکہ ہم لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو ایک سالم بھیڑ کا بچہ کھا جاتے اور ایک ڈول بھر پانی پیتے۔ جب سب کا کھانا پانی ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا تم لوگوں نے یہ (معجزہ) دیکھا۔ اب بتاؤ تم میں سے کون ہے جو میری بیعت کرے میرا بھائی، میرا وارث اور میرا وصی بننے کو تیار ہے تو اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کم سن تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ آپؐ نے سارے مجمع سے تین مرتبہ یہی پوچھا اور ہر مرتبہ میں اٹھا اور کہا کہ میں اور آپؐ نے مجھے کہا بیٹھ جاؤ۔ جب تیسری بار آپ نے پوچھا اور میں نے کہا کہ میں تو آنحضرتؐ نے (بیعت لینے کے لئے) میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس لئے میں اپنے ابن عم کا وارث بنا اور میرے عم (عباس) وارث نہ بنے۔

(۲) اور ان ہی رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد عبدالرحمان ازدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قیس بن ربیع اور شریک بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس وقت آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** (اور تو اپنے سب سے زیادہ قریبی قبیلہ والوں کو ڈرا) سورۃ الشعراء۔ آیت نمبر ۲۱۴ نازل ہوئی تو آپ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور اس وقت کم و بیش چالیس مرد تھے اور پوچھا تم میں سے کون شخص میرا بھائی میرا وصی میرا وارث میرا وزیر اور میرے بعد میرا خلیفہ بننے کو تیار ہے اور یہ بات آپؐ نے فرداً فرداً ایک ایک شخص سے پوچھی مگر سب انکار کرتے رہے یہاں تک کہ آخر میں میری باری آئی اور مجھ سے پوچھا میں نے عرض کیا میں تیار ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آنحضرت نے مجمع سے خطاب کر کے کہا اے بنی عبدالمطلب یاد رکھو یہ میرا بھائی، میرا وارث، میرا وصی، میرا وزیر اور میرے بعد تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے۔ یہ سن کر ساری قوم ایک دوسرے کو دیکھتے اور ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور حضرت ابو طالب سے بولی کہ لیجئے آپ کو بھی حکم ملا ہے کہ اس بچے کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

باب (۱۳۴) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علی علیہ السلام نے شوریٰ میں شریک ہونا منظور کر لیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ اور ان ہی اسناد کے ساتھ یہ روایت انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ نے اصحاب شوریٰ کی فہرست لکھی تو اس میں پہلا نام حضرت عثمانؓ کا اور آخری نام علی امیرالمومنین کا لکھا اور اس طرح انہوں نے حضرت علی کو ساری قوم کے بالکل آخر میں کر دیا۔ یہ دیکھ کر عباس نے کہا اے ابوالحسن جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تھی میں نے اسی دن تم سے کہا تھا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ ہم لوگ تمہاری بیعت کر لیں اس لئے کہ جس کی بیعت پہلے ہو گی اسی کی حکومت ہو گی مگر تم نے میری بات نہیں مانی اور ابو بکر کی بیعت ہو گئی۔ اور آج بھی میرا مشورہ ہے کہ عمرؓ نے اصحاب شوریٰ کی فہرست میں تمہارا نام بالکل آخر میں رکھا ہے یہ لوگ تم کو اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔ میری مان لو

اور شوریٰ میں نہ جاؤ۔ حضرت علیؑ نے عباس کی سنی مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ اور جب عثمان کی بیعت ہو چکی تو عباس نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا (دیکھو وہی بات ہوئی) حضرت علیؑ نے کہا چچا ایک بات آپ کے ذہن سے نکل گئی تھی۔ کیا آپ نے اس شخص کو منبر پر یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اس گھرانے میں خلافت اور نبوت دونوں جمع کر دے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ خود اس کی زبان سے اس کو جھوٹا ثابت کر دوں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کل جو کچھ اس نے کہا تھا وہ سراسر جھوٹ و غلط تھا اور ہم خلافت کے اس وقت بھی اہل تھے۔ یہ سن عباس خاموش ہو گئے۔

باب (۱۳۵) وہ سبب جس کی بنا پر بعض آئمہ نے تلوار اٹھائی اور بعض اپنے گھر میں خاموش بیٹھ گئے بعض نے اپنی امامت کا اظہار کیا بعض نے اس کو مخفی رکھا بعض نے نشر علوم کیا اور بعض نے نہیں کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابوالقاسم ہاشمی سے اور انہوں نے عبید بن قیس انصاری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن سماعہ نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیل آسمان سے ایک صحیفہ لے کر نازل ہوئے اور اس سے پہلے نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس کوئی صحیفہ بھیجا اور نہ اس کے بعد کوئی صحیفہ بھیجا۔ اس صحیفے میں سونے کی مہریں تھیں۔ الغرض حضرت جبرئیل نے کہا یا محمدؐ آپ کا وصیت نامہ آپؐ کے اہل میں جو سب سے زیادہ نجیب و شریف ہو اس کے لئے ہے۔ آنحضرت نے فرمایا اے جبرئیل میرے اہل میں سب سے زیادہ نجیب کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ آپؐ انہیں حکم دیں کہ جب آپؐ وفات پا جائیں تو وہ اس میں سے ایک توڑیں اور اس میں جو کچھ بھی تحریر ہے اس پر عمل کریں چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت علی نے اس صحیفہ کی ایک مہر توڑی اور اس پر عمل کیا اور وقت وفات وہ صحیفہ امام حسن علیہ السلام کے حوالے کیا انہوں نے ایک مہر توڑی اس میں جو مرقوم تھا اس پر عمل کیا اور وقت وفات امام حسن علیہ السلام کے حوالہ کیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ تحریر پایا کہ ایک ایسے گروہ کو ساتھ لے کر نکلو جو تمہارے ساتھ شہادت کے لئے تیار ہوں اور تم اپنی جان اللہ کے لئے قربان کر دو اور انہوں نے اس میں جو کچھ تھا اس پر عمل کیا۔ پھر صحیفہ اپنے بعد ایک مرد کے حوالے کیا انہوں نے ایک مہر توڑی اور اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ خاموشی اختیار کرو چپ رہو اپنے گھر میں بیٹھو اور تادم مرگ اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ پھر انہوں نے اپنے بعد وہ صحیفہ ایک مرد کے حوالے کیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں تحریر پایا کہ تم لوگوں سے حدیثیں بیان کرو انہیں فتوے دو اور اپنے آباؤ اجداد کی علم کی نشر و اشاعت کرو۔ انہوں نے جو کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کیا پھر اپنے بعد انہوں نے وہ صحیفہ ایک مرد کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ تحریر پائی کہ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو انہیں فتوے دو اور تمہارے آباء و اجداد کے علم کی نشر و اشاعت کرو انہوں کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے وہ صحیفہ ایک مرد کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں تحریر پائی کہ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو انہیں فتوے دو اور تمہارے آباء نے جو کچھ کہا ہے اس کی تصدیق کرو اور سوائے خدا کے اور کسی سے ڈرو کیونکہ تم اللہ کے حفظ و امان میں ہو۔ پھر وہ اپنے بعد یہ صحیفہ ایک اور مرد کے حوالے کریں گے اور اپنے بعد یہ صحیفہ ایک اور مرد کے حوالے کریں گے اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

باب (۱۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں حضرت علیؑ کو دو حصے دیئے حالانکہ آپؑ ان کو اپنا نائب بنا کر مدینہ چھوڑ گئے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن محمد حسنی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن محمد بن حسن لولوئی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن نوح نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن مروان سے انہوں نے ابی داؤد سے انہوں نے معاذ بن سالم سے انہوں نے بشر بن ابراہیم انصاری سے انہوں نے خلیفہ بن سلیمان جہنی سے انہوں نے ابی مسلمہ بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے ابوہریرہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے واپس مدینہ آئے تو اور حضرت علیؑ کو اہل مدینہ پر اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے مگر جب مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو حضرت علیؑ کو دو سہم (دو حصہ) دیا اور فرمایا اے گروہ مردم میں تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم نے اس سوار کو نہیں دیکھا تھا جس نے داہنی جانب سے مشرکین پر حملہ کیا تھا اور انہیں شکست دی پھر وہ میرے پاس واپس آیا اور مجھ سے بولا اے محمدؐ میں آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں اور مال غنیمت میں میرا ایک سہم (حصہ) ہوا اور میں نے اپنا وہ سہم علی کو دے دیا اور وہ سوار جبرئیلؑ تھے۔ اور اے گروہ مردم میں تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے اس سوار کو بھی دیکھا تھا جس نے لشکر کے بائیں جانب سے مشرکین پر حملہ کیا پھر واپس آیا مجھ سے گفتگو کی اے محمدؐ میں آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں لہذا مال غنیمت میں میرا بھی ایک سہم ہے اور میں اپنا وہ سہم علی کو دیتا ہوں اور وہ سوار میکائیلؑ تھے اور بخدا میں نے علی کو جو دو سہم دیئے وہ جبرئیل و میکائیل کے سہم تھے۔ یہ سن کر مجمع نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

(۲) نیز یہی حدیث مجھ سے بیان کی حسن بن محمد ہاشمی کوفی نے روایت کرتے ہوئے فرات بن ابراہیم سے ان ہی اسناد کے ساتھ۔

باب (۱۳۷) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علیؑ سب سے پہلے داخل جنت ہوں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن علی صوفی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد تمیمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن مروان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسین بن علی بن الحسین نے انہوں نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد نامدار سے انہوں نے حضرت حسین بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی تم سب سے پہلے داخل جنت ہوگے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں آپؐ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جس طرح دنیا میں تم میرے علم بردار ہو اسی طرح آخرت میں بھی میرے علم بردار ہو گے اور علم بردار تو آگے ہی آگے رہتا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جنت میں داخل ہوئے اور تمہارے ہاتھ میں میرا علم یعنی لوائے حمد ہے اور اس کے پھریرے کے زیر سایہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب (انبیاء) ہیں۔

باب (۱۳۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے کبھی خضاب نہیں لگایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان

کیا مجھ سے محمد بن ابی بشر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے علی بن غراب سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ثابت بن ابی صفیہ نے روایت کرتے ہوئے سعد بن طریف سے اور انہوں نے اصبغ ابن نباتہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے لئے خضاب لگانے میں کیا امر مانع ہے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو خضاب لگایا کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا انتظار کر رہا ہوں کہ میری داڑھی وقت معہود پر خون سے خضاب ہو جس کی خبر مجھے میرے حبیب رسول اللہؐ نے دی ہے۔

باب (۱۳۹) وہ سبب جس کی بنا پر سطح کعبہ سے بتوں کو گراتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار امیرالمومنین علیہ السلام نہ اٹھا سکے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو علی احمد بن یحییٰ المکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن سعید بن قلیویہ المعدل بالرافقہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالجبار بن کثیر تمیمی یمانی نے انہوں نے کہا کہ میں نے امیر مدینہ محمد بن حرب ہلالی کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا فرزند رسول میرے ذہن میں ایک سوال ہے چاہتا ہوں کہ آپؑ سے پوچھوں۔ آپؑ نے فرمایا اگر تم کہو تو وہ سوال جو تمہارے ذہن میں ہے تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی بتا دوں اور اگر تمہاری منشاء سوال کرنے کی ہے تو کر لو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول آپ میرے سوال کرنے سے پہلے کیسے معلوم کر لیں گے کہ میرے ذہن میں کیا سوال ہے؟ فرمایا توسم اور تفرس (ظاہری علامات و نشانیوں) سے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے **ان فی ذلک لآیات للمتوسمین** (یقیناً اس (واقعہ) میں پہچان والوں کے لئے نشانیاں ہیں) سورۃ الحجر۔ آیت نمبر ۷۵ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ مومن کی فراست سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول اچھا بتایئے میرے ذہن میں کیا سوال ہے؟ فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو کہ سطح کعبہ سے بتوں کو گراتے وقت آنحضرتؐ کو حضرت علیؑ بن ابی طالب کیوں نہ اٹھا سکے باوجود اس قوت و طاقت کے جس کا ظہور ان سے خیبر میں قلعہ قموص کے اکھاڑنے کے وقت ہوا کہ جس کے دروازے کو چالیس آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے آپ نے اس کو اکھاڑ کر چالیس ہاتھ دور پھینک دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر اونٹ اور گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے ہی تھے اور شب معراج براق پر بھی سوار ہوئے جو حضرت علیؑ سے قوت و طاقت میں بہرحال کم تھے۔ میں نے عرض کیا ہاں ہاں خدا کی قسم میں یہی پوچھنا چاہتا تھا اے فرزند رسول اب آپ اس کا جواب بتائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو حضرت علی کو جو بھی شرف اور جو رفعت و بلندی ملی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور ان ہی جناب کی وجہ سے وہ اس حد تک پہنچے کہ شرک کی آگ کو بجھایا اور اللہ کے سوا تمام معبودوں کو باطل کر دیا۔ اب اگر بتوں کو گرانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کے دوش پر قدم رکھ کر بلند ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا آنحضرتؐ علی علیہ السلام کی وجہ سے بلند ہوتے تو یہ شرف ان کو علی کی وجہ سے ملتا اور بتوں کے گرانے کے لئے بلندی پر وہ علی کی وجہ سے پہنچے پھر اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل قرار پاتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب میں دوش پیغمبر پر قدم رکھ کر بلند ہوا تو اتنا بلند ہو گیا کہ اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا کیا تمہیں معلوم نہیں چراغ جس سے لوگ اندھیرے میں راہ پاتے ہیں اس کی لو اصل چراغ سے ہی نکلتی ہے چنانچہ علیؑ نے فرمایا ہے کہ میں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی نسبت رکھتا ہوں جس طرح کی نسبت ضوء کو ضوء سے ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ محمدؐ اور علیؑ خلقت خلق سے دو ہزار سال قبل اللہ کے سامنے نور تھے۔ اور ملائکہ نے جب اس نور کو دیکھا تو یہ دیکھا کہ یہ اصل ہیں اور ان سے بہت سی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں تو

انہوں نے کہا اے ہمارے اللہ اور اے ہمارے مالک یہ نور کیسا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ کی طرف وحی کی یہ نور میرے نور سے پیدا ہوا ہے اس کی اصل نبوت ہے اور فرع امامت ہے۔ نبوت میرے عبد اور میرے رسول محمدؐ کے لئے ہے اور امامت میری حجت اور میرے ولی علی کے لئے ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں مخلوقات کو پیدا ہی نہ کرتا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ غدیر خم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ دونوں کی سفیدی زیر بغل نمودار ہو گئی اور انہیں تمام مسلمانوں کا مولی اور امام قرار دیا اور حظیرہ بنی نجار (بنی نجار کے جانوروں کے باڑے) کے دن امام حسن و امام حسین علیہم السلام کو دوش پر اٹھایا تو بعض اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے کسی ایک کو مجھے دے دیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا دونوں بہترین سوار ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بھی بہتر ہے۔ اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اپنے سجدوں میں سے کسی ایک سجدہ کو طول دے دیا۔ جب آپؐ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو آپؐ سے کہا گیا کہ یا رسولؐ اللہ آپ نے تو اس سجدہ کو بہت طول دیا کیا بات تھی؟ آپؐ نے فرمایا میرے بچے میری پشت پر بیٹھ گئے تھے میں نے یہ پسند نہ کیا جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائیں میں انہیں اتاروں۔ ان سب سے آنحضرتؐ کا مقصد یہ تھا کہ آپؐ ان لوگوں کی رفعت و شان و منزلت کو ظاہر کریں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور امام دونوں ہیں علی علیہ السلام صرف امام ہیں۔ نبی اور رسول نہیں ہیں اسلئے وہ بار نبوت کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

محمد بن حرب ہندی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ مزید ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا تم اس لائق ہو کہ تم کو مزید بتایا جائے۔ سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اپنے دوش پر بلند کیا اس سے ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ میری اولاد کے باپ اور ان کے صلب سے جتنے ائمہ ہوں گے ان کے امام ہیں جیسا کہ نماز استسقاء میں اپنی چادر کو الٹ کر اوڑھنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے ہم نے خشک سالی کو الٹ کر سبزہ زاروں سے بدل دیا۔ میں نے عرض کیا کچھ مزید ارشاد ہو اے فرزند رسول۔ تو آپ نے فرمایا رسول اللہؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اس لئے اٹھایا تاکہ آپ کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ یہی وہ ہیں جو رسول اللہؐ کے بعد ان کی پشت سے دین کی ذمہ داریوں اور ان کے کئے ہوئے وعدوں کی ادائیگی کے بوجھ کو ہلکا کریں گے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ مزید ارشاد ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے دوش پر اٹھایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں رسول نے اٹھایا ہے اور اس لئے اٹھایا ہے کہ یہ معصوم ہیں ان پر گناہوں کا کوئی بوجھ نہیں ہے اور ان لوگوں کے نزدیک ان کا ہر عمل پر از حکمت اور درست سمجھا جائے۔ اور رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تمہارے شیعوں کے تمام گناہوں کو میرے حساب میں ڈالا اور پھر میری وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر** (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری امت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے) سورہ فتح۔ آیت نمبر ۲ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (**علیکم انفسکم**) تم لوگ اپنی ذات کے خود ذمہ دار ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایہا الناس جب تم لوگ ہدایت پا گئے تو پھر تم پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اب اگر کوئی گمراہ ہو جائے تو وہ تم لوگوں کو ضرر نہ پہنچا سکے گا اور علی میرا نفس اور میرا بھائی ہے۔ **قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین** (کہہ دو کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم منہ پھیرو گے تو سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس پر وہی ہے جو اسے اٹھوایا گیا اور تم پر وہی ہے جو تمہیں اٹھوایا گیا اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے ہدایت پا جاؤ گے اور رسول پر سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے) سورہ النور۔ آیت نمبر ۵۴۔

محمد بن حرب ہلالی کا بیان ہے کہ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے امیر سطح کعبہ سے بت توڑنے کے لئے آنحضرتؐ نے جو حضرت علیؑ کو اپنے دوش پر بلند کیا تو اس سے آنحضرتؐ کا جو مقصد تھا اگر ان رموز و نکات کو بیان کروں تو آپ کہیں گے جعفر بن

محمد مجنون و دیوانہ ہو گیا ہے اس لئے بس آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا آپ نے سن لیا۔ راوی کا بیان ہے پھر میں نے کھڑے ہو کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کو کس کے حوالے کرے۔

باب (۱۴۰) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو مجھے خروج آذار کی خوشخبری دے گا اس کے لئے جنت ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی نے اور احمد بن حسن قطان نے اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام موءدب نے اور علی بن عبد اللہ وراق نے اور علی بن احمد بن محمد دقاق رضی اللہ عنہم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابو العباس احمد بن یحیٰ بن ذکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے روایت کرتے ہوئے تمیم بن بہلول سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو الحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپؐ کے پاس آپ کے چند اصحاب تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس وقت جو شخص تم لوگوں کے پاس مسجد میں آئے گا وہ جنتی ہو گا۔ یہ سن کر چند لوگ ان میں سے اٹھے اور مسجد سے نکل گئے اور اب ان میں سے ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے داخل ہوں تاکہ جنتی قرار پاؤں۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے بقیہ اصحاب سے جو وہیں بیٹھے تھے فرمایا کچھ لوگ سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے کے لئے دوڑ لگا رہے ہیں اچھا اب جو مجھے ماہ آذار کے نکل جانے کی خوش خبری سنائے گا وہ جنتی ہو گا۔ تھوڑی دیر میں سب لوگ ایک ساتھ مسجد میں داخل ہوئے ان میں حضرت ابوذر بھی تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم لوگ رومیوں کے مہینوں میں سے کس مہینہ میں ہیں؟ تو حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ماہ آذار نکل گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ میں جانتا ہوں کہ ماہ آذار گزر گیا مگر میں چاہتا ہوں کہ میری قوم بھی یہ جان لے کہ تم اہل جنت میں سے ہو اور ایسا کس طرح نہ ہو گا اس لئے کہ تم میرے بعد میرے اہلبیت کی محبت کے جرم میں میرے شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تن تنہا زندگی بسر کرو گے اور تنہا مر جاؤ گے چند لوگ تمہاری تجہیز و تکفین و تدفین کی سعادت حاصل کریں گے اور لوگ اس جنت خلد میں ہمارے ساتھ رہیں گے جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

باب (۱۴۱) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ کیا اور نہ زمین نے کسی ایسے شخص کے پاؤں چھوئے جو ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن بن محمد بن عمرو بن علی البصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد السلام بن محمد بن ہارون ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عقبہ شیبانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم خضر بن ابان نے روایت کرتے ہوئے ابی ہدبہ سے انہوں نے انس بن مالک سے انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت ابوذر مسجد رسول میں آئے اور کہا میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی جو کل شب میں نے دیکھی۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کے دروازے سے رات کے وقت نکلے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بقیع کی طرف چلے گئے اور میں ان دونوں کے پیچھے پیچھے چلا وہ دونوں مقابر مکہ کے پاس آئے پس آنحضرتؐ ذرا اتر کر اپنے پدر بزرگوار کی قبر پر پہنچے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہوئی اور حضرت

عبداللہ بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں **اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله** آنحضرتؐ نے فرمایا بابا جان آپ کا ولی کون ہے؟ انہوں نے کہا اے فرزند ولی کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ علیؑ ہیں تو حضرت عبداللہ نے کہا علی میرے ولی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اب آپ اپنے روضہ میں جائیں اور آرام فرمائیں اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی ماں کی قبر کا رخ کیا اور اس کے بعد اس طرف دو رکعت نماز پڑھی جس طرح پدر بزرگوار کی قبر پر پڑھی تھی۔ پھر یک بیک قبر شق ہو گئی اور آپ کی والدہ گرامی کہتی ہوئی سنائی دیں۔ **اشهد ان لا اله الا الله وانک نبی الله ورسوله** آنحضرتؐ نے کہا اے مادر گرامی اور آپ کا ولی کون؟ ان محترمہ نے فرمایا اے فرزند ولی کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ یہی علی بن ابی طالب تو ہیں ان محترمہ نے کہا ہاں میرے ولی علی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اے والدہ گرامی اب آپ اپنی تربت اور روضہ میں جا کر آرام فرمائیں۔

حضرت ابوذر سے یہ واقعہ سن کر لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں ان کا گریبان پکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہا یا رسول اللہ آج انہوں نے آپؐ پر بہت بڑا جھوٹ لگایا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا انہوں نے کیا جھوٹ لگایا؟ لوگوں نے کہا جناب نے ایسا ایسا کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی ایسے شخص پر جو ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ اور سچ بولنے والا ہو نہ اس نیلے آسمان نے کبھی سایہ کیا اور نہ زمین نے اس کے پاؤں چومے۔

عبدالسلام بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے اسی خبر کو محمد بن عبدالاعلی کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ جس صلب سے نکلے جس شکم نے آپ کو اٹھایا جس چھاتی نے آپ کو دودھ پلایا اور جس آغوش نے آپ کی پرورش کی ان سب پر جہنم حرام کر دی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن الحسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری غلابی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن صہیب نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ حضرت ابوذر افضل ہیں یا آپ اہلبیت علیہ السلام؟ آپ نے ارشاد فرمایا اے صہیب یہ بتاؤ کہ سال میں کتنے مہینے ہیں؟ میں نے عرض کیا بارہ۔ فرمایا ان میں حرمت کے مہینے کتنے ہیں؟ میں نے کہا چار۔ فرمایا کیا ان میں ماہ رمضان کا شمار ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اب بتاؤ رمضان کا مہینہ افضل ہے یا حرمت کے مہینے۔ میں نے عرض کیا رمضان کا مہینہ۔ آپ نے فرمایا بس اس طرح ہم اہلبیت ہیں، ہم لوگوں پر کسی کا قیاس و موازنہ نہیں کیا جا سکتا اور خود ابوذر ایک مرتبہ اصحاب رسول کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں اس امت کے فضائل کا تذکرہ ہوا تو ابوذر نے کہا مگر اس امت میں سب سے افضل علی ابن ابی طالب ہیں وہ قسیم الجنۃ والنار ہیں وہ اس امت کے صدیق و فاروق ہیں وہ اس امت میں اللہ کی حجت ہیں یہ سن کر سب لوگوں نے منہ ہٹا لیا اور ان کی بات کی نفی کی اور ان کی تکذیب کی۔ تو ابو امامہ باہلی ان میں سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ابوذر کے قول اور لوگوں کے منہ بنانے اور ان کی تکذیب کو آنحضرتؐ کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو امامہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ اور سچ بولنے والا ہو۔

باب (۱۴۲) حضرت فاطمہ علیہ السلام کا نام فاطمہ کیوں رکھا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی ابن الحسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ذکریا غلابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مدرج بن عمیر حنفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن

ابراہیم انصاری نے روایت کرتے ہوئے اوزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ سے محبت کرنے والوں کو جہنم سے چھڑا دیا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بنی ہاشم کے ایک غلام محمد بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے ایک ثقہ بزرگ نے جس کا نام یحییٰ بن اسحاق خزندی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن حسن بن حسن نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو الحسن نے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہؑ کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ میں نے کہا اس نام میں اور دوسرے ناموں میں فرق ہے؟ انہوں نے کہا یہ بھی ناموں میں سے ایک نام ہے مگر یہ نام جو اللہ تعالیٰ نے ان کا رکھا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی بات کے ہونے سے پہلے ہی اس کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہؐ مختلف قبائل میں شادیاں کریں گے اور وہ قبائل اس طمع میں کہ آنحضرت کی حکومت وراثت میں ان کو پہنچے گی پہلے ہی وہ اپنی بیٹیاں دینے کو تیار تھے مگر جب حضرت فاطمہؑ پیدا ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام فاطمہ رکھا اور یہ وراثت ان کی اولاد میں رکھ دی تو سب کٹ کر رہ گئے اور ان کی ساری طمع کی رسی کٹ گئی تو اس لئے فاطمہ کا نام فاطمہ ہے کہ انہوں نے سب کے طمع کی رسی کاٹ دی اور فطم کے معنی کاٹنے یا قطع کرنے کے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن یونس بن ظبیان نے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کے نو نام ہیں۔ فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، ذکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ اور زہرا۔ پھر فرمایا تمہیں معلوم ہے لفظ فاطمہ کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مولا آپ ہی بتائیں فرمایا فاطمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے شر و برائی سے الگ اور کٹی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا اگر امیر المومنین علیہ السلام نہ ہوتے تو روئے زمین پر قیامت تک ان کا کوئی کفو نہ ہوتا خواہ آدم ہوں یا کوئی اور۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن صالح بن عقبہ سے انہوں نے یزید بن عبدالملک سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک پر وحی کی اور اس نے آکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کو گویا کیا اور آپ نے ان کا نام فاطمہ رکھا اور کہا کہ اے فاطمہ میں نے تمہیں علم کے لئے الگ کیا اور میں نے تمہیں حیض سے بالکل جدا رکھا۔ اس کے بعد حضرت محمد باقر نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے علم ہی کے لئے سب سے جدا رکھا اور حیض سے عہد و میثاق کی بنا پر بالکل جدا رکھا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے محمد بن مسلم ثقفی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے جہنم کے دروازے پر ایک پڑاؤ ہو گا اور جب قیامت کا دن ہو گا تو ہر شخص کے ماتھے پر مومن یا کافر لکھ دیا جائے گا۔ پھر اسی اثنا میں ایک محب اہلبیت کو جس کے گناہ سب سے زیادہ ہوں گے حکم دیا جائے گا کہ اس کو جہنم کی طرف پہنچاؤ جب وہ دروازہ پر پہنچے گا تو حضرت فاطمہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوا پڑھیں گی کہ یہ محب اہلبیت ہے۔ تو بارگاہ الہی میں عرض کریں گی اے میرے اللہ اے میرے مالک تو نے میرا نام فاطمہ رکھا اور میری وجہ سے تو نے مجھ سے تولا رکھنے والوں اور میری ذریت سے تولا رکھنے والوں کو جہنم سے بری کر دیا ہے اور تیرا وعدہ بھی ہے تو ہرگز وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ تو اللہ ارشاد فرمائے گا کہ اے فاطمہ تو نے سچ کہا میں نے ہی تیرا نام فاطمہ رکھا اور تیری ہی وجہ سے تجھ سے محبت اور تولا رکھنے والوں کو اور تیری ذریت سے محبت اور تولا رکھنے والوں کو جہنم سے بالکل بری کر دیا ہے۔ میرا وعدہ سچا ہے اور میں اپنے وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ میں نے اس بندے کو جہنم کی طرف

لیجانے کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ تم اس کی شفاعت کرو اور میں تمہاری شفاعت قبول کروں تاکہ میرے ملائکہ میرے انبیاء و رسل اور تمام اہل موقف پر واضح ہو جائے کہ میرے نزدیک تمہارا کیا مقام ہے۔ اب تم جس کی پیشانی پر مومن لکھا ہوا دیکھو اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں داخل کردو

باب (۱۴۳) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام زہرا رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن معقل قرمسینی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن زید جزری سے اور انہوں نے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سے انہوں نے عبداللہ بن حماد سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معظمہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور جب یہ نور چمکا تو اس کی روشنی سے تمام آسمان اور زمین چمک اٹھی اور ملائکہ کی آنکھیں جھپک گئیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کے لئے جھک گئے اور عرض کی اے میرے اللہ اور اے میرے مالک یہ نور کیسا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف وحی کی کہ یہ نور میرے ہی نور سے پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کو اپنے آسمان میں ساکن کیا اس کو اپنی عظمت سے پیدا کیا اور اس کو میں انبیاء میں ایک ایسی نبی کے صلب سے نکالوں گا جو تمام انبیاء سے افضل ہوگا اور اس نور سے میں ایسے ائمہ کو پیدا کروں گا جو میرے حکم سے میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور وحی کا سلسلہ پورا ہونے کے بعد ان ائمہ کو اپنی زمین پر اپنا خلیفہ قرار دوں گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن سہل صیقل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل دارمی سے اور انہوں نے کسی شخص سے روایت کی اور اس نے محمد بن جعفر ہرمزانی سے روایت کی اور اس نے ابان بن تغلب سے روایت کی کہ میں نے دریافت کیا فرزند رسول زہرا علیہا السلام کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے نور کے ساتھ امیرالمومنین کے سامنے دن میں تین مرتبہ ظاہر ہوتی تھیں ایک نماز صبح کے وقت ان کے چہرے سے نور ساطع ہوتا اور لوگ ابھی بستروں پر پڑے ہوتے ہوتے اور اس کی روشنی مدینہ میں لوگوں کے حجروں اور مکانوں میں داخل ہوتی اور ان کے در و دیوار سفید نظر آتے تو لوگ دوڑے ہوئے رسول اللہ کے پاس آتے اور پوچھتے کہ یا رسول اللہ ہم یہ کیا دیکھ رہے ہیں تو آنحضرت ان لوگوں کو فاطمہ زہرا کے گھر کی طرف بھیج دیتے اور وہاں پہنچتے تو دیکھتے کہ فاطمہ زہرا اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی نماز پڑھ رہی ہیں اور ان کے چہرہ مبارک سے نور ساطع ہو رہا ہے اس سے وہ سمجھ جاتے کہ جو روشنی ہم نے دیکھی ہے وہ فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کی وجہ سے ہے۔ پھر جب دوپہر کا وقت ہوتا اور وہ نماز کے لئے تیار ہوتیں تو ان کے چہرے سے زرد رنگ کا نور ساطع ہوتا اور یہ زرد روشنی ان کے حجروں میں داخل ہو جاتی جس سے ان لوگوں کے لباس اور چہرے زرد نظر آتے اور وہ دوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے جو کچھ دیکھتے اس کے متعلق سوال کرتے اور آنحضرت ان لوگوں کو حضرت فاطمہ کے گھر کی طرف بھیج دیتے وہاں پہنچ کر لوگ دیکھتے کہ فاطمہ زہرا محراب عبادت میں کھڑی ہیں اور ان کے چہرے سے زرد رنگ کا نور ساطع ہو رہا ہے تو سمجھ لیتے کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کے سبب ہے۔ اور جب شام ہوتی سورج غروب ہو جاتا تو حضرت فاطمہ زہرا کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا اور خوشی و شکر خدا کی وجہ آپ کے چہرے سے سرخ رنگ کا نور ساطع ہوتا اور یہ سرخ روشنی ہم لوگوں کے گھروں میں داخل ہوتی اور ان کے در و دیوار سرخ نظر آتے اور دوڑتے ہوئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور اس کے متعلق پوچھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بیت فاطمہ کی طرف بھیج دیتے اور وہ دیکھتے کہ فاطمہ زہرا بیٹھی ہوئی تسبیح الٰہی پڑھ رہی ہیں اور آپ کے چہرہ مبارک سے سرخ نور ساطع ہو رہا ہے اور وہ سمجھ جاتے کہ یہ سرخی جو انہیں نظر آ رہی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کی وجہ سے ہے اور یہ نور آپ کے چہرے پر مسلسل رہا یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ ان کی طرف منتقل ہو گیا اور اب وہ تاقیامت ائمہ اہلبیت میں

ایک امام کے بعد دوسرے امام کی طرف منتقل ہوتا رہے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری نے روایت کرتے ہوئے جعفر بن محمد عمارہ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نام زہرا کیسے ہو گیا تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب وہ معظمہ محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کا نور اہل آسمان کے لئے اس طرح ضوفگن ہوتا جس طرف اہل زمین کے لئے چاند چمکتا ہے۔

باب (۱۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نام بتول ہے نیز حضرت مریم علیہا السلام کا بھی

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن علی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد القطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالطیب احمد بن محمد عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے عمر بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بتول کا کیا مطلب ہے اس لئے کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مریم بتول اور فاطمہ بتول؟ آپ نے فرمایا کہ بتول وہ عورت ہوتی ہے جو (خون حیض کی) سرخی کبھی نہیں دیکھتی یعنی اسے حیض کبھی نہیں آتا اس لئے کہ حیض دختران انبیاء کے لئے مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

باب (۱۴۵) وہ سبب جس کی بنا پر فاطمہ زہرا علیہا السلام دوسروں کے لئے دعا کرتی تھیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہ کرتی تھیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی المعروف بہ ابن مقبرہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جندل بن والق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر مازنی نے روایت کرتے ہوئے عبادة کلبی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت علی ابن الحسین سے انہوں نے فاطمہ صغریٰ سے انہوں نے حضرت حسین ابن علی سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے آپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ گرامی حضرت فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ ہر شب جمعہ محراب عبادت میں کھڑی ہو جاتیں اور مسلسل رکوع اور سجود میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ سپیدہ سحری نمودار ہو جاتا اور میں نے سنا کہ وہ نام بہ نام مومنین و مومنات کے لئے دعا فرماتیں اور ان کے لئے بہت بہت دعا کرتیں مگر اپنے لئے کوئی دعا نہ کرتیں ایک مرتبہ میں نے عرض کیا مادر گرامی جس طرح آپ دوسروں کے لئے دعا فرماتی ہیں اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں؟ تو انہوں نے فرمایا اے فرزند پہلے پڑوسی پھر اپنا گھر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد عبدالرحمان حاکم مروزی مقری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر مقری ابو عمرو نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عاصم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے

ابوزید الکحاک نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جب دعا کرتی تھیں تو مومنین و مومنات کے لئے دعا فرماتی تھیں خود اپنے لئے دعا نہیں کرتی تھیں۔ تو ان سے کہا گیا بنت رسول آپ سب کے لئے دعا کرتی ہیں خود اپنے لئے کوئی دعا نہیں کرتیں۔ تو آپ نے فرمایا پہلے پڑوسی پھر گھر۔

باب (۱۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نام محدثہ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ذکریا جوہری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے شعیب بن واقد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن جعفر بن محمد حسینی بن زید بن علی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو محدثہ اس لئے کہتے ہیں کہ آسمان سے ملائیکہ نازل ہوتے تھے اور ان کو اس طرح پکارتے تھے جس طرح حضرت مریم بنت عمران کو پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فاطمہ تم کو خدا نے برگزیدہ کیا اور تمام گناہوں سے پاک وصاف رکھا اور ساری دنیا کی عورتوں میں سے تم کو منتخب کیا۔ اے فاطمہ اس کے لئے شکریہ میں اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ در کوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔ تو حضرت فاطمہ ملائیکہ سے باتیں کرتیں اور ملائیکہ ان سے باتیں کرتے۔ چنانچہ ایک شبان معظمہ سے ملائیکہ سے کہا۔ کیا مریم بنت عمران تمام دنیا کی عورتوں سے افضل و برتر نہیں ہیں؟ تو ملائیکہ نے کہا کہ وہ اپنے زمانہ کی تمام دنیا کی عورتوں کی سردار تھیں اور اللہ نے تمہیں تمہارے زمانہ کی اور مریم کے زمانے کی بلکہ تمام اولین وآخرین عورتوں کی سردار بنایا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن حسن مؤدب نے روایت کرتے ہوئے احمد بن علی اصفہانی سے انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے انہوں نے اسماعیل بن بشار سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر حضرمی نے مصر میں جس کو تیس سال گذرے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان نے کہ محمد ابن ابی بکر سے کسی نے پوچھا کہ کیا ملائیکہ انبیاء کے سوا کسی اور سے بھی باتیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا حضرت مریم نبی نہیں تھیں مگر محدثہ (ملائیکہ سے بات کرنے والی) تھیں۔ اور موسیٰ بن عمران نبی نہیں تھیں مگر محدثہ تھیں۔ حضرت سارا زوجہ ابراہیم نبی نہیں تھیں مگر انہوں نے فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فرشتوں نے ان کو اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بھی۔ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نبی نہیں تھیں مگر محدثہ تھیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بتایا ہے کہ اس نے عورتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر لوگوں کی طرف نہیں بھیجا چنانچہ وہ کہتا ہے **وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم** (اور نہیں بھیجا ہم نے (رسول بنا کر) تم سے پہلے مگر یہ کہ وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے) سورہ الانبیاء۔ آیت نمبر۷۔ یہ نہیں کہا کہ عورتوں کو لہذا محدث (ملائیکہ سے بات کرنے والا) نہ رسول ہوتا ہے نہ نبی ہوتا ہے۔ اور جو یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلمان فارسی محدث تھے تو اس کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ان سے کون بات کرتا تھا تو آپ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علی وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام اور یہ دونوں حضرات جن لوگوں سے بات کرتے تھے ان میں محدث صرف سلمان فارسی تھے اس لئے کہ ان سے یہ حضرات اپنی باتیں کرتے کہ جو علم الہی میں پوشیدہ اور مخزون تھیں اور جن کا متحمل سلمان فارسی کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔

باب (۱۳۷) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کے اکثر بوسے لیا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ کندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے جابر سے اور انہوں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے اور ان جناب نے جابر بن عبد اللہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ فاطمہ زہرا کو اتنا قریب بلاتے ہیں گلے لگاتے ہیں اور ان کے بوسے لیتے ہیں اتنا تو آپ اپنی کسی لڑکی سے نہیں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ جبرئیل میرے پاس جنت کا ایک سیب لائے میں نے اسے کھایا اس کا پانی میرے صلب میں آگیا اور وہی پانی رحم حضرت خدیجہ میں منتقل ہوا اور فاطمہ کا حمل قرار پایا اس لئے فاطمہ میں جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن ذکریا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمر بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبید اللہ بن موسیٰ العبسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبلہ مکی نے روایت کرتے ہوئے طاؤس یمانی سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رسول اللہ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ آپ حضرت فاطمہ کے بوسے لے رہے ہیں پوچھا کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم جان لو کہ مجھے فاطمہ سے کیوں اتنی محبت ہے تو تم فاطمہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگو گی۔ سنو جب معراج میں مجھے چوتھے آسمان پر بھیجا گیا تو حضرت جبرئیل نے اذان دی اور میکائیل نے اقامت کہی اور مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد آگے بڑھیں میں نے کہا اے جبرئیل تمہاری موجودگی میں میں آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین کو ملائیکہ مقربین پر فضیلت دی ہے اور آپ کی حقیقت تو خصوصی ہے۔ پس میں قریب گیا اور چوتھے آسمان کے سارے ساکنین کو نماز پڑھائی۔ پھر میں نے اپنے داہنی جانب مڑ کر دیکھا کہ حضرت ابراہیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تشریف فرما ہیں اور ملائیکہ کا ایک گروہ ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ پھر میں پانچویں آسمان پر اس کے بعد چھٹے آسمان پر پہنچا تو مجھ سے پکار کر کہا گیا کہ اے محمد کتنے اچھے باپ ہیں تمہارے ابراہیم اور کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے علی۔ پھر جب میں حجاب ہائے نور تک پہنچا تو جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں داخل کر دیا جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک درخت ہے جس کی جڑ نور کی ہے اور دو ملک ہیں جو اس کے لئے حلے اور سامان زیبائش تیار کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے میرے دوست جبرئیل یہ درخت کس کے لئے ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کے بھائی علی ابن ابی طالب کے لئے ہے۔ اور یہ دونوں اس کے لئے قیامت کے دن تک حلے و آرائش تیار کرتے رہیں گے۔ پھر میں آگے بڑھا ایک رطب کا درخت دیکھا جو مکھن سے زیادہ ملائم، مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے ایک رطب اس میں سے لے کر کھا لیا اور وہی رطب تحویل ہو کر میرے صلب میں نطفہ بن گیا اور جب معراج سے واپس آیا حضرت خدیجہ سے ہمبستر ہوا تو اسی سے فاطمہ کا حمل قرار پایا۔ پس فاطمہ زہرا جنت کی ایک حور ہے بشکل انسان اور جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ زہرا کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔

باب (۱۳۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے وفات پائی تو امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں غسل دیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے عبد الرحمن بن سالم سے انہوں نے مفضل ابن عمر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا مولا میں آپ پر قربان یہ بتائیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو غسل کس نے دیا؟ آپ نے فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب کی یہ بات گویا مجھے بہت عظیم معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ جو بات میں نے تمہیں بتائی ہے اس سے تم دل تنگ ہو گئے ہو؟ میں نے کہا ہاں کچھ ایسا ہی ہے میں آپ پر قربان نہیں تنگ دل ہونے کی بات نہیں۔ یہ معظمہ صدیقہ تھیں اور صدیقہ کو صدیق ہی غسل دیتا ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ ہی نے غسل دیا تھا۔

باب (۱۴۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام شب میں دفن کی گئیں دن میں دفن نہیں کی گئیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے والد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، کیا سبب تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا شب میں دفن کی گئیں دن میں دفن نہیں کی گئیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان معظمہ نے وصیت کر دی تھی کہ میرا نماز جنازہ میں وہ دونوں مرد شریک نہ ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے عمرو ابن ابی مقدام اور زیاد بن عبداللہ سے ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا جنازے کے ساتھ آگ لیجائی جا سکتی ہے یا جنازے کے ساتھ انگیٹھی یا قندیل یا اس کے علاوہ کوئی شے جس سے روشنی ہو لے جانا درست ہے؟ اس کا یہ سوال سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو۔ ایک مرتبہ ایک بدبخت دشقی حضرت فاطمہ بنت رسول کے پاس آیا اور جھوٹ بولا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ علی نے ابو جہل کی دختر سے شادی کا پیغام دیا ہے۔ ان معظمہ نے کہا کیا تم سچ کہتے ہو؟ اس نے کہا میں سچ کہتا ہوں آپ نے اس سے تین مرتبہ پوچھا کیا تم سچ کہتے ہو؟ اور اس نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں۔ حضرت فاطمہ کو ایسی غیرت آئی کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے غیرت اور مرد کے لئے جہاد فرض کر دیا ہے اور اس پر صبر اور برداشت کرنے والی کے لئے وہی اجر مقرر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ کو اس کا بہت دکھ ہوا۔ تھوڑی دیر متفکر رہیں بالآخر شام ہو گئی اور رات آپہنچی تو آپ نے امام حسن کو داہنے کاندھے پر بٹھایا اور امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بٹھایا اور ام کلثوم کا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑا اور وہاں سے اپنے پدر بزرگوار کے حجرہ میں آگئیں۔ اور جب حضرت علی آئے تو دیکھا کہ اپنا حجرہ خالی ہے اور فاطمہ نہیں ہیں۔ اس سے حضرت علی کو بڑا دکھ ہوا انہیں معلوم نہ تھا کہ قصہ کیا ہے۔ اور انہیں حضرت فاطمہ کو ان کے پدر بزرگوار کے حجرے سے بلاتے ہوئے شرم آئی۔ آپ اپنے حجرے سے نکل کر مسجد میں آئے کچھ نمازیں پڑھیں پھر مسجد کی کچھ ریت جمع کی اور اس کو تکیہ بنا کر لیٹ رہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہ بہت رنجیدہ ہیں تو آپ نے ان کے ہاتھ منہ دھلائے اس کے بعد لباس زیب تن کیا مسجد میں آئے اور مسلسل نماز پڑھتے رہے اور رکوع و سجود کرتے رہے اور جب دو رکعت نماز پڑھ لیتے تو دعا کرتے بار الہا تو فاطمہ کے حزن و غم کو دور کر کیونکہ جب آپ فاطمہ کے پاس آئیں تھیں تو دیکھا تھا کہ وہ کروٹیں بدل رہی ہیں اور ٹھنڈی سانسیں لے رہی ہیں۔

مگر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہ کی نیند اچاٹ ہے اور انہیں قرار نہیں۔ فرمایا بیٹی اٹھو وہ اٹھیں تو امام حسن کو گود میں لے لیا اور حضرت فاطمہ نے حسین کو گود میں لے لیا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا اور حضرت علیؑ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں آنحضرتؐ نے اپنا پاؤں حضرت علی کے پاؤں پر رکھا اور کہا اے ابو تراب اٹھو تم نے کتنے لوگوں کے سکون کو خراب کیا جاؤ ابو بکر کو ان کے گھر سے عمر کو ان کی نشست گاہ سے اور طلحہ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ گئے اور ان سب کو بلا لائے جب یہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فاطمہ میری پارہ جگر ہے وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے میرے مرنے کے بعد اسے اذیت دی ایسا ہی ہے جیسا اس نے میری زندگی میں اسے اذیت دی اور جس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری موت کے بعد اسے اذیت دی۔ حضرت علیؑ نے کہا جی ہاں مجھے معلوم ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت علیؑ نے کہا میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے جو خبر فاطمہ تک پہنچی ہے وہ غلط ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے بلکہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ یہ سن کر فاطمہ زہرا خوش ہو گئیں اور اس طرح مسکرائیں کہ ان کے دندان مبارک نظر آنے لگے اور وہ دونوں (حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) آپس میں کہنے لگے تعجب ہے اس وقت رات گئے صرف اتنی سی بات کے لئے ہم لوگوں کو بلایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور آپ نے امام حسن کو گود میں اٹھایا حضرت علی نے امام حسین کو گود میں اٹھایا فاطمہ زہرا نے ام کلثوم کو گود میں اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو لئے ہوئے حضرت علی کے حجرے میں پہنچے اور ان لوگوں پر ایک کملی چادر ڈال دی اور رخصت ہوئے اور باقی رات نمازیں پڑھتے رہے۔

پھر جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو وہ دونوں عیادت کے لئے آئے اور ان سے ملاقات کی اجازت چاہی تو حضرت فاطمہ نے ان دونوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ میں جب تک فاطمہ سے ملاقات کر کے ان کو راضی نہ کر لوں گا کسی مکان کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤں گا۔ چنانچہ ایک شب انہوں نے البقیع کے میدان میں بسر کی اور کھلے آسمان کے نیچے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ علی ابن ابی طالب کے پاس آکر بولے ابو بکرؓ ایک بوڑھے اور نرم دل کے آدمی ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے اور انہیں رسول کی محبت کا شرف بھی حاصل ہے۔ ہم لوگ فاطمہ کے پاس کئی مرتبہ آئے کہ وہ ہمیں ملاقات کی اجازت دیں تاکہ ان سے مل کر ان سے صلح صفائی کر لیں مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کیا اب اگر تم اجازت دلا سکتے ہو تو دلا دو۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا یہ کہہ کر آپ فاطمہ زہرا کے پاس گئے اور کہا۔ اے بنت رسول ان دونوں نے جو کچھ کیا وہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے اور یہ بار بار کئی مرتبہ تم سے ملاقات کے لئے آئے مگر تم نے انہیں اجازت نہ دی اب انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ تم سے انہیں ملاقات کی اجازت دلا دوں؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان دونوں کو ملاقات کی ہرگز اجازت نہ دوں گی اور سرے سے کوئی بات ہی نہ کروں گی یہاں تک کہ میں اپنے پدر بزرگوار سے بات کروں گی اور ان دونوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی شکایت کروں گی۔ حضرت علیؑ نے کہا مگر میں نے ان دونوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اجازت دلا دوں گا۔ حضرت فاطمہ نے کہا اچھا اگر آپ نے وعدہ کر لیا ہے تو یہ گھر آپ ہی کا ہے عورتیں مردوں کی تابع ہوتی ہیں میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گی۔ جسے چاہے آنے کی اجازت دیدیجئے۔ یہ سن کر حضرت علی باہر نکلے اور ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب دونوں اندر آئے اور انہوں نے فاطمہ زہرا کو دیکھا تو سلام کیا مگر انہوں نے ان دونوں کو سلام کا کوئی جواب نہ دیا اور ان دونوں سے منہ پھیر کر دوسری کروٹ ہو لیں اسی طرح کئی مرتبہ ہوا کہ جب وہ لوگ ادھر آتے وہ معظمہ ادھر منہ پھیر کر اس کروٹ ہو جاتیں اور جب ادھر جاتے تو آپ منہ پھیر کر اس کروٹ ہو جاتیں جب دیکھا کہ یہ لوگ نہیں ملتے تو حضرت علی سے کہا اے علی ذرا چہرے سے کپڑا کشادہ کر دیجئے اور پاس کی بیٹھی ہوئی عورتوں سے کہا تم سب مجھے اس کروٹ پھیر دو۔ جب عورتوں نے کروٹ پھیر دیا تو وہ دونوں ادھر آئے اور ابو بکرؓ نے کہا اے بنت رسولؐ ہم

دونوں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور تمہاری ناراضگی سے بچنے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں اور تم سے درخواست کرتے ہیں تم ہمیں معاف کردو۔ اور جو کچھ ہم لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا اسے درگزر کرو۔ معظمہ نے فرمایا میں تم لوگوں سے سرے سے ایک بات بھی نہ کروں گی اور جب اپنے پدر بزرگوار کے پاس پہنچوں گی تو تم لوگوں کی اور تم لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کی شکایت کروں گی۔ ان دونوں نے کہا ہم تم سے معذرت خواہی کے لئے رضا چاہنے کے لئے آئے ہیں ہمیں بخش دو درگزر کرو اور جو کچھ ہم لوگوں سے ہوا اس کا سوالفذمنہ کرو۔ یہ سن کر وہ معظمہ حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہا میں ان دونوں سے کوئی ایک بات بھی نہ کروں گی جب تک کہ یہ دونوں میری ایک بات کا جواب سچ سچ نہ دے دیں جو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اگر انہوں نے اس کی تصدیق کی تو اس کے بعد سے پھر ان گفتگو کے متعلق دیکھوں گی۔ ان دونوں نے کہا ہاں ہاں یہ پوچھیں ہم لوگ صحیح صحیح اور سچ سچ کہیں گے۔ ان معظمہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تمہیں یاد ہے ایک مرتبہ علی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شب کے اندر تم دونوں کو بلایا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں ہاں یاد ہے۔ فرمایا تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم لوگوں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اور میں اس سے ہوں جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے میری موت کے بعد اس کو اذیت دی گویا اس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی اور جس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی گویا اس نے میری موت کے بعد اس کو اذیت دی ان دونوں نے کہا ہاں سنا تھا۔ ان معظمہ نے فرمایا الحمد اللہ (کہ تم نے اقرار کیا) پھر فرمایا کہ پروردگار تو گواہ رہنا اور یہاں پر جتنے لوگ موجود ہیں وہ گواہ رہیں کہ ان دونوں نے مجھے میری زندگی میں اذیت دی میری موت کے وقت مجھے اذیت دی خدا کی قسم میں ان دونوں سے ہرگز کوئی بات نہیں کروں گی۔ جو کچھ بھی تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کی شکایت میں اللہ سے وقت ملاقات کروں گی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے آہ وزاری شروع کردی اور چیخنے لگے اور کہنے لگے کاش میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا لوگوں پر تعجب ہے کہ تم جیسے بوڑھے اور فاترالعقل کو انہوں نے اپنا خلیفہ کیسے بنالیا۔ تم ایک عورت کے ناراض ہونے پر بائے وائے کروگے اور اس کے راضی ہونے پر خوش ہوگئے۔ اگر ایک عورت ناراض ہوجائے تو اس سے کسی کا کیا بگڑتا ہے یہ کہہ کر دونوں کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے۔ اور جب فاطمہ کے دل نے کہا کہ اب موت قریب ہے تو ام ایمن کے پاس آدمی بھیجا جن پر معظمہ کو عورتوں میں سب سے زیادہ بھروسہ تھا ام ایمن میرا دل کہتا ہے کہ اب موت قریب ہے ذرا علی کو بلالاؤ وہ گئیں اور انہیں بلا لائیں جب حضرت علی آئے تو انہوں نے کہا اے میرے ابن عم میں چاہتی ہوں کہ آپ سے چند وصیتیں کرلوں۔ مگر اسے بھول نہ جانا یاد رکھنا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہو کیا کہنا چاہتی ہو انہوں نے کہا آپ میرے بعد فلاں عورت سے نکاح کریں تاکہ وہ میرے بچوں کی میری ہی طرح دیکھ بھال کرے اور ایک تابوت بنائیں جس کی شکل ملائکہ نے مجھے بنا کر دکھادی ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا مجھے بتاؤ وہ تابوت کس شکل کا ہوگا تو ان معظمہ نے تابوت کی شکل جیسا کہ انہوں نے بذریعہ ملائکہ بتائی گئی کھینچ کر دکھائی پھر کہا اور جب میں مرجاؤں تو اس وقت میرے تجہیز و تکفین کا سامان کیجئے کا خواہ رات ہو خواہ دن ہو اور دشمنان رسولؐ میں سے کوئی ایک بھی میرے جنازے میں نہ آئے۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔ پس جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا انتقال ہو گیا تو وہ نصف شب کا وقت تھا۔ حضرت علیؑ نے فوراً تجہیز و تکفین کا سامان کیا میت کو تابوت میں رکھا روشنی کے لئے کھجور کی شاخوں کی مشعل بنائی مشعل کی روشنی میں جنازہ لے کر نکلے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور رات ہی کے وقت دفن کردیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ عیادت کے بہانے خبر لینے چلے۔ راستے میں ایک مرد قریش سے ملاقات ہوئی پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا حضرت علیؑ کے پاس حضرت فاطمہ کی تعزیت ادا کرنے گیا تھا پوچھا کیا وہ مرگئیں؟ اس نے کہا ہاں بلکہ نصف شب کو وہ دفن بھی ہوگئیں۔ یہ سن کر دونوں بہت چیخے چلائے اور حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا خدا کی قسم تم نے ہم لوگوں کے ساتھ برائی کرنے کا ایک موقع بھی نہیں چھوڑا اور یہ صرف اس لئے ہے کہ تمہارے دل میں ہم لوگوں کی طرف سے بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے اس موقع پر بھی تم نے وہی کیا جبکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود غسل دے دیا اور ہم لوگوں

کو اس میں شریک نہ ہونے دیا۔ پھر تمہارے فرزند نے حضرت ابو بکرؓ سے باآواز بلند پکار کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر میں حلف سے کوئی بات کہوں تو تم لوگ اس کو سچ مان لوگے؟ انہوں نے کہا ہاں تو حضرت علیؑ ان دونوں کو مسجد میں لے گئے اور کہا میں حلف سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے وصیت کی تھی اور مجھے ہدایت کی تھی کہ سوائے ہمارے ابن عم کے ہماری شرمگاہ پر کوئی مطلع نہ ہو اس لئے میں نے خود ان کو غسل دیا ملائیکہ نے ان کو کروٹ بدلواتے رہے اور فضل بن عباس جن کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی پانی ڈالتے رہے۔ غسل دیتے وقت میں نے چاہا کہ آنحضرت کی قمیض اتاردوں ایک ندا دینے والے نے گھر کے اندر سے آواز دی۔ میں نے ان کی صورت تو نہیں دیکھی آواز سنی کہ رسول اللہ کی قمیض نہ اتاریں اور یہ آواز میں نے کئی بار سنی تو قمیض کے اندر ہاتھ ڈال کر انہیں غسل دیا۔ پھر آپؐ کا کفن پیش کیا گیا میں نے انہیں کفن پہنایا اور پھر آپ کی قمیض اتاری۔ اب رہ گئی میرے فرزند حسن کی بات تو تم دونوں بھی جانتے ہو اور سارے اہل مدینہ بھی جانتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہوتے تو حسن صفوں کو چیرتے ہوئے جاتے اور آنحضرت کی پشت پر بیٹھ جایا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کا ایک ہاتھ حسن کی پشت پر ہوتا اور دوسرا ہاتھ گھٹنے پر ہوتا اور اس طرح آنحضرتؐ اپنی نماز قائم کرتے تھے۔ ان دونوں نے کہا ہاں ہم لوگ جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے پھر کہا اور تم لوگ اور سارے مدینے والے یہ بات جانتے ہیں کہ حسن دوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور آپ کی گردن پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور اپنے دونوں پاؤں آنحضرتؐ کے سینے پر لٹکا دیتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں کے خلخال کی چمک مسجد کے آخر تک لوگ دیکھتے اور حسن اس طرح مسلسل آپ کی گردن پر بیٹھے رہتے کہ اپنا خطبہ اختتام تک پہنچا دیتے۔ اب اس لڑکے نے جب یہ دیکھا کہ اس کے باپ کے منبر پر کوئی اور شخص بیٹھا ہے تو اس کو شاق گزرا (اور اس نے کہہ دیا میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ)۔ خدا کی قسم نہ ہی میں نے اس کو حکم دیا کہ ایسا کہو اور نہ اس نے میری ایماء سے ایسا کہا۔

اب رہ گیا فاطمہ زہرا کا معاملہ تو ان سے ملاقات کی خود میں نے تم لوگوں کو اجازت دلوائی تھی مگر تم لوگوں سے جو گفتگو انہوں نے کی تم لوگوں نے دیکھ ہی لیا۔ خدا کی قسم انہوں نے مجھے وصیت کردی تھی کہ تم دونوں ان کے جنازے میں شریک نہ ہو اور نہ تم دونوں ان کی نماز جنازہ میں ہو اس لئے میں مجبور تھا ان کی وصیت کے خلاف نہیں کرسکتا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا یہ بحث چھوڑو ہم لوگ قبرستان جاتے ہیں اور ان کی قبر کھود کر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم نے اس ارادے سے ذرا بھی قدم بڑھایا تو سمجھ لو کہ وہاں پہنچنے سے پہلے یہ سر، جبیں اور تمہاری یہ دونوں آنکھیں اڑ جائے گا اس لئے قبل اس کے کہ تم لوگ وہاں پہنچو میں سوائے تلوار کے تم سے کوئی اور معاملہ نہ کروں گا۔ پس حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ کے درمیان تند و ترش باتیں شروع ہوگئیں بلاخر سب و شتم کی نوبت پہنچی۔ مہاجرین و انصار جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ان کے بھائی اور ان کے وصی کو برا بھلا کہا جائے اور قریب تھا کہ کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا دونوں ہٹا دیئے گئے۔

باب (۱۵۰) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس کو سورۃ برأت دیکر بھیجا تھا اس کو واپس بلالیا اور اس کے بدلے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن زہیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مالک بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن ابی اسود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے کثیر ابو اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے جمیع بن عمیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جامع مسجد میں نماز پڑھی تو

دیکھا کہ ابن عمر بیٹھے ہوئے ہیں میں بھی ان کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ آپ حضرت علیؑ کے متعلق کوئی بات بتائیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ابو بکر کو سورہ براءت دیکر بھیجا اور ابھی وہ مقام ذوالحلیفہ تک ہی پہنچے تھے کہ پیچھے سے حضرت علیؑ پہنچ گئے اور سورہ براءت ان سے لے لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے علی کیا میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو گئی؟ حضرت علیؑ نے کہا نہیں بلکہ رسول اللہؐ نے کہا ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ میں کروں گا یا میرے اہلبیت میں سے کوئی مرد۔ ابن عمر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے حق میں کوئی آیت نازل ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میری طرف سے اس فریضہ کی ادائیگی یا میں خود کروں گا یا میرے اہلبیت میں سے کوئی مرد کرے گا۔ کثیر کا بیان ہے کہ میں نے جمیع سے کہا کیا تم گواہ ہو کہ ابن عمر نے یہی بات کہی تھی؟ انہوں نے تین بار کہا کہ ہاں ہاں ہاں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے خلف بن حماد اسدی سے انہوں نے ابی الحسن عبدی سے انہوں نے سلمان بن مہران سے انہوں نے حکیم بن مقسم سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سورہ براءۃ دے کر بھیجا پھر ان کے پیچھے حضرت علی کو بھیج دیا اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے سورہ براءت لے لیا تو حضرت ابو بکرؓ پلٹ کر رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں بات صرف یہ ہے کہ اس کی تبلیغ یا میں خود کروں گا یا علی کریں گے اور حضرت جس اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے وہ یہ تھا کہ سوائے مسلمان کے کوئی اور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کوئی نہیں کرے گا۔ اور جن لوگوں اور رسول اللہؐ کے درمیان معاہدہ ہوا ہے وہ اپنی مدت تک رہے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جریر طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن عبدالجبار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن قادم نے انہو ں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسرائیل نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن شریک سے انہوں نے حرث بن مالک سے انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ مکہ گیا اور وہاں سعد بن مالک سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ علی کی کوئی منقبت آپ نے سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان کی ایسی چار منقبتوں کا تو میں خود شاہد ہوں کہ اگر ان میں ایک منقبت بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے دنیا میں عمر نوح ملنے سے بھی زیادہ پسندیدہ تھی۔ ان میں سے ایک یہ کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو سورہ براءت دے کر مشرکین قریش کے پاس بھیجا اور وہ ایک دن اور ایک رات اسے لے کر چلتے رہے پھر آپؐ نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ تم جاؤ اور حضرت ابو بکرؓ سے سورہ براءت لے کر انہیں میرے پاس بھیجو اور سورہ براءت کی تم خود جاکر تبلیغ کرو۔ حضرت علیؑ نے حکم کی تعمیل کی حضرت ابو بکرؓ سے سورہ براءت لے لیا اور انہیں واپس بھیج دیا۔ جب ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو پوچھا کہ یا رسول کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ ہے کہ میری طرف سے اس کی تبلیغ یا میں خود کروں یا ہم میں سے کوئی مرد کرے گا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن اسحاق دینوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سلمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حماد بن سلمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سماک بن حرب نے انہوں نے روایت کی انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو سورہ براءت دے کر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو بھیج دیا یہ کہہ کر کہ اس کی تبلیغ ہم اہلبیت میں سے کوئی مرد ہی کرے گا۔

○ نوٹ : اس مضمون کی بہت سی احادیث میں نے روایت کی ہیں نہیں یہاں میں نے بقدر ضرورت نقل کیا ہے۔

باب (۱۵۱) وہ سبب جس کی بنا پر خالد بن ولید کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قتل کر دینے کا حکم دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے اور انہوں نے ایک شخص سے روایت کی اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہ کو فدک دینے سے انکار کر دیا اور ان کے وکیل و کار پرداز کو فدک سے نکال دیا تو امیر المومنین مسجد میں آئے حضرت ابو بکر صدیقؓ بیٹھے ہوئے تھے اور مہاجرین و انصار ان کے گرد تھے آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم نے فاطمہ زہرا کو اس چیز کے دینے سے انکار کیوں کر دیا جس کو رسول اللہؐ نے خود انہیں دیدیا تھا اور کئی برس سے فاطمہؑ کا وکیل و کار پرداز اس میں کام کر رہا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ مال غنیمت ہے جو مسلمانوں کا حق ہے اگر فاطمہ عادل گواہ لائیں تو میں اس پر نظر ثانی کروں گا ورنہ ان کا اس میں کوئی حق نہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ کیا تم مسلمانوں کے معاملات میں جو قانون چلاتے ہو تم لوگوں کے معاملہ میں اس کے خلاف قانون چلاؤ گے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا تو پھر یہ بتلاؤ کہ اگر مسلمانوں کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور میں اس پر دعویٰ کروں کہ میری ہے تو پھر تم ثبوت و گواہ کس سے طلب کرو گے؟ انہوں نے کہا تم سے ثبوت و گواہ طلب کروں گا۔ آپ نے فرمایا پھر جب میرے قبضہ میں ایک چیز ہے اور مسلمانوں کا اس پر دعویٰ ہے کہ تو پھر تم ثبوت و گواہ ہم سے کیوں طلب کرتے ہو۔ اب انہیں اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بالکل خاموش ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا بس میں نے کہہ دیا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے ہم اس کے متعلق تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا تو پھر قرآن مجید کی یہ آیت ہے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا** (ماسوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیت (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۳۳ بتاؤ یہ ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا ہم لوگوں کے علاوہ دوسروں کے بارے میں؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ تم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اگر مسلمانوں میں سے دو آدمی فاطمہ زہرا کے خلاف گواہی دے دیں کہ وہ فحش کی مرتکب ہوئی ہیں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ میں فاطمہ پر حد جاری کر دوں گا جیسا کہ دوسری مسلمان عورتوں پر جاری کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو پھر تم اللہ کے نزدیک کافروں میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اگر تم اللہ کی گواہی کو مسترد کرو گے اور اللہ کے سوا دوسروں کی گواہی کو قبول کرو گے اس لئے کہ اللہ نے ان کی طہارت کی گواہی دی ہے اور تم اللہ کی گواہی کو رد کرو گے اور غیر خدا کی گواہی کو قبول کرو گے تو اللہ کے نزدیک کافر ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور مجمع شور و غل کرتا ہوا منتشر ہو گیا۔ اب جبکہ حضرت ابو بکرؓ مسجد سے واپس اپنے گھر پہنچے تو حضرت عمرؓ کو بلا بھیجا اور کہا وائے ہو تم پر اے ابن خطاب تم نے نہیں دیکھا کہ علی نے مجھے کیسا لاجواب کیا اگر کوئی دوسری نشست ایسی ہی ہو گئی تو پھر تو ہم لوگوں کی یہ خلافت ہی ختم ہو جائے گی اور جب تک یہ زندہ ہیں ہم لوگوں کی چلنے نہ دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کام تو صرف خالد ابن ولید ہی کے بس کا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے خالد ابن ولید کو بلا بھیجا اور اس سے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک بہت بڑا کام سپرد کروں۔ خالد نے کہا جو کام چاہے سپرد کیجئے خواہ حضرت علیؑ کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ کام حضرت علی کا قتل ہی تو ہے۔ اچھا تم نماز صف میں حضرت علیؑ کے پہلو میں کھڑے ہو جانا اور جب میں نماز ختم کر کے سلام پھیروں تو فوراً ان کی گردن اڑا دینا۔ اسماء بنت عمیس بن محمد ابن ابی بکر کی ماں یہ سب سن رہی تھیں انہوں نے اپنی خادمہ کو فاطمہ زہرا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان سے میرا سلام کہنا اور جب گھر میں داخل ہو تو یہ آیت پڑھ دینا **ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النصیحین** (یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کرا دیں پس تو نکل جا۔ یقیناً میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں) سورۃ قصص۔ آیت نمبر ۲۰ اگر وہ سمجھ جائیں تو ٹھیک ورنہ دوبارہ اس آیت کو پڑھ دینا۔ وہ خادمہ آئی گھر کے اندر داخل ہوئی اور بولی میری مالکہ نے پوچھا ہے کہ اے بنت رسول آپ کیسی ہیں۔ پھر اس نے آیت پڑھی اور جب اس نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے پھر یہ آیت پڑھی تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ

اپنی مالکہ کو میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ ان کے اور اس کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے گا اور ادھر خالد امیر المومنینؑ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور جب ابو بکرؓ نے نماز ختم کی اور سلام پھیرنا چاہا تو سلام نہیں پھیرا بلکہ یہ کہا کہ **یا خالد لاتفعل ما امرتک السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ** (اے خالد جس کام کا میں نے حکم دیا ہے وہ کام نہ کرنا تم لوگوں پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو) امیر المومنین نے خالد سے پوچھا وہ کیا کام تھا جس کا تم کو انہوں نے حکم دیا تھا اور پھر منع کر دیا سلام پھیرنے سے پہلے؟ خالد نے کہا انہوں نے مجھے تمہاری گردن اڑانے کا حکم دیا اور کہا تھا کہ مگر سلام ختم ہونے کے بعد گردن اڑا دینا۔ آپ نے پوچھا تو کیا تم ایسا کرتے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم اگر وہ منع نہ کر دیتے تو ایسا ہی کرتا۔ یہ سن کر امیر المومنین کھڑے ہو گئے اور خالد کا گریبان تھاما اور اسے دیوار سے ٹکرانے لگے اور کہا اے پسر صہاک خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقریر پہلے سے نہ ہوتی تو تم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ کس کا لشکر کمزور اور کس کی تعداد کم ہے۔

باب (۱۵۲) ائمہ علیہم السلام کے حجت خدا ہونے کا ثبوت

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے منصور بن حازم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا ایک مرتبہ ایک گروہ سے میرا مناظرہ ہوا تو میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگ یہ جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں مگر جب وہ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو یہ بتاؤ کہ ان کے بعد خلق پر کون حجت ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ قرآن حجت ہے۔ مگر میں نے قرآن پر نظر کی تو دیکھا کہ اس سے مرجیہ اور حروریہ بلکہ زندیق تک جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس قرآن سے اپنے مدمقابل کے سامنے دلیل پیش کرتے ہیں اور اپنے مخالف پر غالب آجاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن بغیر کسی قیم کے حجت نہیں بن سکتا اور وہ قیم ہی قرآن کا جو مفہوم بتائے وہی حق ہے تو اب بتاؤ کہ قرآن کا قیم کون ہے؟ لوگوں نے کہا عبداللہ ابن مسعود اور فلاں اور فلاں عالم و قیم قرآن تھے۔ میں نے کہا کہ کیا وہ پورے قرآن کے عالم تھے؟ ان لوگوں نے کہا ایسا تو ہمیں آج تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جو یہ دعویٰ کرے کہ ہم پورے قرآن کا علم رکھتے ہیں۔ سوائے علی ابن ابی طالب کے اور جب قوم کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو یہ کہتا کہ میں نہیں جانتا وہ کہتا کہ میں نہیں جانتا اور وہ کہتا کہ میں نہیں جانتا اور حضرت علی ابن ابی طالب کہتے کہ ہاں میں جانتا ہوں میں نے کہا اس لئے ہم گواہی دیتے ہیں کہ علی ہی قیم قرآن ہیں اور ان ہی کی اطاعت فرض ہے اور بعد رسولؐ وہی تمام لوگوں پر حجت تھے اور قرآن کا جو مفہوم انہوں نے بتایا وہی حق تھا یہ سنکر امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے اور میں نے اٹھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ لیا پھر کہا اور علیؑ ابن ابی طالب اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک اپنے بعد کے لئے ایک حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت چھوڑی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن بن علی حجت تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ حسن بن علی حجت تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے بڑھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت حسن ابن علی بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ رسول اللہ اور ان کے پدر بزرگوار نے اپنے بعد کے لئے حجت چھوڑی تھی اور امام حسن کے بعد امام حسین علیہ السلام حجت تھے ان کی اطاعت فرض تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت حسین ابن علی بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت نہیں چھوڑی اور ان کے بعد حجت حضرت علی ابن الحسین تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے اٹھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ لیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن الحسین بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت کو نہیں چھوڑا اور ان کے بعد کے لئے حجت حضرت

محمد بن علی ابو جعفر علیہ السلام تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے ذرا اپنی پیشانی تو بڑھائیں اور میں نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور آپ مسکرائے میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار بھی دنیا سے اس وقت نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ ان کے پدر عالی مقدار نے حجت چھوڑی تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد آپ حجت ہیں اور آپ کی اطاعت فرض ہے۔ آپ نے فرمایا بس اس کے بعد خاموش رہو اللہ تم پر رحم کرے میں نے عرض کیا اپنی پیشانی بڑھائیں میں اسے بوسہ دوں گا تو آپ ہنسے اور فرمایا جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو پوچھ لو میں اس کے بعد تم سے کبھی تا ابد انکار نہ کروں گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن مرار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یونس بن عبدالرحمٰن نے روایت کرتے ہوئے یونس بن یعقوب سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی جس میں حمران بن اعین و مومن طاق وہشام بن سالم و طیار نیز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی جس میں ہشام بن حکم بھی تھے اور وہ جوان سال تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ہشام انہوں نے عرض کیا لبیک یا ابن رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے عمرو بن عبید سے کس طرح بحث کی اور تم نے اس سے کیا سوال کیا؟ ہشام نے عرض کیا فرزند رسولؐ میں آپ پر قربان میں آپ کے سامنے کچھ کہتے ہوئے شرماتا ہوں اور آپ کے سامنے میری زبان کام نہیں کرتی۔ آپ نے فرمایا جب میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو اس پر عمل کرو (الامر فوق الادب) ہشام نے کہا بہتر ایک مرتبہ مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن عبید مسجد بصرہ میں اپنی مجلس جمائے ہوئے رہتا ہے اور اس میں طرح طرح کی باتیں کہتا ہے یہ چیز مجھے ناگوار اور گراں گزری میں نکل پڑا اور جمعہ کے دن بصرہ پہنچا اور فوراً مسجد بصرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس میں ایک بہت بڑا مجمع لگا ہوا ہے اور عمرو بن عبید سیاہ رنگ عمامہ اور صوف کا ازار اور اس کا شملہ چادر کی طرح دوش پر پڑا ہوا ہے۔ بیٹھا ہے لوگ اس سے اپنے اپنے مسئلے پوچھ رہے ہیں میں نے مجمع سے درخواست کی کہ ذرا راستہ دیں لوگوں نے راستہ دے دیا تو میں بالکل آخری صف میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اے عالم میں ایک مرد مسافر ہوں کیا مجھے بھی اجازت ہے چند مسئلے پوچھ لوں۔ اس نے کہا ہاں پوچھو میں نے کہا یہ بتائیں کہ کیا آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا اے بچے یہ تیرا کیسا سوال ہے اور جس چیز کو تم خود دیکھ رہے ہو (کہ میری آنکھیں ہیں) اس کے متعلق کیا پوچھتے ہو میں نے کہا بس یہی تو میرا سوال ہے آپ جواب دیں۔ اس نے کہا اچھا پوچھو اگرچہ تمہارا سوال بالکل احمقانہ ہے۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو آپ اس کا جواب تو دیجئے۔ اس نے کہا اچھا میاں پوچھو۔ میں نے کہا کیا آپ کے آنکھ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اس سے آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ نے کہا میں اس الوان واشخاص کو دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ناک ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے بو سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے منہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے مختلف قسم کے ذائقوں کا پتہ چلاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے زبان ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے باتیں کرتا ہوں۔ میں نے کہا کیا آپ کے کان ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے ہاتھ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ ان دونوں سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے میں چیزوں کو پکڑتا ہوں اور نرم و سخت کو پہچانتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے دو پاؤں ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے قلب (دل) ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا ان اعضاء کو جو کچھ پیش آتا ہے ان میں امتیاز کرتا ہوں میں نے پوچھا تو کیا یہ تمام اعضاء قلب سے مستغنی نہیں اور انہیں قلب کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا نہیں یہ سب قلب سے مستغنی نہیں ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے اور کیوں جبکہ یہ تمام اعضاء بالکل صحیح و سالم حالت میں ہیں۔ اس نے کہا اے بچے یہ اعضاء جب سونگھنے، دیکھنے، چکھنے اور سننے میں کچھ شک

کرتے ہیں تو وہ اسے قلب کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ انہیں یقین دلاتا ہے اور ان کے شک کو دور کر دیتا ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلب کو اعضاء و جوارح کے شک، شکوک کو دور کرنے کے لئے رکھا ہے۔ میں نے کہا اچھا تو پھر قلب کا ہونا لازمی اور ضروری ہے تاکہ وہ اعضاء و جوارح کے شک کو دور کرے اور ان کو یقین دلائے میں نے کہا ابن امروان اللہ تعالیٰ نے جب تمہارے اعضاء و جوارح کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا کہ وہ ان کے صحیح کو صحیح بتا دے اور جس امر میں ان کو شک ہے ان کے شک کو دور کر کے انہیں پیدا کرے تو کیا اتنی بڑی مخلوق کو حیرت و شک و اختلاف میں چھوڑ دے گا اور ان کے لئے کوئی امام مقرر نہیں کرے گا تاکہ لوگ اسی کے سامنے اپنے شکوک کو پیش کریں اور اسے دور کرلیں اور آپ کے چند اعضاء و جوارح کے شک و شکوک دور کرنے کے لئے وہ امام مقرر کر دے۔ یہ سب کر عمرو بن عبید چپ ہو گیا مجھ سے کچھ نہ کہا تھوڑی دیر بعد وہ میرے طرف متوجہ ہوا اور کہا تم ہشام ہو؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا قسم کھاؤ کہ تم وہ نہیں ہو۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا پھر ہشام کے ہم نشینوں میں سے ہو گے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا پھر تو تم وہی ہشام ہو۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور جب تک کہ میرا قیام بصرہ میں رہا اس نے کوئی بات نہیں کی۔ یہ سارا قصہ سن کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہنسے پھر فرمایا اے ہشام یہ بحث تم کو کس نے سکھائی ہشام نے کہا فرزند رسول یہ بحث خود بخود میری زبان سے جاری ہو گئی۔ فرمایا اے ہشام خدا کی قسم یہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں تحریر ہے۔

باب (۱۵۳) وہ سبب جس کی بنا پر زمین کبھی حجت اللہ علی الخلق سے خالی نہیں رہتی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے نعمان رازی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور بشیر دھان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم کی نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور ان کی کھانا پینا منقطع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم تمہاری نبوت کی مدت پوری ہو چکی تمہارا کھانا پینا منقطع ہے تو اب جو کچھ بھی تمہارے پاس علم و ایمان و میراث نبوت و علمی آثار اور اسم اعظم ہے وہ سب اپنی نسلی اور اپنی ذریت میں سے ہبۃ اللہ کے سپرد کر دو اس لئے کہ میں زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہیں چھوڑوں گا کہ جس سے ہماری اطاعت اور ہمارا دین معلوم نہ کیا جا سکے تاکہ وہ اطاعت گزاروں کے لئے باعث نجات ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے اصحاب میں سے ایک مرد ثقہ نے بیان کیا کہ اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ پروردگار زمین کو اپنی حجت کے بغیر نہ چھوڑنا خواہ وہ حجت ظاہر ہو یا خوف کی بنا پر پوشیدہ ہو تاکہ تیری حجتیں اور تیری دلیلیں باطل نہ ہو سکیں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن بن ابی الخطاب سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے یعقوب سراج سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین باقی رہ سکتی ہے بغیر کسی ایسے عالم کے جو زندہ ہو ظاہر ہو جس کی طرف لوگ اپنے مسائل حلال و حرام میں رجوع کریں؟ آپ نے فرمایا اے ابو یوسف اگر ایسا ہو تو پھر تو اللہ کی عبادت نہیں ہو سکے گی۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے محمد بن سنان اور صفوان بن یحییٰ اور عبداللہ ابن مغیرہ اور علی بن نعمان سے اور ان سب نے عبداللہ بن مسکان سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں

نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہ چھوڑے گا جو زیادتی اور کمی کو جانتا ہو گا کہ اگر مومن اپنی طرف سے کچھ زیادتی کریں تو وہ اس کو روک دے اگر کمی کریں تو اس کو مکمل کر دے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ پورے احکامات لیا کرو اگر ایسا نہ کرو گے تو مومنین کو اپنے امور میں التباس ہو گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۵) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کیا زمین بغیر امام کے رہ سکتی ہے آپ نے فرمایا اگر زمین بغیر امام کے رہ جائے تو دھنس جائے گی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد سے انہوں نے ابن خشاب سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے بزرگوں سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر انسان ختم ہو جائیں اور صرف دو آدمی رہ جائیں تو ان میں سے ایک امام ہو گا۔ نیز آپ نے فرمایا اور ان دونوں کے اندر جو بعد میں مرے گا وہ امام ہو گا۔ تاکہ کوئی اللہ کے سامنے یہ نہ کہہ سکے کہ اللہ نے اس کو بغیر حجت کے چھوڑا۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ خشاب سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے عبدالکریم وغیرہ سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل اپنے عزوجل کی طرف سے ایک خط لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ (اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے جو میری اطاعت اور میری ہدایت کو جانتا ہو اور وہ نبی کی قبض روح سے آخری حجت کے ظہور کے درمیان نجات کا ذریعہ ہو اور میں ابلیس کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ لوگوں کو بہکاتا رہے اور میں کوئی حجت اور میری طرف دعوت دینے والا اور میرے راستے کی ہدایت کرنے والا اور میرے احکامات کو جاننے والا نہ ہو۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہو گا جس سے سعادتمند لوگ ہدایت حاصل کریں اور بدبختوں اور اشقیا کے لئے حجت بنا رہے۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے حسن بن زیاد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ زمین نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس میں کوئی ایک ایسا عالم نہ ہو جو لوگوں کی اصلاح کرے اور لوگوں کی اصلاح بغیر اس کے نہیں ہو سکتی۔

(۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے حسن بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لوگوں کی اصلاح بغیر امام کے ہو ہی نہیں سکتی اور زمین کی اس کے بغیر اصلاح ہو یہ ممکن ہی نہیں۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی عمارہ ابن طیار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اگر روئے زمین پر کوئی نہ رہے صرف دو آدمی رہ جائیں تو ان میں ایک حجت ہو گا۔

(۱۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اس روایت کو اوپر بڑھایا ابی حمزہ تک انہوں نے روایت کی حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جس دن آدم کی روح قبض ہوئی اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا جس سے لوگ اللہ کی طرف رہنمائی حاصل نہ کریں اور وہی بندوں پر اللہ کی طرف سے حجت نہ ہو اور زمین بغیر کسی حجت اللہ علی العباد کے باقی ہی نہیں رہ سکتی۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے سندی بن محمد انہوں نے علا بن ذرین سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی خواہ امام ظاہر ہو یا غائب۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے محمد بن حفص سے انہوں نے میثم بن اسلم سے انہوں نے ذریح محاربی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے سنا وہ فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم جب سے حضرت آدم کی روح قبض ہوئی اللہ تعالیٰ نے اب تک کے لئے بھی زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا جس سے عزوجل کی طرف ہدایت حاصل نہ کی جاسکے اور وہی بندوں پر اللہ کی حجت ہوتا ہے جس نے اس کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جو اس سے وابستہ رہا اس نے نجات پائی۔ امام کا موجود ہونا اللہ نے اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے۔

(۱۴) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابراہیم سے انہوں نے زید شحام سے انہوں نے داؤد بن علاء سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس وقت سے لے کر تاقیامت زمین کبھی امام عادل سے خالی نہیں رہے گی اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت تمام کرنے کے لئے۔

(۱۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نے روایت کرتے ہوئے داؤد بن سلیمان بن سفیان مسترق سے انہوں نے احمد بن عمر خلال سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کے سامنے کہا کہ زمین بغیر امام کے بھی باقی رہے گی۔ اس لئے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہم لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ زمین بلا امام کے باقی نہیں رہے گی الا یہ کہ اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو جائے تو آپ نے فرمایا نہیں باقی نہیں رہے گی اور اگر باقی بھی رہی تو پانی میں نیچے دھنس جائے گی۔

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید سے اور انہوں نے محمد بن فضیل صیرفی سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا اگر بغیر امام کے باقی رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۱۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور علی بن اسماعیل بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن معروف نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن قاسم سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین ہو اور اس میں کوئی امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ممکن نہیں اگر ایسا ہوا تو زمین سارے کے سارے اہل زمین کے ساتھ کے ساتھ پانی میں دھنس جائے گی۔

(۱۸) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے اور انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں اگر زمین بغیر امام کے باقی رہی تو دھنس جائے گی۔

(۱۹) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عباد بن سلیمان نے سعد بن سعد اشعری سے

انہوں نے احمد بن عمر سے اور انہوں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہم لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا زمین بغیر کسی امام کے باقی نہیں رہ سکتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ناراض ہو جائے آپ نے فرمایا نہیں باقی نہیں رہے گی اور اگر بغیر امام کے رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۰) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد بصری سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر ہم لوگ تو یہ روایت کرتے ہیں وہ باقی نہیں رہے گی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناراض ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں باقی رہ سکتی اگر باقی رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی دینوری اور محمد بن احمد بن ابی قتادہ سے انہوں نے احمد بن ہلال سے انہوں نے سعد بن سلیمان ابن جعفر جعفری سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا زمین حجت خدا سے خالی رہ سکتی ہے آپ نے فرمایا اگر وہ چشم زدن کے لئے بھی حجت سے خالی ہوئی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین ابن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے ابن سنان اور علی ابن نعمان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو نہیں چھوڑا بغیر کسی ایسے عالم کے جو روئے زمین پر جو کمی و زیادتی کو جانتا ہو تاکہ اگر مومنین اپنی طرف سے کچھ زیادہ کریں ان کو رد کر دے اور اگر کمی کریں تو اس کو مکمل کر دے اس کے بعد یہ فرمایا تم لوگ پورے احکام پر عمل کیا کرو ورنہ مومنین کو اپنے امور میں التباس ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۲۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے کہا یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ زمین کبھی خالی نہیں رہے گی اس میں کوئی نہ کوئی ایسا عالم ضرور ہوگا کہ جب مومنین احکام خداوندی میں کچھ اضافہ کر دیں تو وہ اسے مسترد کر دے اور اگر اس میں کچھ کمی کریں تو وہ ان کے لئے پورا کر دے۔

(۲۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زمین اس امر سے خالی نہیں رہ سکتی کہ اس میں کوئی ایسا شخص ہو جو زیادتی اور نقصان کو جانتا ہو تاکہ اگر مسلمان احکام خداوندی میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دیں تو وہ اسے گھٹا دے اور اگر اس میں کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کرا دے اگر ایسا نہ ہوگا تو مسلمانوں کے امور آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے۔

(۲۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے محمد بن خالد برقی سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے شعیب سے انہوں نے ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ زمین باقی ہی نہیں رہے گی جب تک کہ اس میں کوئی ایسی ہستی نہ جو حق کو پہنچانتی ہو تاکہ اگر لوگ اس میں کچھ اضافہ کریں تو وہ بتا دے کہ اس میں اس قدر زیادہ ہے اور اس میں کچھ کمی کریں تو وہ بتائے اس میں اتنی کمی ہے جب لوگ اس کے پاس حق لے

کر آئیں تو وہ ان کی تصدیق کر دے اور اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر حق و باطل میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔

(۲۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے روایت کی حسین بن معبد سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے یحییٰ بن عمران حلبی سے انہوں نے شعیب حذاء سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا زمین باقی ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس میں ہم لوگوں میں سے ایک ایسا فرد نہ ہو جو حق کو جانتا ہو تاکہ اگر لوگ کچھ اپنی طرف سے اضافہ کریں تو وہ بتادے کہ اس میں اتنا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور اگر کمی کریں تو بتادے کہ ان لوگوں نے اتنی کمی کر دی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لوگوں کو حق و باطل کے درمیان فرق کا پتہ نہ چلے گا۔

جس طرح ہم لوگوں کی نظر دنیا پر ہے اسی طرح اس کی نظر آخرت پر ہے۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بدصورت چیز کے لئے کسی تاکہ جو ہلاک اور گمراہ ہو وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک و گمراہ ہو اور جو شخص زندہ رہے اور ہدایت پائے وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد زندہ رہے اور ہدایت پائے۔ سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۴۲

(۲۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن ابی عمران ہمدانی سے انہوں نے یونس سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام باقر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا جس کو دین خدا میں زیادتی اور کمی کا علم ہو تاکہ اگر مومنین دین میں کچھ اضافہ کریں تو وہ ان کو مسترد کر دے اور اگر اس میں کچھ کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کرا دے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمان کو اپنے امور میں التباس پیدا ہوتا۔

(۲۸) بیان کیا مجھ سے حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے اور انہوں نے روایت کی حسین بن معبد سے انہوں نے علی ابن اسباط سے انہوں نے طرمال کے علامہ سلیم سے انہوں نے اسحاق ابن عمار سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمار ہے تھے کہ زمین کبھی بھی خالی نہ رہے گی اس میں ایک عالم ایسا ضرور ہو گا کہ جب مومنین اپنی طرف سے کچھ اضافہ کریں تو وہ اس کو رد کر دے اور اگر کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (دینی احکامات کو) کاملاً اگر ایسا نہ ہو گا تو مومنین کو اپنے امور میں التباس پیدا ہو گا اور حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۲۹) میرے والد رحمہ اللہ نے کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے اسحاق ابن عمار سے انہوں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ زمین کبھی خالی نہیں رہے گی لیکن یہ کہ اس میں ایک ایسا عالم ضرور ہو گا کہ مومنین اگر کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر دیں تو وہ اس کو مسترد کر دے اور اگر کمی کر دیں تو وہ ان کے لئے مکمل کر دے۔

(۳۰) میرے والد رحمہ اللہ سے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین ایسے خالی نہ رہے گی اس میں ضرور کوئی عالم ایسا ہو گا جو زیادتی اور نقصان کا علم رکھتا ہو کہ اگر مسلمان کچھ اپنی طرف سے بڑھا دیں تو وہ اس کو گھٹا دے اور کمی کر دیں تو وہ اس کو مکمل کر دے تاکہ مسلمان کے لئے ان کے امور خلط ملط نہ ہو جائیں۔

(۳۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے محمد بن خالد برقی سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے شعیب حذاء سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا زمین ہرگز باقی نہ رہے گی جب تک کہ اس میں کوئی ایک ایسا مرد نہ ہو جو حق کو پہچانتا ہو تاکہ لوگ

اگر اس میں اضافہ کریں تو وہ کہہ دے کہ ان لوگوں نے اضافہ کیا ہے اور اگر کمی کریں تو وہ کہہ دے کہ ان لوگوں نے کمی کی ہے اور اگر کوئی شخص حق لے کر اس کے پاس آئے تو وہ اس کی تصدیق کر دے اور اگر ایسا نہ ہوگا تو حق و باطل کی ہرگز شناخت نہ ہو سکے گی۔

(۳۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے انہوں نے روایت کی علی بن اسماعیل میثمی سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے آل سام کے غلام عبدالاعلی انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہیں چھوڑا کہ جب لوگ کچھ اضافہ کریں تو وہ اس کو کم کر دے اور جب لوگ اس میں کمی کر دیں تو پورا کر دے اگر ایسا نہ ہو گا تو لوگوں کے لئے ان کے امور خلط ملط ہو جائیں گے۔

باب (۱۵۴) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کرا دیئے سوائے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دروازے کے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نے انہوں نے روایت کی سلیمان بن حفص مروزی سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کرا دیئے سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے تو آپ کے اصحاب نے اس کے متعلق بڑا شور و غل کیا اور بولے یا رسولؐ اللہ آپ نے ہم لوگوں کے دروازے کیوں بند کرا دیئے اور اس نوجوان کا دروازہ کیوں چھوڑ دیا ہے تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے اور میرے رب کی طرف سے جو مجھے وحی ہوتی ہے میں اسی کی تکمیل کرتا ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نصر بن احمد بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن مہران سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محوک نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن اسود نے انہوں نے روایت کی محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے انہوں نے اپنے باپ اور چچا سے ان دونوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو رافع سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ایہا الناس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور انہیں حکم دے دو کہ وہ مسجد میں حالت جنابت، شب باشی اور اس میں عورتوں سے مباشرت نہ کریں سوائے ہارونؑ اور ان کے ذریت کے۔ اور علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہذا کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میری مسجد میں بحالت جنابت، شب باش ہو یا عورتوں سے مباشرت کرے سوائے علیؑ اور ان کی ذریت کے۔ اب یہ بات جس کو بری محسوس ہو تو وہ اسے دیکھے اور یہ کہہ کر آپؐ نے شام (بیت المقدس) کی طرف اشارہ کیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نصر بن احمد بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبید بن عتبہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابان نے روایت کرتے ہوئے سالم بن ابی عمرہ سے انہوں نے معروف بن خربوذ سے انہوں نے طفیل سے انہوں نے حذیفہ بن اسید غفاری سے ان کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

اگر میں نے علی کی سکونت مسجد میں باقی رکھی اور دوسروں کو اس سے خارج کر دیا تو لوگ اپنے دلوں میں بات محسوس نہ کریں اس لئے کہ خدا کی قسم نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا اور نہ علی کو رہنے دیا بلکہ اللہ ہی نے ان لوگوں کو نکالا اور علی کو رہنے دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم لوگ اپنی قوم کے لئے مصر میں مکانات بنواؤ اور خود اپنے گھر کو قبلہ بناؤ اور نماز قائم کرو تو حضرت موسیٰ نے قوم کو حکم دیا کہ ہماری مسجد میں کوئی ساکن نہ رہے اور نہ اس میں عورتوں سے ہمبستر ہو اور نہ اس کے اندر حالت جنابت میں داخل ہو سوائے حضرت ہارونؑ اور ان کی ذریت کے۔ اور علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی۔ وہ میرے بھائی ہیں اور سوائے علیؑ اور ان کی ذریت کے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میری مسجد میں عورتوں سے ہمبستر ہو اور اگر کسی کو یہ بات بری لگے تو اس طرف دیکھے یہ کہہ اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔

باب (۱۵۵) وہ سبب جس کی بنا پر لازمی ہے کہ امام کسی مشہور قبیلہ، کسی مشہور قوم، مشہور نسل اور مشہور گھرانے کا ہو نیز وہ سبب جس کی بنا پر واجب ہے کہ امام مخلوق میں، سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ عفو کرنے والا اور تمام گناہوں سے بچا ہوا اور معصوم ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ ضرار نے ہشام بن الحکم سے نبیؐ کے بعد امام کی دلیل و ثبوت کے متعلق سوال کیا گیا تو ہشام نے کہا اس کے لئے آٹھ عدد دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ ان میں سے چار نسبی ہیں اور چار ذاتی۔ وہ چار نشانیاں جو نسب سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں کہ امام کو کسی معروف قبیلہ، معروف قوم، معروف نسب اور معروف گھرانے سے ہونا لازم ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو گا تو پھر روئے زمین پر ہر کس و ناکس کے لئے جائز ہو گا کہ وہ امام بن جائے اور جب ایسا ہونا جائز نہیں ہے تو ہم تمام عالم میں کوئی ایسی قوم و جنس نہیں پاتے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنس سے زیادہ مشہور ہو اور وہ جنس و قوم عرب ہے اور اسی قوم سے وہ صاحب ملت و صاحب دعوت ہے جس کے نام کی منادی دن و رات ہر روز پانچ مرتبہ تمام مسجدوں اور عبادت گاہوں سے سارے ممالک میں ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ **اشهدان لا الله الا الله واشهدان محمد رسول الله** (میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) اور آپ کی یہ دعوت ہر نیک و بد اور عالم و جاہل تک روزانہ دن رات پہنچتی ہے اس سے سب واقف ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ مسلم ہے کہ اس سے زیادہ مشہور اور کوئی قوم نہیں اس لئے کہ محمدؐ کا تعلق اسی قوم سے ہے جو دنیا کی مشہور ترین قوم ہے اور جب یہ مشہور قوم ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ امام بھی اسی قبیلہ سے ہو اور سب سے زیادہ مشہور ہو تاکہ لوگ اسے پہچان سکیں اور جب یہ لازم ہے تو یہ بھی لازم کہ ہے امام اس خاندان اور گھرانے سے ہو جو محمدؐ کا گھرانہ ہے۔ پھر اس گھرانے میں بھی صرف وہ امام ہو جس کے متعلق آنحضرت کی نص ہو اگر ایسا نہ ہو گا تو اس خاندان کا ہر فرد دعویٰ کرنے لگے گا کہ میں امام ہوں چنانچہ آپس میں اختلاف ہو گا اور لوگوں کو شناخت میں دقت ہو گی۔ اور آنحضرتؐ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اہلبیت اور اپنے گھرانے ہی میں سے کسی کے لئے نص فرمائیں دوسرے گھرانے کے کسی فرد کے لئے نہیں تاکہ آنحضرتؐ کے خاندان اور گھرانے والے اس سے اختلاف نہ کریں اور یہ نہ کہیں کہ ہم اس سے افضل، اس سے زیادہ عالم اور اس امر کی اس سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرتؐ اپنے گھرانے میں کسی ایک کے لئے نص کر جائیں تاکہ ان میں بھی باہم اختلاف ہو کر ایک نہ کہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ صاحب علم و باصلاحیت ہے۔

اب وہ چار خصوصیات جو ذاتی ہیں تو وہ یہ ہے کہ امام وہ ہونا چاہئے جو مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب علم، مخلوق میں سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے والا اور سب سے زیادہ گناہان صغیرہ و کبیرہ سے بچنے والا ہو اس میں زمانہ مسرت و ایام جہالت کا بالکل شائبہ نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس صفت سے ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہ ہو اور تاقیامت اس پر قائم رہے۔ عبداللہ بن یزید اباضی نے جو اس مجمع میں موجود تھا اس نے پوچھا اے ہشام تمہارا یہ کیوں خیال ہے کہ وہ مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو؟ ہشام نے جواب دیا اس لئے اگر وہ عالم نہ ہو گا تو اس پر اعتماد و یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شرعی احکامات کو بدل رہا ہو اور جس پر صرف حد جاری کرنی ہے اس کے ہاتھ کاٹ دے اور جس کا ہاتھ کاٹنا ہو اس پر صرف حد جاری کر دے یا چھوڑ دے اور میرے اس قول کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **افمن يهدى الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدى الا ان يهدى فمالكم كيف تحكمون** (جو شخص حق کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ زیادہ اتباع کا حقدار ہے یا وہ شخص جو ہدایت کر ہی نہیں سکتا جب تک خود اس کی ہدایت نہ کر دی جائے۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم لوگ کیسا فیصلہ کرتے ہو) سورۂ یونس۔ آیت نمبر ۳۵۔

اباضی نے کہا اچھا یہ تم نے کیسے کہا کہ اس کا تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے؟ ہشام نے کہا اگر وہ معصوم نہ ہو گا تو اس پر اطمینان نہیں ہو گا کہ شاید اس نے بھی وہی گناہ کیا جو دوسرے نے کیا ہے اور وہ اسی حد شرعی (سزا) کا مستحق ہے جس کا وہ دوسرا شخص مستحق ہے اور جب وہ خود گناہ میں آلودہ ہو گا تو اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ شاید وہ بھی اپنے پڑوسی، اپنے دوست، اپنے اقربا اور اپنے مخلصین کے جرائم کو نظر انداز کر جائے اور اسے پوشیدہ کرے۔ اور میرے اس قول کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ينال عهدى الظلمين** (اللہ تعالیٰ نے (حضرت ابراہیمؑ سے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا اور میری ذریت میں سے؟ ارشاد ہوا مگر میری طرف سے عہدہ ظالموں کو عطا نہ ہو گا) سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۲۴۔

اباضی نے پوچھا اچھا تم نے یہ کیسے کہا کہ امام کا سب سے زیادہ شجاع ہونا ضروری ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ وہ جنگ میں سب کا نگراں اور منتظم ہے لوگ جنگ میں اس کی طرف رجوع کریں گے اسی کی پیروی کریں گے اگر وہ بھاگا تو وہ اللہ کے غضب میں آ گیا۔ اور امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے غضب میں آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **یایها الذین امنو اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولو هم الادبار ○ ومن يولهم يومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحيزا الى فئة فقد باء بغضب من الله وما واه جهنم وبئس المصير ○** (اے ایمان لانے والو جب میدان جنگ میں ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے جو کافر ہو گئے۔ تو تم ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اور جو اس دن پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لئے پہلو بدلتا یا کسی اور دستہ کی طرف جگہ پکڑتا ہے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ گیا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے) سورۂ انفال۔ آیت نمبر ۱۶/۱۵

اباضی نے کہا اچھا چلو یہ بھی مانا لیکن تم نے کیسے کہا کہ اس کا سب سے زیادہ سخی ہونا بھی ضروری ہے؟ ہشام نے کہا یہ اس لئے کہ اگر وہ سخی نہ ہو گا تو وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھے گا اس لئے کہ لوگوں کو اس کے جود و بخشش کی ضرورت ہے اور یہ کہ وہ لوگوں میں (مال غنیمت وغیرہ مساوی تقسیم کرے اور تمام لوگوں کو حق پر قائم رکھے اس لئے کہ اگر وہ سخی ہو گا تو وہ مسلمانوں کے حقوق میں سے کوئی شے لینے میں باک محسوس کرے گا اور تقسیم کے موقع پر رعایا کے حصہ سے زائد حصہ نہیں رکھے گا۔ اور ہم کہہ چکے کہ اس کا معصوم ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر وہ سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑا عالم، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ صاحب عفو نہ ہو گا تو اس کے امام ہونے کا کوئی جواز نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے کہا کہ ہشام بن حکم سے اور مجھ سے ایک طویل صحبت رہی مگر اس عرصہ میں میں نے ان سے اس سے زیادہ بہترین بات کوئی نہیں سنی جو اس نے عصمت امام کے متعلق کہی۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ معصوم ہوتا ہے؟ اس نے کہا

ہاں وہ معصوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس میں عصمت کی صنف کیا ہے اور کیسے پہچانا جائے کہ وہ معصوم ہے؟ اس نے کہا تمام گناہوں کے چار اسباب ہیں پانچواں کوئی سبب نہیں، حرص، حسد، غضب اور شہوت اور یہ چاروں چیزیں امام میں نہیں ہوں گی۔ امام کے لئے ممکن نہیں کہ وہ دنیا کا حریص ہو جبکہ ساری دنیا اس کے زیر نگیں ہے اور وہ سارے مسلمانوں کا خازن ہے تو وہ حرص کیوں کرے گا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ حاسد ہو اس لئے کہ انسان اس سے حسد کرتا ہے جو اس سے بالاتر ہو اور امام سے کوئی بالاتر نہیں پھر وہ کیسے اور کیوں حسد کرے گا جب کہ سب لوگ اس سے پست ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے معاملہ کے علاوہ کسی دنیاوی معاملہ میں غضبناک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حدود کا قائم رکھنا فرض کیا ہے اور اس معاملہ میں اسے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی اور نہ وہ اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی سے رعایت کرے گا جب تک کہ حدود الٰہی کو قائم نہ کرے۔ اور اس کے لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اس لئے کہ اللہ نے اس کے دل میں آخرت کی محبت پیدا کر دی ہے جس طرح ہم لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت ہے لہذا جس طرح ہم لوگوں کی نظر دنیا پر ہے اسی طرح اس کی نظر آخرت پر ہے۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بدصورت چیز کے لئے کسی خوبصورت چیز کو چھوڑ دے یا کسی تلخ کھانے کے لئے شیریں اور دلپسند کھانے کو ترک کرے یا کسی موٹے و کھردرے لباس کے لئے نرم لباس کو چھوڑ دے یا دنیا کی زائل ہونے والی نعمت کے لئے آخرت کی ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت کو چھوڑ دے۔

باب (۱۵۶) وہ سبب جس کی بنا پر امامت نسل امام حسینؑ میں آئی نسل امام حسنؑ میں نہیں گئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسماعیل سے انہوں نے سعدان سے انہوں نے کسی شخص سے اس نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہؑ کے شکم میں امام حسین آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؑ تم کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا ہے اس کا نام حسین ہے مگر میری امت اس کو قتل کر دے گی۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا بابا مجھے پھر ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا فاطمہ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ امامت کو اسی کی نسل میں قرار دے گا۔ فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ پھر میں اس پر راضی ہوں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ خشاب سے اور انہوں نے علی بن حسان واسطی سے انہوں نے اپنے چچا عبدالرحمن بن کثیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیت و یطھرکم تطھیرا** ماسوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیت (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اور تم کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۳۳ سے کس کو مراد لیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ آیت نبیؐ اور حضرت امیر المومنین اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی تو ان کے بعد امیر المومنین تھے پھر امام حسنؑ تھے پھر امام حسینؑ تھے اس طرح اس آیت **واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ** (اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ حقدار ہیں) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۷۵۔ کی تفسیر شروع ہوئی اور حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام امام ہوئے پھر یہ سلسلہ ان کی اولاد و اوصیاء علیہم السلام میں جاری ہے۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسان واسطی نے روایت کرتے

ہوئے عبدالرحمان بن کثیر ہاشمی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ فرمائیں کہ امام حسین کی اولاد کو امام حسن کی اولاد پر کہاں سے فضیلت حاصل ہو گئی حالانکہ وہ دونوں ایک ہی اصول پر یکساں چلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اسے قبول نہ کرو گے مگر سنو۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے اور اس وقت تک حضرت امام حسینؑ پیدا نہیں تھے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور آپؐ کے بعد آپ کی امت اس کو قتل کر دے گی۔ آپؐ نے فرمایا اے جبرئیل مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ مگر جب حضرت جبرئیل نے تین مرتبہ آپؐ سے یہی کہا تو آپؐ نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے کہا کہ جبرئیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پیغام لائے ہیں کہ تمہارے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تمہارے بعد تمہاری امت اسے قتل کر دے گی۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے یہ تین مرتبہ کہا اور حضرت علیؑ یہی جواب دیتے رہے تو آپؐ نے فرمایا اے علی یہ بھی سنو کہ اس میں اور اس کی اولاد میں امامت و وراثت و خزانہ (علمی) عطا ہوں گے۔ پھر آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے اور یہ کہ میرے بعد میری امت اس کو قتل کر دے گی۔ حضرت فاطمہؑ نے کہلا بھیجا کہ بابا مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کے پاس تین مرتبہ یہی پیغام بھیجا اور انہوں نے یہی جواب دیا تو پھر کہلایا بیٹی سنو کہ اس کو امامت و وراثت و خزانہ (علمی) عطا ہوں گے تو حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا پھر میں اللہ کے اس پیغام پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ کے بطن مبارک میں حضرت امام حسین آئے اور یہ حمل چھ ماہ رہا اس کے بعد امام حسین کی ولادت ہوئی اور چھ ماہ کے حمل کا کوئی بچہ سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے آج تک زندہ نہیں رہا۔ ولادت کے بعد حضرت ام المومنین ام سلمہ نے ان کی پرورش کی اور ہر روز آنحضرت آتے اور اپنی زبان امام حسین کے منہ میں دیتے وہ آپ کی زبان کو چوستے اور شکم سیر ہو جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امام حسین کا گوشت پوست رسولؐ اللہ کے گوشت پوست سے بنایا۔ امام حسین نے کبھی نہ فاطمہؑ کا دودھ پیا اور نہ کبھی کسی اور عورت کا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنتہ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی** (اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوئے یہاں تک کہ جب اپنی پوری جوانی تک پہنچا اور چالیس برس کے سن کو پہنچا ہے تو خدا سے عرض کرتا ہے کہ پروردگار تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو نعمتیں مجھے دی ہیں اور میرے والدین کو دی ہیں اس کا شکر ادا کروں اور یہ بھی توفیق دے کہ ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرے اور میرے لئے میری ذریت میں صلاحیت پیدا کر) سورۃ احقاف۔ آیت نمبر ۱۵۔ پس اگر **اصلح لی فی ذریتی** کے بدلے **واصلح لی ذریتی** کہا ہوتا تو ذریت میں کل کے کل ائمہ ہوتے مگر اس طرح اس کو مخصوص کر دیا۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے اور ان دونوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے عبدالرحیم قیصر سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک مرتبہ قول خدا **النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ** (نبی تو مومنین سے خود ان کی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں (کیونکہ وہ امت کے مہربان باپ ہیں) اور ان کی بیویاں گویا ان کی مائیں ہیں اور مومنین میں سے جو ایک دوسرے کے قرابت دار ہیں وہ کتاب خدا کی رو سے غیروں کی نسبت ایک دوسرے کے ترکے کے زیادہ حق دار ہیں) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۶۔ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ آپ نے فرمایا یہ آیت امارت و حکومت کے لئے نازل ہوئی اور ایک سلسلہ حضرت حسینؑ ابن علی اور ان کے بعد ان کی اولاد میں چلا پس ہم لوگ تمام مومنین و مہاجرین میں سب سے زیادہ رسولؐ اللہ کے قریبی رشتہ داروں اور ان کی وراثت اور امارت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جعفر کی اولاد کے لئے

بھی اس میں کوئی حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے بنی عبدالمطلب کی اولاد کو ایک ایک کر کے دریافت کیا اور آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر اس وقت اولاد حسن کے متعلق دریافت کرنا بھول گیا تو اس کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور پوچھا کیا اولاد حسن کے لئے بھی اس میں کوئی حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اے اباعبدالرحمن اس میں ہم لوگوں کے علاوہ کسی محمدی کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبدالعلی بن عین سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصایت کے لئے حضرت علیؑ کو مخصوص فرمایا اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے ان کے وصی ہونے کا اقرار کیا۔ پھر ان کی وصیت امام حسن کے لئے ہوئی تو امام حسین نے امام حسن کا وصی ہونا تسلیم کر لیا یہاں تک کہ یہ وصیت امام حسین تک پہنچی اور ان کے وصی ہونے میں بھی کسی کو اعتراض و اختلاف نہیں ہوا۔ پھر ان کے بعد اس وصیت کے مستحق حضرت علی ابن الحسین قرار پائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **والوا الارحامہ بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ** (اور مومنوں اور مہاجروں میں سے بعض رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بعض سے زیادہ حق رکھنے والے ہیں) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۷۵، اب حضرت علی ابن الحسین کے بعد یہ وصیت ان کی اولاد در اولاد در اولاد چلتی رہے گی۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی سالم سے انہوں نے سودہ بن کلیب سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا قول **و جعلھا کلمتہ باقیتہ فی عقبہ** (اور اس نے اسے اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دیا) سورۃ زخرف۔ آیت نمبر ۲۸ کے متعلق فرمایا کہ فی عقبہ سے مراد فی عقب الحسین ہے یعنی امام حسین کی اولاد چنانچہ یہ امامت جب سے امام حسین کو تفویض ہوئی یہ ان کی اولاد در اولاد چلتی رہے گی یہ کسی بھائی یا کسی چچا کے پاس نہیں جائے گی اور ان کی اولاد میں کوئی امام ایسا نہ ہوگا جس کے کوئی فرزند نہ ہو اور عبداللہ دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کے کوئی لڑکا نہ تھا اور وہ اپنے اصحاب کے درمیان صرف ایک ماہ زندہ رہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے عبدالصمد بن بشیر سے انہوں نے فضیل بن سکرہ سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فضیل تمہیں معلوم ہے کہ میں اس وقت کیا چیز دیکھ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت صحیفۂ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مطالعہ کر رہا تھا اور کوئی امام ایسا نہیں جس کو امامت ملے اور اس کا نام مع ولدیت اس میں تحریر نہ ہو لیکن اولاد امام حسن کے لئے ہم نے کوئی چیز اس میں نہیں پائی۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابراہیم بن عمر یمانی سے انہوں نے ابی طفیل سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علی جو میں کہوں وہ لکھ لو۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا آپ کو یہ ڈر ہے کہ میں بھول جاؤں گا؟ ارشاد ہوا کہ نہیں مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم بھول جاؤ گے اس لئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی ہے کہ تمہیں ہر چیز یاد رہے کوئی بات نہ بھولو لیکن یہ اپنے شرکاء کے لئے لکھ لو۔ حضرت علیؑ نے کہا اے نبی اللہ میرے شرکاء کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تمہاری اولاد میں ائمہ ہیں۔ ان ہی کے واسطے سے میری امت بارش کے پانی سے سیراب ہوگی اور ان ہی کے واسطے سے ان لوگوں کی دعا قبول ہوگی۔ ان کے واسطے اللہ ان کی بلاؤں کو ٹالے گا ان ہی کے واسطے سے آسمان سے رحمتیں نازل ہوں گی

اور یہ ان میں سے پہلا ہے یہ کہہ کر آپؐ نے امام حسن کی طرف اشارہ کیا اور دوسرا یہ ہے یہ کہہ کر آپؐ نے امام حسین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا باقی ائمہ اسی کی اولاد میں سے ہوں گے۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے سلمان بن داؤد منقری سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے حسین واسطی سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمان سے انہوں نے ابی فاختہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں میں نہیں جائے گی بلکہ اولاد حسینؑ میں اولاد در اولاد چلے گی۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابی یعقوب بلخی سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کس سبب کی بنا پر امامت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں رہی اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں نہیں رہی؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد حسینؑ میں قرار دیا اور امام حسنؑ میں قرار نہیں دیا اور اللہ جو چاہے کرے اس سے پوچھا نہیں جاسکتا۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہارون ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن ابی ثلج نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن مہران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر شراک نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن علیہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسلم بن میسرہ عجلی نے روایت کرتے ہوئے انس بن مالک سے انہوں نے معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خلقت سے سات ہزار سال پہلے مجھے اور علی اور فاطمہ و حسن و حسین کو خلق فرمایا میں نے عرض کیا (جب دنیا ہی نہ تھی تو) پھر آپ لوگ کہاں تھے یا رسولؐ اللہ؟ آپؐ نے فرمایا ہم لوگ عرش کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید کرتے رہے۔ میں نے عرض کیا کس شکل میں؟ آپؐ نے فرمایا نور کی شکل میں یہاں تک کہ جب اللہ نے چاہا کہ ہماری صورتوں کو خلق کرے تو ہم لوگوں کو ایک عمود نور کی شکل میں ڈھالا اور پھر اس کو صلب آدم میں ڈال دیا اور اس کے بعد وہ آباء کے پاک صلبوں سے ماؤں کے پاک رحم میں منتقل کرتا رہا اور اس عرصہ میں شرک کی نجاست اور کفر کی بدکاریوں سے ہم لوگوں کے اسلاف کو بچاتا رہا ہم ہی لوگوں کی وجہ سے بعض قومیں سعادت مند ہوتی رہیں اور ہم ہی لوگوں کی وجہ سے بعض قومیں بدنصیب ہوتی رہیں یہاں تک کہ جب ہم لوگ صاحب صلب حضرت مطلب میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان کے صلب سے نکالا اور اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا عبداللہ کے صلب میں ودیعت کیا اور دوسرا ٹکڑا ابو طالب کے صلب میں رکھا۔ اب میرے حصہ کا نور صلب عبداللہ سے نکال کر شکم آمنہ کی طرف منتقل کر دیا اور دوسرا ٹکڑا صلب ابو طالب سے نکال کر شکم فاطمہ بنت اسد کی طرف منتقل کیا۔ پس اس نے مجھے شکم آمنہ سے پیدا کیا اور فاطمہ بنت اسد کے شکم سے علی کو پیدا کیا۔ پھر اس عمود نور کو میری طرف پلٹایا اور مجھ سے فاطمہ پیدا ہوئیں اور عمود نور کے دوسرے حصے کو علی کی طرف پلٹایا اور دونوں حصوں سے حسن و حسین پیدا ہوئے علی کے حصہ کا نور اولاد حسن میں چلا اور میرے حصہ کا نور اولاد حسین میں چلا اور وہ تاقیامت حسین کی اولاد میں جو ائمہ ہوں گے منتقل ہوتا رہے گا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن زکریا بن دینار غلابی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ربیع بن عبداللہ نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے درمیان اور عبداللہ بن حسن کے درمیان مسئلہ امامت پر بحث ہوئی۔ عبداللہ بن حسن نے کہا امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں کی اولاد میں ہے میں نے کہا نہیں صرف امام حسین کی اولاد میں تاقیامت رہے گی اور اولاد امام حسنؑ میں نہیں جائے گی۔ انہوں نے کہا صرف امام حسین کی اولاد میں کیسے رہے گی اور امام حسن کی اولاد میں کیوں نہ رہے گی جبکہ دونوں سردار جوانان جنت میں دونوں ہی فضل و شرف میں برابر ہیں بلکہ بڑے ہونے کی وجہ سے امام حسنؑ کا فضل و شرف بڑھا ہوا ہے اور اس کو ملحوظ رکھا جائے تو افضل ہی کی

اولاد میں امامت ہونا واجب و لازم ہے۔

میں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں ہی نبی مرسل تھے اور حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ سے افضل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے نبوت و خلافت کو اولادِ ہارونؑ میں رکھا موسیٰؑ کی اولاد میں نہیں رکھا۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امامت کو امام حسینؑ کی اولاد میں رکھا امام حسنؑ کی اولاد میں نہیں رکھا تاکہ اس امت میں بھی وہی سنت قدم بہ قدم جاری رہے جو اگلی امتوں میں جاری تھی۔ اب آپ کا جو جواب حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کے متعلق ہوگا وہی جواب میرا امام حسنؑ و امام حسینؑ کے متعلق ہوگا۔ اس پر وہ کٹ کر رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ جب آپ جناب کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا اے ربیع تم نے عبداللہ بن حسن سے بہت اچھے انداز میں بحث کی اللہ تم کو اس پر ثابت قدم رکھے۔

باب (۱۵۷) وہ سبب جس کی بنا پر امت کے لئے یہ لازم ہے کہ بعد نبی و امام کی معرفت رکھے۔ لیکن نبی سے پہلے جتنے امام گزرے ہیں ان کی معرفت لازم نہیں ہے

(۱) علی ابن حاتم نے جو مجھے خط لکھا اس میں یہ بتایا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ولید نے روایت کرتے ہوئے ابن بکیر سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر امام کی معرفت لازم ہے بغیر معرفت حاصل کئے چارہ نہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے ہادی اور امام گزرے ان کی معرفت ہم لوگوں کے لئے لازم نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ شریعتوں میں اختلاف ہے۔

باب (۱۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر امیر المومنین اپنے دشمنوں سے ہاتھ روکے رہے اور ان پر احسان کرتے رہے مگر جب امام قائمؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ ہاتھ نہ روکیں گے اور انہیں گرفتار کریں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے حسن بن ہارون سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معلیٰ بن خنیس نے آپ جناب سے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ امام قائمؑ جب ظہور کریں گے تو کیا وہ امیر المومنین کی سیرت کے خلاف عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں امیر المومنین اپنے دشمنوں سے ہاتھ روکے رہے اور ان کے ساتھ احسان کرتے رہے اس لئے کہ انہیں علم تھا کہ میرے بعد میرے شیعوں پر دشمن غالب آجائیں گے (اس کے بدلے میں شاید ہمارے شیعوں سے نرمی برتیں) مگر جب امام قائمؑ ظہور کریں گے تو ان دشمنوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور انہیں گرفت میں لیں گے اس لئے کہ انہیں علم ہوگا کہ اب یہ دشمن شیعوں پر تاابد غالب نہ آسکیں گے۔

باب (۱۵۹) وہ سبب جس کی بنا پر امام حسن علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کرلی اور بظاہر میل کرلیا اس سے جنگ نہیں کی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے ثعلبہ سے انہوں نے عمر بن ابی نصر سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں اپنے فرزند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا آپ نے مجھ سے خطاب کرکے فرمایا اے سدیر تم اپنے اس عقیدہ کو بیان کرو جس پر تم قائم ہو۔ اگر وہ حد سے بڑھا تو میں تمہیں روک دوں گا۔ اور اگر حد سے گھٹا ہوا ہوگا تو میں تمہاری ہدایت کروں گا۔ جب میں بیان کرنے چلا تو آپ نے فرمایا ٹھہرو میں خود بتادوں وہ علم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کے پاس رکھ گئے ہیں جس نے ان کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے ان سے انکار کیا وہ کافر ہے۔ پھر ان کے بعد امام حسن علیہ السلام ہوئے۔ میں نے عرض کیا ان کے لئے یہ مرتبہ کیسے ہوسکتا ہے انہوں نے تو جو ان کا عہد تھا وہ معاویہ کے حوالے کردیا؟ آپ نے فرمایا خاموش وہ خوب جانتے تھے کہ میں کیا کر رہا ہوں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو بہت تباہی ہوتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن داؤد دقاق نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن احمد بن لیث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یحییٰ بن ابی بکیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالعلا خفاف نے روایت کرتے ہوئے ابی سعید سے طنزیہ انداز میں انہوں نے حضرت امام حسن بن علی ابن طالب سے کہا فرزند رسول آپ کا معاویہ سے میل ملاپ ہوگیا آپ نے اس سے صلح کرلی حالانکہ آپ کو یہ علم ہے کہ یہ حق آپ کا ہے اس کا نہیں۔ معاویہ باغی اور گمراہ ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابوسعید یہ بتاؤ کیا میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت نہیں ہوں؟ اور کیا میرے بزرگوار ان لوگوں کے امام نہ تھے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا میں وہ نہیں ہوں جس کے متعلق اور جس کے بھائی کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن و حسین یہ دونوں امام ہیں خواہ کھڑے ہوں یا بیٹھے رہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا پھر تو اگر کھڑا ہو جاؤں تو بھی امام اور اگر بیٹھا رہوں تو بھی امام۔ اے ابوسعید میرا معاویہ سے صلح کرنے کا سبب وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنی حمزہ و بنی اشجع اور اہل مکہ سے حدیبیہ سے پلٹتے وقت صلح کرنے کا سبب تھا۔ بلکہ وہ لوگ تو سرے سے قرآن کی تنزیل سے انکار کرتے تھے معاویہ اور اس کے اصحاب (تنزیل سے تو انکار نہیں کرتے) تاویل و تفسیر سے انکار کرتے ہیں۔ اے ابوسعید جب میں اللہ کی طرف سے امام بنا ہوں تو میں صلح کروں یا جنگ جو بھی طے کروں اس میں نا سمجھی اور سفاہت کو دخل نہیں۔ صرف یہ ہے کہ میں نے جو اقدام کیا ہے اس کی حکمت (تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی) تم لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا ہے (اور یہ بڑے بڑوں سے ہوتا ہے) کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت خضر نے سفینہ میں شگاف کیا، ایک لڑکے کو قتل کیا اور ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کیا تو حضرت موسیٰؑ ان کے اس فعل سے ناراض ہوئے محض اس پر کہ اس کی حکمت ان کی سمجھ میں نہ آئی اور انہیں اشتباہ ہوا۔ اور جب حضرت خضر نے انہیں اس کی وجہ بتائی تو انہوں نے اسے مان لیا اور راضی ہوگئے۔ اسی طرح چونکہ تم لوگ اس صلح کی مصلحت کو نہیں جانتے اس لئے ناراض ہو۔ سنو اگر میں یہ صلح نہ کرتا تو روئے زمین پر ہمارے شیعوں سے کوئی نہ بچتا سب قتل ہو جاتے۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن علی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ محمد بن بحر شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مشہور کتاب "الفروق بین الاباطیل والحقوق" میں حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام اور معاویہ کے درمیان صلح کا ذکر کیا ہے اور ذیل میں انہوں نے حدیث یوسف بن مازن راشی کی حدیث کے متعلق ایک سائل کا سوال اور اس کا جواب تحریر کیا ہے اور یہ وہ حدیث ہے

کی بنا پر ابو بکر محمد بن حسن بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو طالب زید بن اخرم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو داؤد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن فضل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن مازن راشی نے اس نے کہا کہ حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام نے معاویہ کی بیعت مندرجہ ذیل شرائط پر کرلی کہ۔

۱ معاویہ کبھی بھی خود کو امیر المومنین نہیں کہلائے گا۔

۲ وہ ان کو اپنے بیان کی گواہی میں طلب نہ کرے گا۔

۳ وہ حضرت علی کے شیعوں کے کبھی درپے آزار نہ ہوگا۔

۴ میرے والد کے ساتھ جو لوگ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان کی اولاد کو ایک ایک ہزار درہم تقسیم کرے گا اور یہ دارابجرد کے خراج سے دے گا۔

اس کے بعد یوسف مازن کہتا ہے کہ یہ دیکھئے کتنے لطیف پیرائے سے امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو امیر المومنین کے عہدہ سے ہٹایا نیز یوسف مازن یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے قاسم بن محیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ بیان کر رہا تھا کہ مگر معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور میں نے امام حسن علیہ السلام کے اس خط کو پڑھا ہے جو آپ نے معاویہ کو تحریر کیا تھا اور جس میں آپ نے اس کے ان تمام مظالم و جرائم کو گنوایا جو اس نے خود آپ جناب کے ساتھ اور شیعان علی کے ساتھ کئے تھے چنانچہ آپ نے ان مظالم کی فہرست کو عبد اللہ بن یحییٰ حضرمی اور ان کے ساتھ قتل ہونے والوں کے ذکر سے شروع فرمایا۔

اب میں (یعنی مصنف علیہ الرحمہ) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے جو کچھ یوسف بن مازن نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے متعلق تحریر کیا ہے۔ یہ اہل عقل و تمیز کے نزدیک جنگ بندی کے لئے معاہدہ کہا جائے گا (نہ کہ بیعت) آپ خود ہی دیکھ لیں انہوں نے خود چند سطروں کے بعد یہ کہہ دیا کہ مگر معاویہ نے امام حسن سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا یہ نہیں کہا آپ جناب نے ان شرائط پر اس کی بیعت کی۔ لیکن یہ دعویٰ کرنے والے جو غلط دعویٰ کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا شرائط پر بیعت ہوئی مگر معاویہ نے ان شرائط کو پورا نہ کیا اول تو اس سے حضرت امام حسن علیہ السلام پر تو کوئی الزام عائد نہیں ہوتا اور پھر سب سے بڑی اور مستحکم دلیل جو ان بحث کرنے والوں کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے وہ عہد ہے جو آپ نے معاویہ سے لیا تھا کہ وہ خود کو امیر المومنین کبھی نہیں کہلائے گا۔ اور امام حسن علیہ السلام اپنی نظر میں تو لامحالہ مومن تھے اس لئے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاویہ ان پر حاکم اور امیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ امیر وہ ہے کہ حکم دے اور اس کے حکم کی تعمیل کی جانے چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے اس تدبیر سے معاویہ کی امارت کو اپنی ذات پر سے ساقط کردیا نیز امیر وہ ہوتا ہے (جو خود امیر نہ بن بیٹھے بلکہ) جس کو اوپر سے امیر بنایا جائے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ نہ اللہ نے اس کو ان پر امیر بنایا اور نہ اللہ کے رسولؐ نے اس کو ان پر امیر بنایا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مال غنیمت اس کے لئے نہیں ہے جو خود مال غنیمت بنا ہو مطلب یہ کہ اس کا معاملہ بالکل ان ہوازن کے لوگوں جیسا معاملہ ہے جو مہاجرین و انصار کے لئے مال غنیمت بنے تھے اور یہ لوگ مہاجرین و انصار کے آزاد کردہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے ان کی ابتدائی مدد فرمائی تھی اور قریش اور اہل مکہ کا معاملہ بھی بالکل اہل ہوازن کا سا معاملہ ہے اور آنحضرتؐ نے ان لوگوں پر کسی کو امیر بنایا تھا۔ امیر بنانا یا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہوتا ہے یا لوگوں کی طرف سے جیسا کہ معاویہ کے علاوہ دوسروں کے لئے کہا جاتا ہے کہ امت نے اصلاح کیا اور فلاں و فلاں و فلاں کو اپنا امیر بنایا تو یہ بھی ایک طرح سے امیر بنانا ہے بس اتنی بات ہے کہ وہ لوگوں کی طرف سے امیر ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگرچہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور مومن کی طرف سے امیر نہیں بنے مگر جن لوگوں نے ان کو امیر بنایا وہ ان کے تو امیر ضرور ہوئے۔ اور امام حسن علیہ السلام بھی مومنین کے ایک فرد تھے اور انہوں نے یہ شرط لگا کر کہ معاویہ اپنے آپ کو

امیر المومنین نہیں کہلائے گا آپ نے اپنے اوپر معاویہ کو امیر نہیں بنایا اور کسی امیر اور اس کا حکم ماننا آپ پر لازم نہیں تھا اور اس طرح آپ نے معاویہ کی ماتحتی و محکومیت سے خود کو جدا کرلیا کہ وہ مومنین کا اور جن کے دلوں پر ایمان نقش ہے ان کا بھی امیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ مومنین کے اس طبقہ نے کبھی بھی اس کو اپنا امیر اور اپنے لئے اس کو واجب الاطاعت تسلیم نہیں کیا۔ اور اس لئے کہ امام حسن خود نیکوکاروں کے امیر اور فاجروں کے قاتل تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا کہ "علی ابن ابی طالب امیر البررہ وقاتل الفجرہ ہیں" اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد اس امر کا موجب ہے کہ ان ابرار و نیکوکار ہستیوں پر کوئی شخص امیر بننے کی کوشش نہ کرے اور پھر امیر الابرار پر امیر بنانا تو کسی طرح بہتر و مناسب نہیں ہے۔ آنحضرتؐ کے ارشاد کا درحقیقت یہی مقصد ہے۔

علاوہ بریں اگر امام حسن علیہ السلام معاویہ سے ان شرائط پر صلح نہ بھی کرتے اور وہ خود کو امیر المومنین کہلاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی تو موجود ہے کہ قریش تمام لوگوں کے امام و سردار ہیں قریش کے نیکوکار تمام نیکوکاروں کے امام ہیں اور قریش کے بدکار و فجار تمام بدکاروں اور فجاروں کے امام ہیں نیز اگر کوئی شخص اس بات کا اعتقاد رکھے کہ قریش میں سے معاویہ کی امامت درحقیقت اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی اطاعت و اتباع اس پر واجب ہے تو اس کو یہ اعتقاد رکھنا پڑے گا کہ مال خدا ہضم کرلینا اللہ کے بندوں کو اپنا لونڈی و غلام بنانا اور دین خدا میں دخل اندازی کرنا اور حکم خدا کو ترک کرنا اس کے لئے واجب ہے اور اگر وہ اپنی نظر میں واقعی مومن ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ **وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان** (اور تم نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۲ پس اگر مال خدا کا ہضم کرلینا اور اللہ کے بندوں کو لونڈی و غلام بنانے اور دین خدا میں دخل کرنے کا شمار نیکی اور تقویٰ میں ہے تو آپ کی تاویل کے اعتبار سے معاویہ کو اپنا امام بنانا بھی آپ کے لئے جائز ہے۔

مگر جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مال خدا پر قبضہ ان کے مقہور ہونے کی وجہ سے اور دین خدا میں دخل اندازی اہل دین کے مغلوب ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ اس کے قہر و غلبہ کی وجہ سے جس نے ان لوگوں کو لونڈی و غلام بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حکم دے دیا ہے کہ مال خدا کو ناجائز تصرف اور دین خدا کو بیجا دخل اندازی سے اللہ کے بندوں کو لونڈی و غلام بننے سے بچاؤ تو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نیکی ایک فاجر کے ہاتھ میں جاکر بے بس ہو جاتی ہے اور نیکوکار لوگ فاجروں کے ہاتھوں مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ محض اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایک مرد فاجر کا فسق و فجور و گناہ و ظلم میں تعاون کر رہے ہیں حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا ہے اور اس کے خلاف ان کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سفیان ثوری سے دریافت کیا گیا کہ بتایئے عدوان (یعنی ظلم) کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سنو ظلم یہ بھی ہے کہ بانقیا کے صدقہ کا مال حیرہ لے جاکر وہاں مستحقین کو تقسیم کردیا جائے جبکہ بانقیا میں خود مستحقین موجود ہوں اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفیان و معاویہ بن مرہ و مالک بن معول و خیثمہ بن عبد الرحمن کا ہشام بن عبد الملک کے حکم پر کناس کوفہ میں زید بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی سولی کی لکڑی کی حفاظت و چوکیداری بھی عدوان وہ ظلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سخت منع فرمایا ہے۔ ان مذکورہ لوگوں کا زید بن علی رضوان اللہ علیہ کی سولی کی لکڑی پہ پہرہ دینا سبب بنا بانقیا کے مال صدقہ کے حیرہ منتقل کرنے کا اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے عجز و مجبوری کا عذر پیش کرے اور کہے کہ ہم لوگ اس فاسق و فاجر کے مقابلے میں جو فاجروں کی اعانت سے امیر بن بیٹھا تھا۔ اس نیکوکار کی مدد سے عاجز تھے جو اللہ کی طرف سے امام تھا اور جس کی اطاعت تمام بندوں پر واجب تھی تو مجھے اپنی جان کی قسم میں یہی کہوں گا ایک عاجز و مجبور شخص جس کو واقعی مجبور کر دیا گیا ہو وہ تو عذر پیش کر سکتا ہے مگر ایک ناواقف اور جاہل یہ عذر نہیں پیش کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات اس پر فرض اور واجب کی تھی یعنی اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت اس کو اس نے معلوم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ والیان امر کا باطن ان کے ظاہر

کے خلاف ہو جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف ہو اس لئے کہ وہی سب کی اصل ہیں اور والیان امر ان کی شاخیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام رازوں اور پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ بندوں کے دلوں میں کیا ہے وہ عالم ہے ہر اس علم کا جو ایک بندہ دوسرے بندے کے متعلق علم نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بالاتر ہے اس امر سے کہ وہ بندوں کو ایسے امر کی تکلیف دے جو ان کے بس میں اور ان کی طاقت میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ تکلیف دینے والے کی طرف سے ظلم ہو گا اور اس کا یہ فعل عبث ہو گا اور کسی کے لئے ممکن نہیں کہ ان باتوں کو جانتا ہو۔ شخص عاجز کے لئے تو یہ ممکن ہے کہ جب موقع پائے اپنے عجز کو دور کرے مگر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نیکی کے امام یعنی امام الابرار سے ناواقف رہے۔ عاجز تو اپنے عجز کی وجہ سے معذور ہو گا مگر جاہل معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ نیکوکاروں کا کوئی امام نہ ہو اگرچہ وہ کسی فاجر یا فاجروں سے مغلوب کیوں نہ ہو اور یہ بھی یاد رہے اگر کوئی اپنے امام کو نہ پہچانے وہ امام خواہ غالب ہو یا مغلوب تو وہ مرے گا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔

اور اگر تم یہ سوال کرو کہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان عہد نامہ میں اس شرط کا کیا مطلب ہو گا کہ معاویہ اپنے سامنے کسی گواہی میں آپ کو طلب نہیں کرے گا جبکہ معاویہ پر یہ شرط عائد کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا ہے کہ جس کو واقعہ کا علم ہو اس پر گواہی دینا واجب ہے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ گواہ پر گواہی دینے کے لئے کچھ شرائط اور شریعت کی طرف سے کچھ معینہ حدود ہیں کہ جس سے تجاوز کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود سے جو شخص تجاوز کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور اس کی سب سے بڑی اور تاکیدی شرط یہ ہے کہ ایسے حاکم و قاضی کے سامنے گواہی دینی ہو جو عدل و انصاف کا فیصلہ کرتا ہو اور گواہ کو اس امر کا اطمینان اور بھروسہ ہو کہ حاکم و قاضی میری گواہی کو حق تصور کرے گا اور ہماری اس گواہی سے ظلم و زیادتی کا ازالہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر گواہی دینے کا فرض اس سے ساقط ہے۔ اور امام حسن علیہ السلام کے نزدیک معاویہ امیر ہی نہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے امیر مقرر کیا ہو یا ایسے کسی امیر نے اسے حاکم مقرر کیا ہو جو خود منجانب اللہ ہو اور پھر امام حسن علیہ السلام کو علم تھا کہ جو امیر ہے وہی حاکم و قاضی اور جو قاضی و حاکم ہے وہی امیر بھی بنا ہے اور آپ نے یہ شرط لگا دی تھی کہ تم اپنے کو امیر المومنین نہیں کہلاؤ گے اس طرح آپ نے اس کی امارت کو تسلیم نہیں کیا تو پھر اس کے سامنے جا کر گواہی دینا فرض کہاں رہ گیا۔ اس لئے کہ گواہی دینے کی جو شرط تھی وہ ختم ہو گئی اور جو نہ امیر ہے اور نہ حاکم و قاضی پھر اس کا فیصلہ بھی لغو اور بیکار ہے اور اس کے سامنے گواہی دینا بھی لغو اور عبث ہے۔

اور اگر تم یہ سوال کرو کہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان معاہدہ میں اس شرط کا کیا مطلب کہ معاویہ شیعان علیؑ کا ذرا بھی تعاقب نہ کرے گا؟

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ امام حسن علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ قوم تاویل کو اپنے لئے جائز تصور کرے گی اور اس تاویل میں اس امر کا جواز پیدا کرے گی کہ وہ لوگ جس کا بھی چاہیں خون بہا دیں اگرچہ اللہ نے اس کے بہانے کو منع کیا ہو اور وہ لوگ جس کا چاہیں خون نہ بہائیں اگرچہ اللہ نے اس کے خون بہانے کا حکم دیا ہو۔ تو امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ شیعان علیؑ کے لئے معاویہ کے اس تاویل کے فساد اور بطلان ظاہر کر دیں جس طرح آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ وہ خود کو امیر المومنین نہ کہلائے گا اس کی امارت کو باطل اور اسے فاسد قرار دیدیا اور آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ معاویہ آپ اور آپ کے شیعوں میں سے کسی کو کسی گواہی و شہادت میں طلب نہیں کرے گا لہٰذا اس طرح معاویہ کا اقتدار اور اس کا دائرہ کار امام حسنؑ اور مومنین کے سوا دوسرے لوگوں پر رہ گیا اور اس کا دائرہ کار بخت نصر کی مانند ہو گیا اور آپ ان کے حضرت دانیال کی مانند تھے یا معاویہ کا دائرہ کار عزیز مصر کے مانند ہوا اور آپ ان کے درمیان حضرت یوسفؑ کے مانند تھے۔

اب اگر کوئی کہنے والا کہے کہ مگر حضرت دانیال اور حضرت یوسف علیہما السلام تو بخت نصر اور عزیز مصر کی طرف سے حاکم و قاضی تھے تو ہم کہیں گے کہ اگر بخت نصر حضرت دانیال سے اور عزیز مصر حضرت یوسفؑ سے یہ کہتے کہ عمار بن ولید و عقبہ بن ابی معیط کی گواہی پر اور ابی بردہ بن ابی موسیٰ کی گواہی پر اور عبدالرحمن بن اشعث بن قیس کی گواہی پر حجر بن عدی بن ادہم اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کے قتل کا حکم دیں اور یہ کہ زیاد کے متعلق فیصلہ کر دیں کہ وہ ان کا بھائی ہے تو ان مذکورہ لوگوں کی شہادت و گواہی پر حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کے قتل کا فیصلہ بخت نصر اور عزیز مصر کے کہنے پر کرنا ان کے لئے جائز نہ تھا اور حاکم اپنے عادلانہ فیصلہ کا ہی تو تیر چلاتا ہے خواہ وہ کسی عادل کے اقتدار و بادشاہت میں ہو یا ظالم کے اقتدار میں ہو خواہ وہ کسی مومن کے اقتدار و بادشاہت میں ہو یا کسی کافر کے اقتدار میں ہو۔ خاص کر جبکہ حاکم کسی ظالم و کافر اور حق و ناحق کا دیانتداری کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام حسن علیہ السلام نے خاص کر اپنے اوپر اور شیعان علی کے اوپر جو مظالم ہوئے وہی کیوں گنوائے اور ان میں عبداللہ بن یحییٰ حضرمی اور ان کے اصحاب کے ذکر کو کیوں مقدم کیا حالانکہ حجر بن عبدی اور ان کے اصحاب وغیرہ بھی تو قتل کئے گئے تھے؟

تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اگر حضرت امام حسنؑ معاویہ کے سامنے اس مظالم کی فہرست میں عبداللہ بن یحییٰ حضرمی کے ذکر پر حجر بن عدی کے ذکر کو مقدم کرتے تو اس کے بعد بھی تمہارا یہ سوال قائم رہتا اور تم یہ کہتے کہ انہوں نے حجر بن عدی کے ذکر کو عبداللہ بن یحییٰ اور ان کے اصحاب پر کیوں مقدم کیا وہ بھی تو متقی و پرہیزگار اور نیکوکار لوگوں میں سے تھے ان کے ذکر سے کیوں گریز کیا تو سنو معاویہ کے سامنے ان لوگوں کے قتل کو (بطور مثال) اس لئے پیش کیا کہ ان لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام سے شدید وابستگی اور بے انتہا محبت تھی۔ یہ لوگ آپ کے فضائل کا ذکر بالاعلان کیا کرتے اس لئے ان لوگوں کو گرفتار کر کے لایا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ پھر ایک صومعہ سے ایک راہب اترا اور اس کو بغیر کسی گناہ کے قتل کر دیا گیا اور اس سے بھی تعجب خیز یہ امر ہے کہ ایک قسیس (پادری) اپنے دیر سے نکلا تو اسے بھی قتل کر دیا گیا محض اس لئے کہ یہ صاحب صومعہ سے بہت قربت رکھتا تھا اس لئے اگر دیکھا جائے تو حضرت امام حسنؑ نے عابدوں کے ذکر پر عابدوں کے ذکر کو اور زاہدوں کے ذکر کو زاہدوں کے ذکر پر آبادیوں کے چراغوں کو آبادیوں کے چراغوں پر مقدم کیا اور اس پر تعجب نہ کرنا چاہئے بلکہ اس پر تعجب ہوتا اگر وہ ذکر علی میں میانہ روی اختیار کرنے والے کے ذکر کو مقدم کرتے ان لوگوں کے ذکر پر جنہوں نے اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد سے کام لیا۔

اب اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ امام حسن علیہ السلام کے دار ابجرد کے اموال کو تمام طرح کے اموال پر منتخب کیوں کیا اور آپ نے یہ شرط کیوں رکھ دی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان کی اولاد کو وہاں سے نکال دیا جائے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ دار ابجرد والوں نے امام حسنؑ کے نام خطبہ پڑھا تھا تمام اہل فارس کے برخلاف۔ اور ہم یہ بھی کہیں گے کہ مال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مال فئی ہے (مال غنیمت) جس کے متعلق لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ مال قومی معاملات و ضروریات اور ملت کی تعمیر و بقا کے لئے صرف کیا جائے گا جیسے فوجوں کی تیاری، سرحدوں کا دفاع اور قیدیوں کا ازوقہ اور اخراجات وغیرہ دوسرا مال صدقہ ہے جو مخصوص ہے اہل سہام کے لئے اور یہ دستور فارس اور اہواز نیز دیگر ممالک کے فتوحات سے جاری ہے خواہ وہ صلح سے ہو قبضہ میں آیا ہو یا زبردستی جنگ کر کے قبضہ میں آیا ہو یا وہاں کے باشندے اسلام لائے ہوں اس لئے قبضہ میں آیا ہو یا ان کے علاوہ دیگر اسباب ہوں یا چند شرائط کے ساتھ قبضہ میں آئے ہوں۔ اور ابن عبدالعزیز نے اپنے عراق کے عامل عبدالحمید بن زید بن خطاب کو نامہ تحریر کیا کہ اللہ تمہاری مدد کرے تم وہاں کے اطراف کی آبادیوں کو دیکھو ان میں جو لوگ تاتاری گھوڑوں کی سواری کرتے ہیں، سونے کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں اور اطلس کے ریشمی کپڑے پہنتے ہیں ان کی فاضل آمدنی لے لو اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ اور ابن زبیر نے اپنے عامل کو نامہ تحریر کیا کہ پلوں اور میلوں ٹھیلوں سے جو آمدنی ہوتی ہے اس

کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھنے سے اجتناب کرو اس لئے کہ یہ مال حرام ہے۔ اب جب وہاں کی آمدنی میں کمی ہوئی تو انہوں نے پھر لکھا کہ آمدنی میں کمی کیوں ہوئی؟ تو عاملوں نے جواب دیا کہ چونکہ امیر المومنین نے پلوں اور میلوں ٹھیلوں کی وصولی سے منع فرمایا ہے اس لئے آمدنی میں کمی واقع ہو گئی۔ تو انہوں نے پھر انہوں نے لکھا کہ اچھا تو پھر تم لوگ جیسے پہلے وصول کرتے تھے وصول کیا کرو۔ حالانکہ وہ پہلے ولکھ چکے تھے کہ یہ آمدنی حرام ہے۔ چنانچہ یہ امر یقینی ہے کہ وہ اصحاب علی صلوات اللہ جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے ان کی اولاد مال غنیمت و مال مصالحت و صدقہ و سہام کے مستحق تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں صدقہ تمہارے دولت مندوں سے وصول کروں اور تمہارے فقراء کو دیدوں۔ یعنی جن لوگوں کے مال سے صدقہ (زکوۃ) نکالنا واجب ہے اس کو وصول کروں اور جن لوگوں کو صدقہ کی رقم دینی واجب ہے انہیں دوں ایسی صورت میں امام حسن علیہ السلام کو یہ ڈر تھا کہ ان شہدائے جمل و صفین کی اولاد میں سے اکثر اپنے لئے صدقہ لینا گوارا نہیں کرتے اور بہت سے لوگ صدقہ کا کھانا نہیں کھاتے اس لئے کہ یہ صدقہ نکالنے والوں کے گناہوں کا غسالہ اور دھوون ہوتا ہے اور خود امام حسن علیہ السلام کا مال صدقہ میں سے کوئی سہم اور حصہ نہ تھا۔

روایت کی ہے ابن حکیم بن معاویہ بن حیدہ قشیری نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ان کے جد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چالیس اونٹ میں سے ایک دودھ دینے والی اونٹنی (زکوۃ) ہے اس کے حساب میں سے ایک اونٹ بھی جدا نہ ہونا چاہئے اب جو شخص بہ نظر ثواب ہمارے پاس خود لائے گا اس کو اجر ملے گا اور جو دینے سے انکار کرے گا اس سے ہم خود وصول کریں گے اور اس کے اونٹ کا یہ حصہ ہمارے رب کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اس میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ اور ہر مال غنیمت میں از روئے قرآن پانچواں حصہ اہل خمس کے لئے ہے حالانکہ ان کو دینے سے انکار کر دیا گیا ہے تو امام حسن علیہ السلام نے اس کو اس لئے مخصوص کر دیا کہ ان کی نظر میں شاید وہاں کا مال اردشیر کے مال سے زیادہ پاک صاف ہو اس لئے کہ اس کا سات سال تک محاصرہ رہا اور اس مدت محاصرہ میں وہاں کا محاصرہ کرنے والوں نے وہاں کے کارخانے اور عمارات سب قبضہ میں کر لیں پھر ان کے دیگر مفتوحات میں کسی ترکیب سے اصطخر اول اور اصطخر ثانی وغیرہ کے درمیان شامل کر لیا۔ امام حسینؑ نے اپنے علم ربانی کی بنا پر ان لوگوں کے لئے وہ چیز منتخب کر لی جس کو وہ پاک صاف سمجھتے تھے چنانچہ نبیؐ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول وقفوھم انھم مسئولون (انہیں روکو ان لوگوں سے کچھ سوال کیا جائے گا) سورۂ صافات۔ آیت نمبر ۲۴ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ اس سے ان چار باتوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے۔ (۱) اس کی جوانی کے متعلق کہ اس نے اس کو کس کاموں میں بسر کیا۔ (۲) اس کی عمر کے متعلق کہ اس کو اس نے کن باتوں میں کھپایا۔ (۳) اس کے مال کے متعلق کہ اس نے اس کو کہاں سے جمع کیا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) اور ہم اہل بیت کی محبت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

اور حضرت علیؑ کے دونوں فرزندوں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام وہ مال جو سواریوں پر لد کر معاویہ کی طرف سے آتے تھے اسے لے لیا کرتے تھے مگر اپنے اوپر یا اپنے اہل و عیال پر اس میں سے ذرا بھی صرف نہیں کرتے تھے۔

شبیہ بن نعامہ کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام بہت زیادہ داد و دہش کیا کرتے تھے جب ان کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ مدینہ کے چار سو خاندانوں کی پرورش اس طرح کیا کرتے تھے کہ لوگوں کو پتا نہ چلتا تھا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دیکھئے یہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری ہیں جو کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو البشر واسطی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے خالد بن داؤد نے روایت کرتے ہوئے عامر سے انہوں نے کہا کہ حضرت حسن بن علی نے معاویہ کی بیعت اس بات پر کی کہ معاویہ کی جس سے صلح ہوگی اس سے ان کی بھی صلح ہوگی اور معاویہ کی جس سے جنگ ہوگی اس سے ان کی بھی جنگ ہوگی اس بات پر بیعت نہیں کی

کہ معاویہ امیر المومنین ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اس حدیث کا آخری حصہ پہلے حصہ کو خود توڑ رہا ہے۔ آخری حصہ میں یہ ہے کہ آپ نے اس کو امیر نہیں مانا اور جب امیر المومنین نہیں مانا تو پھر وہ جو حکم دے اس کی تعمیل آپ پر لازم نہیں ہے اور ہم لوگوں نے ایک دوسری طرح کی بھی روایت کی ہے جو عامر کی روایت کے پہلے حصہ کو توڑ دیتی کہ جس سے معاویہ کی صلح ہوگی اس سے ان کی بھی صلح ہوگی اور جس سے معاویہ کی جنگ ہوگی اس سے ان کی بھی جنگ ہوگی۔ یہ امر مسلم ہے کہ امت کا کوئی فرقہ معاویہ کی دشمنی میں خوارج سے زیادہ شدید نہ تھا چنانچہ کوفہ کے اندر خوارج میں سے جو یہ بن ذراع یا کسی اور نے خروج کیا تو معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا کہ ان کے مقابلہ میں آپ جائیں اور ان سے جنگ کریں تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء نہیں ہے کہ میں ایسا کروں۔ معاویہ نے کہا کہ یہ سب آپ کے اور ہمارے دشمن نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اے معاویہ مگر جو شخص حق کو تلاش کرے اور خطا کر جائے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل کو تلاش کرے اور اسے پا جائے۔ یہ سن کر معاویہ خاموش ہو گیا اور اس روایت کے مطابق اگر ایسا ہوتا کہ آپ نے اس کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ جس سے اس کی صلح اس سے ان کی صلح اور جس سے اس کی جنگ اس سے ان کی جنگ تو معاویہ ہرگز خاموش نہ ہوتا اور امام حسنؑ سے کہتا آپ نے میری بیعت اس بات پر کی ہے کہ جس سے میری جنگ اس سے آپ کی جنگ خواہ کوئی بھی ہو اور جس سے میری صلح اس سے آپ کی صلح خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ علاوہ بریں عامر نے جب اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ امام حسنؑ نے اس بات پر بیعت نہیں کی تھی کہ معاویہ امیر المومنین ہے تو یہ بھی پہلے حصہ کو توڑ دیتا ہے اس لئے کہ امیر وہ ہے جو حکم دے اور تنبیہ کرے اور مامور وہ ہے جو حکم مانے اور تنبیہ پائے تو آپ نے معاویہ کے حکم پر چلنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح امام حسنؑ نے معاویہ کی محکومی سے انکار کر دیا اور اس کی حاکمیت سے نکل گئے جب کہ آپ نے یہ شرط کر دی کہ وہ خود کو امیر المومنین نہیں کہلائے گا۔ اور اگر معاویہ امام حسن کی اس شرط کا مطلب سمجھ لیتا تو وہ یہ کہتا کہ اے ابو محمد آپ مومن ہیں اور میں امیر ہوں اگر آپ کا امیر نہ ہوا تو پھر میں تمام مومنین کا امیر کیسے ہو سکتا ہوں یہ آپ کی ایک چال ہے کہ آپ پر میری امیری نہیں ہوگی آپ اپنے اوپر میری حکومت سے انکار کر رہے ہیں اگر آپ نے یہ کہا ہوتا کہ تجھ سے جس کی جنگ ہوگی میں اس سے جنگ کروں گا بلا قید و مطلقاً۔ اور یہ ہوتا کہ اگر تجھ سے اس شخص کی جنگ ہوگی جو تجھ سے بدتر ہوگا تو میں اس سے جنگ کروں گا اور اگر تجھ سے اس شخص کی جنگ ہوگی جو شر میں تجھ سے بہتر ہوگا تو میں اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امام حسنؑ بلکہ اپنے تمام بندوں سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں لوگوں سے تعاون کریں اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا تعاون نہ کریں اور جو شخص حق کی تلاش کرے اور اس سے خطا ہو جائے اس کی جنگ اس سے جو باطل کو تلاش کرے اور اسے پا جائے اس میں کسی کا تعاون در حقیقت گناہ اور سرکشی میں تعاون کرنا ہے یہ مبایعت مبایعت نہیں اور اس کی ذمہ داری نہیں۔

اور اگر کہنے والا کہے کہ یہ دیکھئے یہ انس بن سیرین کی حدیث ہے جو روایت کرتے ہیں محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی عدی نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے ابن عون سے انہوں نے انس بن سیرین سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت حسن بن علی علیہ السلام نے جس دن وہ زخمی کر دئے گئے تھے کہ جابرسا اور جابلقا کے درمیان کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جد نبی ہو سوائے میرے اور بھائی کے۔ مگر میری رائے یہ ہوئی کہ امت محمدی کے درمیان صلح ہو جائے حالانکہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں تو ہم نے معاویہ سے بیعت کر لی اور شاید یہ ایک مدت تک لوگوں کے لئے دور آزمائش ہو۔

اب میں کہتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ انس کیسے کہہ رہے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام جس دن زخمی کر دیئے گئے یہ نہیں کہا کہ جس دن بیعت کی اس لئے کہ ان کے نزدیک بھی در حقیقت یہ بیعت نہ تھی بلکہ یہ ایک جنگ بندی تھی جیسا کہ دشمنان خدا اور دوستداران خدا کے درمیان ہوا کرتی ہے ان کے درمیان مطابقت نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ امام حسن کی یہ رائے ہوئی کہ تلوار روک لی جائے اپنے اور معاویہ کے درمیان اپنی مجبوری کے پیش نظر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ رائے ہوئی کہ تلوار روک لی جائے اپنے اور ابو سفیان و سہل بن عمر کے درمیان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صلح پر مجبور نہ ہوتے تو صلح ہرگز نہ کرتے۔

پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے اور ابو سفیان و سہیل کے درمیان صلح کی تو ایک مدت مقرر کر دی تھی۔ مگر امام حسن نے تو اپنے اور معاویہ کے درمیان صلح کی کوئی مدت مقرر نہیں کی۔ تو میں کہوں گا ان کے اور معاویہ کے درمیان صلح کی ایک مدت مقرر ہے اگرچہ ہم لوگ اس سے ناواقف ہیں اور وہ فتنہ و فساد کا مرتفع ہونا ہے اس مدت کی انتہا ہے اور ایک خاص مدت کے لئے ٹھہرائی ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے کہ جب جبیر بن نفیر نے امام حسن علیہ السلام سے یہ کہا کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ پھر سے خلافت کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ اس وقت تو عرب کے بہت سے سردار میرے قابو میں تھے اور اس وقت جس سے میں جنگ کرتا وہ لوگ بھی اس سے جنگ کرتے اور جس سے میں صلح رکھتا اس سے وہ بھی صلح رکھتے مگر اس وقت اللہ کی خوشنودی اور امت محمدی کا خون بہنے سے بچانے کے لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر میں اب اہل حجاز کے بکروں کو ساتھ لے کر جنگ کروں گا؟ میں اس کے متعلق عرض کروں گا کہ جبیر ایک جاسوس تھا جس کو معاویہ نے جاسوسی کے لئے امام حسنؑ کے پاس بھیجا تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ کیا اب بھی ان کے دل میں جنگ کا کوئی خیال ہے؟ اور جبیر بھی یہ جانتا تھا کہ وہ معاہدہ جو معاویہ سے ہوا ہے وہ جنگ کا مانع نہیں ہے جس کا وہ الزام آپ پر لگا رہا ہے اور اگر امام حسن علیہ السلام کے لئے اس صلح اور جنگ بندی کے باوجود اس امر کا جواز نہ ہوتا کہ وہ خلافت کا مطالبہ کریں تو جبیر کو اس کا علم ہوتا اور آپ سے ہرگز ایسا سوال نہ کرتا اس لئے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ امام حسنؑ ہرگز اس کا مطالبہ نہیں کریں گے جس کے مطالبے کا ان کو حق نہیں۔ پس جب اس نے اس کا اہتمام رکھ کر آپ کا عندیہ لیا اور اسے علم ہو گیا کہ وہ صادق ابن صادق ہیں اور جب انہوں نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ ہم جنگ بندی کے بعد جنگ نہیں کریں تو اور اپنے وعدہ کو پورا کریں گے۔ مگر امام حسن علیہ السلام کو جبیر کا اس طرح اہتمام رکھ کر پوچھنا ناپسند اور ناگوار ہوا تو فرمایا کہ اب میں اہل حجاز کو ساتھ لے کر جنگ کروں گا۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ میرے پاس عرب کے بڑے بڑے سردار تھے تو بھی آپ نے سچ فرمایا مگر ان سرداروں میں سے ایک اشعث بن قیس تھا جس کے ماتحت بیس ہزار بلکہ اس سے کچھ زیادہ کی فوج تھی اور جس دن صفین میں قرآن نیزوں پر بلند کیا گیا تو وہ اس دھوکے میں پھنس گیا اور بولا کہ جس کی طرف آپ کو دعوت دی جا رہی ہے اگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا تو کل کوئی یمنی آپ کی طرف سے نہ تیر چلائے گا اور نہ کوئی یمنی آپ کی طرف سے نیزہ چلائے گا اور نہ کوئی یمنی آپ کی طرف سے تلوار چلائے گا۔ اور اسی لئے آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف لالچ کی اولاد کہہ کر اشارہ فرمایا اور ان ہی سرداروں میں سے ایک شبیث بن ربعی تھا جو ہر پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتا اور ہر فتنہ کو ابھارتا۔ اور عمرو بن حریث جو حضرت علی کی پشت پر تھا اور اشعث نے منذر بن جارود سرکش ذہانی کے ساتھ مل کر ایک سوسمار پکڑا اور اس کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ تو امام حسن علیہ السلام نے سچ فرمایا کہ یہ تمام سردار آپ کے ساتھ تھے اور اگر آپ جنگ کرتے تو یہ لوگ بھی بربنائے طمع و لالچ آپ کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرتے اور اسی لالچ کی بناء پر جن سے آپ صلح کرتے اس سے یہ لوگ بھی صلح کر لیتے۔ مگر وہ لوگ جو اللہ کے لئے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اور اس کی محبت میں جنگ کرتے وہ بہت کم تھے۔ ان کی اتنی تعداد نہ تھی جو راہ خدا میں جنگ کرنے کے لئے کافی ہو اور اولیاء خدا کے لئے جھگڑا کریں اور اللہ صاحبان حجت کے لئے پوری قوت و پوری شدت کے ساتھ مدد کر سکیں۔

باب (۱۶۰) وہ سبب جو امام حسن علیہ السلام کے لئے معاویہ سے معاہدہ کرنے کا داعی ہوا اور وہ معاہدہ کیا ہوا اور کیسے ہوا

معاویہ نے عمرو بن حریث و اشعث بن قیس و حجر بن حجر اور شبیث بن ربعی کے پاس فرداً فرداً اپنے خفیہ آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم

حضرت حسن بن علی کو قتل کر دو تو میں تمہیں دو لاکھ درہم دوں گا اور شام کے لشکروں میں سے ایک لشکر کا سردار بناؤں گا اور اپنی لڑکیوں میں سے ایک کی شادی تم سے کروں گا۔ جب یہ خبر امام حسن علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے زرہ پہنی اوپر سے پوستین پہنی اور اسے چھپا لیا۔ اور احتیاط کرنے لگے اور ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے زرہ پہنے بغیر آگے کھڑے نہیں ہوتے تھے چنانچہ ان میں سے کسی نے آپ کو تیر مارا لیکن ان پر اثر نہیں ہوا اس لئے کہ آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ پھر ان میں سے کسی نے آپ پر زہر آلود خنجر کا وار کیا اور آپ اس سے زخمی ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ مجھے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جگہ لے چلو اور اس جگہ پر اس وقت مختار بن ابی عبید مسعود بن قیلہ کے چچا متعین تھے تو مختار نے اپنے چچا سے کہا آئیے ہم لوگ امام حسن کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیں اور وہ ہم لوگوں کو عراق کی حکومت دے دے گا۔ مختار کی بات سن کر شیعہ فوراً اس کے چچا کے پاس پہنچ اور مختار کو قتل کرنا چاہا مگر مختار کے چچا نے مختار کی طرف سے ان لوگوں سے معافی چاہی اور ان لوگوں نے اسے معاف کر دیا۔ ان واقعات کو سن کر امام حسنؑ نے فرمایا وائے ہو تم لوگوں پر معاویہ نے میرے قتل کے بدلے جو تم لوگوں سے وعدہ کیا وہ کبھی اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر میں اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دوں اور اس سے صلح کر لوں تو وہ مجھے اپنے جد کے دین کی خدمت نہیں کرنے دے گا اور میں تنہا اللہ کی عبادت کر سکوں گا۔ مگر مجھے نظر آتا ہے کہ تمہاری اولاد ان لوگوں کی اولاد کے دروازوں پر کھڑے کھانا اور پانی مانگ رہے ہیں لیکن وہ لوگ انہیں نہ کھانا دیں گے نہ پانی دیں گے حالانکہ یہ سب اللہ نے ان ہی کے لئے قرار دیئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ تمہیں نیست و نابود کر دے۔ تم لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں یہ کیا ہے۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** (اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا حشر کیا ہوگا اور کہاں پلٹائے جائیں گے) سورہ شعراء۔ آیت نمبر ۲۲۷ یہ سن کر وہ لوگ آپ سے معذرت چاہنے لگے حالانکہ ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا جو وہ پیش کر سکتے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے فوراً یہ خط معاویہ کو لکھا۔

اما بعد میرا مقصد یہ تھا کہ حق کو زندہ رکھوں اور باطل کو مٹا دوں تو یہ ناامیدی اور مایوسی تک پہنچ گیا اور تو اپنے مقصد میں کامیاب رہا اب میں یہ حکومت چھوڑتا ہوں اور یہ جگہ تیرے لئے خالی کر دیتا ہوں اگرچہ میرا اس حکومت کو تیرے لئے چھوڑنا تیری آخرت کے لئے برا ہے مگر اس کے لئے میری کچھ شرطیں ہیں جو میں پیش کرتا ہوں اور ان شرائط اور ان عہدوں کو اگر تو نے پورا کیا تو یہ تیرے لئے کوئی دشوار ناقابل برداشت نہیں اور اگر تو نے اس سے غداری اور بیوفائی کی تو اس کو آسان بھی نہ سمجھنا۔ پھر آپ نے خط کے آخر میں معاہدہ کی شرائط تحریر کریں اور اسے قسم دلائی کہ تمہیں خدا کا واسطہ عہد کو پورا کرنا غداری نہ کرنا ورنہ اے معاویہ تم بھی نادم ہو گے جیسا کہ تم سے پہلے اور لوگ باطل کی راہیں چل کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ جانے پر اس وقت نادم ہوتے جبکہ ان کو اس ندامت سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ والسلام

اب اگر کوئی سوال کرے کہ وہ کون لوگ ہیں جو باطل کی راہ میں چل کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم و شرمندہ ہوئے تو میں کہوں گا کہ دیکھئے یہ زبیر ہیں جن کا ذکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ان حضرت کو اپنے غلط اقدام، باطل فیصلے اور پر فریب تاویل پر کس قدر یقین تھا مگر وہ اس سے الٹے پاؤں واپس ہوئے اور یہ اگر اپنی بیعت پر قائم رہتے تو ان کی عہد شکنی محو ہو جاتی لیکن انہوں نے بظاہر ندامت کا اظہار کیا مگر باطن کا حال تو جاننے والا ہی جانتا ہے۔

اور یہ عبداللہ ابن عمر خطاب ہیں جن کے فضائل میں اہل سیرت نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اتنا کسی بات پر افسوس نہیں جتنا افسوس مجھے اس بات پر ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ مل کر گروہ باغی سے کیوں جنگ نہ کی۔ دیکھو یہ حق کو چھوڑ کر بیٹھے رہ جانے والے کی ندامت ہے اور یہ حضرت عائشہ ہیں ان کے متعلق راویوں نے روایت کی ہے کہ جب کسی ملامت کرنے والے ان کے اقدام عمل پر ملامت کی تو ان معظمہ نے فرمایا کہ قضاء قدر میں ایسا ہی تھا جو ہوا۔ اور یہی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ مگر خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے بیس بیٹے عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے مانند پیدا ہوتے اور ان سب کے قتل یا موت پر میں روتی تو یہ میرے لئے آسان تھا بہ نسبت

اس کے کہ میں نے علی کے خلاف خروج کیا اور ان کے خلاف دو ڈھوپ کی اب میں اللہ سے رجوع کرتی ہوں کسی غیر سے نہیں۔ اور یہ سعد بن ابی وقاص ہیں کہ جب ان کو یہ خبر ملی کہ حضرت علی نے ذوالثدیہ کو قتل کیا تو وہ اپنی ابتداء اور اپنے انجام کو سوچ کر بہت رنج و قلق میں مبتلا ہونے اور بولے خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ معاملہ یوں نہیں یوں ہے تو میں حضرت علیؑ کے پاس جاتا خواہ گھٹنوں کے بل کیوں نہ جانا پڑتا۔ پھر جب معاویہ آیا تو اس سے ملنے گئے معاویہ نے ان سے کہا اے ابو اسحٰق تم خلیفۂ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے میری مدد کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ ملکر علی ابن ابی طالب سے جنگ کرتا رہا حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علیؑ کے متعلق فرماتے ہوئے سن چکا تھا اے علی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ معاویہ نے کہا کیا یہ بات تم نے رسولؐ اللہ کو خود کہتے ہوئے سنی تھی۔ سعد نے کہا ہاں اور اگر نہ سنا ہو تو اللہ کرے یہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ معاویہ نے کہا (اگر تم رسول اللہ سے یہ سننے کے بعد بھی علی سے جنگ کر چکے تو) اب تو تمہارے پاس میری مدد چھوڑ کر بیٹھ رہنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور سنو اگر میں اپنے کانوں سے رسولؐ اللہ کو حضرت علیؑ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنتا تو کبھی ان سے جنگ نہیں کرتا۔ حالانکہ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام کے متعلق اس سے بھی زیادہ سن چکا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس کی سلطنت اور اقتدار کی بقاء اسی میں ہے۔ اس نے سعد سے یہ بات صرف اس لئے کہی کہ وہ اس کی مدد چھوڑ بیٹھنے کے عذر کو قطع کرے۔ واللہ المستعان۔

اور اگر کوئی کہنے والا اپنی حماقت اور بیوقوفی کی بناء پر یہ کہے کہ مگر جس طرح یہ لوگ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے پر یا ان کا ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم ہوئے اسی طرح حضرت علیؑ بھی تو ان جنگوں پر اور اس خون بہانے پر نادم ہوئے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ تم غلط کہتے ہو اس لئے کہ ان لوگوں کی ندامت کا مقام اور تھا اور ان کے افسوس کا مقام اور تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا خود ارشاد ہے کہ میں نے اپنے معاملہ کو الٹ پلٹ کر ہر طرح دیکھا سوائے اس کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ یا تو ان لوگوں سے جنگ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اس سب سے انکار کر بیٹھوں۔ پھر ان ہی جناب سے یہ روایت بھی کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ناکثین و قاسطین و مارقین سے قتال کروں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بھی اٹھارہ (۱۸) سلسلہ اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ناکثین و قاسطین و مارقین سے قتال کرو گے (اور جسے تم ندامت کہتے ہو) اس کو حضرت علی نے ان لوگوں کے سامنے کہا جو لوگ خود حضرت علی کی زبان سے نبی کریم کی مذکورہ حدیث سن چکے تھے۔ اگر یہ ندامت ہوتی تو گویا وہ خود اپنے کو جھٹلا رہے تھے اور اس مجمع میں عمار جیسے مہاجرین اور ابی ھیثم و ابی ایوب جیسے انصار اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے اور اگر وہ اس جھوٹ سے پرہیز نہ کرتے کہ جس کا انجام جہنم ہے تو ان لوگوں سے تو حیا و شرم کرتے جو مہاجرین و انصار میں ذی وجوہ لوگ تھے۔ اور عمار تو وہ ہیں کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے جدھر عمار جائیں گے اُدھر حق بھی جائے گا اور عمار حلف موکد کے ساتھ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ قصبات ہجر تک آگئے تو میں سمجھ لوں گا کہ میں حق پر ہوں اور یہ لوگ باطل پر ہیں اور وہ حلف سے کہتے تھے کہ دہ آج صفین میں جس جھنڈے کے نیچے جنگ کر رہے ہیں یہی جھنڈا بدر میں بھی تھا اور یہی جھنڈا احزاب میں بھی تھا اور خدا کی قسم میں اس جھنڈے کے نیچے چار مرتبہ مقابلہ کر چکا ہوں نیز وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اس وقت اسلام کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو چھپائے ہوئے تھے مگر اب انہیں اعوان و مددگار مل گئے ہیں۔ پس اگر حضرت علیؑ اپنے اس قول کے بعد کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ناکثین و قاسطین اور مارقین سے قتال کروں اظہار ندامت کرتے تو حضرت علیؑ کے ساتھ جو لوگ تھے وہی کہتے آپ نے رسول اللہؐ پر اتہام رکھا اور ایک طرح سے انہوں نے خود اقرار کر لیا کہ انہوں نے اتہام رکھا اور پھر امت میں حضرت زبیر و حضرت عائشہؓ اور ان کا گروہ اور حضرت علیؑ اور ابو ایوب خزیمہ بن ثابت و عمار اور ان کے اصحاب اور سعد بن عمر اور ان کے اصحاب تھے اگر یہ سب کے سب (یعنی طرفین اپنی اپنی جگہ) نادم ہوئے تو یہ لازمی ہے کہ وہ ایسا کام کر بیٹھے کہ جو نہیں کرنا چاہئے تھا اور اس پر انہیں ندامت ہے اور جو کام کر بیٹھے وہ باطل تھا اور سب باطل پر مجتمع ہو گئے تھے اور یہ وہ امت ہے

جو باطل پر کبھی مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یا اس کام کے نہ کرنے پر ندامت پر مجتمع ہوئے انہیں چاہئے تھا یہ کام نہ کرتے اور یہ لوگ حق کو چھوڑ کر باطل پر مجتمع ہو گئے۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم ناکثین و قاسطین و مارقین سے مقابلہ کرو گے تو آنحضرتؐ نے اس کی آئندہ کے لئے خبر دی تھی اور یہ جائز نہ تھا کہ قتال ترک کر کے آپ کی خبر کو جھٹلایا جائے اس سے آنحضرتؐ کی تکذیب ہوتی اور آپ کی نافرمانی بھی لازم آتی اسی بناء پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ کفر ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام حسن علیہ السلام کے متعلق تو یہ خبر ہے کہ آپ نے خون کو بہنے سے روکا اور تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت علیؑ خون بہانے پر متعین اور مامور تھے تو جس کے بہانے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہو اس خون کو بہنے سے روکنا کیا گناہ اور نافرمانی نہیں ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ وہ امت جس کا امام حسنؑ نے ذکر کیا ہے در حقیقت وہ دو امت دو فرقے اور دو گروہ ہیں۔ ایک ہلاکت میں پڑنے والا اور ایک نجات پانے والا۔ ایک باغی گروہ اور دوسرا وہ کہ جس کے خلاف بغاوت کی جائے۔ پس جب جس کے خلاف بغاوت کی گئی اس کا خون بہنے سے نہ روکا جاسکے گا جب تک کہ باغی کے خون کے بہنے کو نہ روکا جائے اس لئے کہ اس میں باغی کو مار بھگانے کی طاقت نہیں؛ پھر مجبوراً اس کے خون کے بہنے سے بچانے کے لئے باغی کے خون کو بہنے سے روکنا ہی پڑے گا اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں اس کی وجہ یہی تھی۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ تمہارے نزدیک باغی کون ہے وہ مومن ہے یا کافر؟ یا نہ مومن ہے نہ کافر؟ تو میں کہوں گا کہ باغی تو وہی ہے جو تمام اہل صلاۃ اور اہل قبلہ کے نزدیک بالاجماع باغی ہو مگر مرجئیہ ان کو باغی کہنے کے باوجود انہیں مومن بھی کہتے ہیں اور اہل وعید ان کو کافر کہتے ہیں مشرک نہیں کہتے جیسے اباضیہ اور زیدیہ فرقے کے لوگ ہیں اور واصل بن عمر جیسے لوگوں کو ایسا فاسق کہتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے اور حسن اور ان کے اصحاب جیسے لوگوں کو ایسا منافق کہتے ہیں جو جہنم کے نچلے طبقے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈالے جائیں گے۔ پس یہ سب کے سب اپنے اس اعتقاد سے ہٹ گئے جو بغاوت سے پہلے رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کفر و شرک کی طرف نکل گیا جیسے خوارج مگر ان میں اباضیہ کا شمار نہیں اور ایک گروہ صرف کفر کی طرف نکلا شرک کی طرف نہیں جیسے اباضیہ اور زیدیہ اور ایک گروہ فسق و نفاق کی طرف نکل گیا اور مرجئیہ کا فتویٰ ان کے لئے کم سے کم یہ ہے کہ وہ لوگ سنن و عدالت سے گر گئے اور ناقابل قبول ہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو باغی کو مومن کہا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ **وان طآئفتن من المومنین اقتتلوا** (اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں مقاتلہ کریں) سورۃ الحجرات۔ آیت نمبر ۹ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو مومن قرار دیا۔

تو میں یہی کہوں گا کہ دو حال سے خالی نہیں جو شخص ان دو متصادم گروہوں میں صلح کرانے پر مامور ہے اس کو سب علم ہے کہ آپس میں مقابلہ سے پہلے کیا معاملہ تھا اور دونوں سے زیادتی اور بغاوت کس نے کی یا نہیں معلوم تھا کہ ان دونوں میں سے کون باغی ہے۔ پس اگر اس کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ان دونوں میں باغی کون ہے تو اس کا فرض ہے کہ جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہے اس کے ساتھ ہو کر باغی سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت کو ترک کرے حکم خدا کو تسلیم کرے اور اگر اصلاح پر مامور شخص کو یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون باغی ہے اور کس کے خلاف بغاوت ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے نہیں معلوم تھا کہ مومن باغی کون ہے اور مومن غیر باغی کون ہے۔ مگر بعد تحقیق یہ معلوم ہوا کہ یہ گروہ باغی نہیں ہے تو اس کے مومن ہونے پر تو اہل نماز (مسلمانوں) کا اجماع ہے اور اس گروہ کے مومن ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اب رہ گیا آپ کا خیال کہ باغی بھی مومن ہے تو جس طرح اس کے باغی ہونے پر اجماع امت ہے اسی طرح اس کے مومن ہونے پر بھی اجماع امت ہونا چاہئیے اور بغیر اجماع کے باغی کو مومن نہیں کہہ سکتے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے باغی کو مومنین کا بھائی کہا ہے اور مومنین کا بھائی تو مومن ہی ہو سکتا ہے۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ تم بہت دور چلے گئے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام جو نبی تھے ان کی قوم عاد جو کافر تھی

اس کا بھائی کہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے والی عاد اخاھم ھودا (ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۶۵ نیز اکثر کسی شامی کو اے بھائی شامی اور کسی یمنی کو اے بھائی یمنی کہا جاتا ہے بلکہ کسی تلوار رکھنے والے کو جس تلوار کو وہ فقط جنگ میں استعمال کرتا ہے کہا کہ فلاں شخص اخ السیف (تلوار کا بھائی) ہے لہٰذا اس تاویل کرنے والے کو کہ مومن کا بھائی صرف مومن ہی ہو سکتا ہے اس سے اس کو کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس لئے کہ قرآن کی گواہی اس کے خلاف ہے اور لغت بھی اس امر کی گواہ ہے کہ مومن کو بیجان جمادات کا بھائی کہہ لیا جاتا ہے جیسے شام کے بھائی، یمن کے بھائی، تلوار کے بھائی، نیزے کے بھائی وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے دینی اور دنیاوی معاملات میں اور ہمارے آخرت کے معاملات میں ہمارا مددگار ہے اور ہم لوگ اس سے توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اس کے تقرب کا ذریعہ بن جائے اور اس کے جود و کرم سے اس کی نزدیکی حاصل ہو۔

باب (۱۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر امام حسن علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن نہ ہو سکے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ امام حسن علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کریں تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے امام حسن کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ ابھی ابھی کہہ رہے تھے کہ حسین سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے کشت خون نہ کریں اور اگر امام حسن یہ نہ کہہ دیتے تو امام حسین علیہ السلام ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کئے بغیر نہ مانتے نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلی عورت جو خچر پر سوار آئی وہ حضرت عائشہؓ تھیں وہ خچر پر سوار ہو کر آئیں اور انہوں نے امام حسن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنے کو منع کر دیا۔

باب (۱۶۲) وہ سبب جس کی وجہ سے روز عاشورا تمام دنوں میں سب سے بڑی مصیبت اور غم کا دن ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالفرج مظفر بن احمد قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر کوفی اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیاد آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن عبداللہ خزاز کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزند رسولؐ یوم وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و یوم وفات حضرت فاطمہؑ اور یوم قتل امیرالمومنین علیہ السلام اور وہ یوم کہ جس میں امام حسن زہر سے شہید کر دئے گئے یہ سب ہی تو یوم غم و مصیبت ہیں مگر ان سب سے بڑے غم و مصیبت و گریہ زاری کا دن یوم عاشور کیوں قرار پایا؟ آپ نے فرمایا کہ شہادت حسین کا دن ان تمام دنوں میں سب سے بڑے غم اور مصیبت کا دن ہے اسی لئے ہے کہ اصحاب کساء جو پنجتن پاک ہیں وہ اللہ کے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ہیں جب ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں کو بڑا غم ہوا مگر ایک طرح کی تسلی بھی تھی کہ ابھی ان میں سے چار یعنی حضرت امیرالمومنین و حضرت فاطمہ زہرا و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم موجود ہیں۔ پھر جب حضرت فاطمہ زہرا نے رحلت فرمائی تو لوگوں کو بڑا غم اور دکھ ہوا مگر لوگوں کو یہ

خیال کر کے تسلی تھی کہ ابھی ان میں سے تین یعنی حضرت امیرالمومنینؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ موجود ہیں۔ پھر جب حضرت امیرالمومنین کی شہادت ہوئی تو لوگوں کو بڑا غم و رنج ہوا مگر یہ سوچ کر تسلی کر لیتے کہ ابھی اللہ رکھے حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں اور جب امام حسنؑ بھی شہید کر دئے گئے تو لوگوں کو بڑا دکھ اور رنج ہوا مگر یہ خیال کر کے دل کو تسلی دے لیتے کہ رسول اللہؐ کا ایک نواسہ حسینؑ زندہ ہے۔ اور جب امام حسینؑ بھی شہید کر دیئے گئے تو اب اہل کساء میں سے کوئی نہ رہا اب لوگوں کے دلوں کو کس سے تسلی ہوتی امام حسینؑ کے چلے جانے سے گویا سارے اہل کساء چلے گئے اس لئے کہ ان کی بقا سے گویا سارے اہل کساء کی بقا تھی اس لئے امام حسین کی شہادت کا دن سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑے غم کا دن ہے۔

عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ امام حسین کی شہادت کے بعد ابھی ان کے فرزند حضرت علی ابن حسین تو موجود تھے ان سے لوگوں کو جس طرح ان کے آباء کرام سے تسلی ہوتی رہی ان سے کیوں نہ رہی؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ سیدالعابدین تھے امام تھے اور اپنے آباء کرام کے بعد خلق پر اللہ کی طرف سے حجت تھے لیکن ان کو رسولؐ سے شرف ملاقات حاصل نہ تھی نہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ ان کو رسول اللہؐ کا جو علم ملا تھا وہ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے جد نامدار کے ذریعے وراثت میں ملا تھا۔ اور حضرت امیرالمومنین و حضرت فاطمہ و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کو لوگوں نے مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا اور جب لوگ ان میں سے کسی ایک کو بھی دیکھ لیتے تو انہیں فوراً یاد آجاتا کہ میں نے ان کو رسولؐ اللہ کے ساتھ فلاں موقع اور فلاں حال میں دیکھا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ اور جب یہ سب کے سب دنیا سے رخصت ہو گئے تو لوگ اللہ کے ان مکرم بندوں کی زیارت سے محروم اس وقت ہو گئے جب امام حسینؑ بھی اس دنیا سے اٹھ گئے اس لئے کہ یہ ان مکرم بندوں کے آخری فرد تھے اس لئے ان کی شہادت کا دن تمام مصیبت کے دنوں میں سے بڑی مصیبت کا دن ہے۔

عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں نے پھر عرض کیا فرزند رسولؐ پھر لوگ یوم عاشور کو یوم برکت کیسے کہنے لگے؟ میرے اس سوال پر فرزند رسول آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا جب وہ لوگ امام حسین کو قتل کر چکے تو لوگ یزید کا تقرب حاصل کرنے کے لئے شام پہنچ اور ان کے لئے وضعی و خود ساختہ روایت سنا کر انعام و اکرام حاصل کرنے لگے اور منجملہ ان وضعی اور خود ساختہ روایات کے ایک روایت اس دن کے متعلق یہ بھی پیش کی کہ یہ دن عید اور برکت کا دن ہے تاکہ لوگ جزع و بکا و رنج و غم و حزن کو چھوڑ کر خوشی اور عید منائیں ایک دوسرے کو مبارکباد دیں۔ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا۔

پھر آپ نے فرمایا اے میرے ابن عم، اسلام اور اہل اسلام کو کم از کم یہ ضرر تو ضرور پہنچا کہ ایک گروہ جسے ہماری مودت کا دعویٰ ہے اور اسے گمان ہے کہ وہ ہمارے دوست ہیں اور ہماری امامت کے قائل ہیں انہوں نے اپنے ذہن سے یہ اختراع کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کے مشابہ کوئی دوسرا آدمی قتل ہو گیا اور لوگوں کو شبہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے متعلق لوگوں کو اشتباہ ہوا حالانکہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ تو ان کے خیال کے مطابق پھر بنی امیہ قابل ملامت نہیں اور نہ ان پر قتل کا کوئی جرم ثابت ہے۔ اے ابن عم جو لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام ان کے بعد آئمہ علیہم السلام کی تکذیب کی اس لئے کہ ان سب نے امام حسینؑ کے قتل کی خبر دی ہے اور جو ان سب کی تکذیب کرے وہ کافر ہے اور ان کا خون ہر شخص پر مباح ہے جو ان لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنے۔

عبداللہ بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول پھر آپ ان شیعوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہیں میں ان لوگوں سے بری و لاتعلق ہوں (اس سے اس طرح اس طرح اور اس طرح

قرآن مجید اور جنت و جہنم کی نفی ہوتی ہے) راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے قرآن کی اس آیت کے متعلق آپ سے دریافت کیا **ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونو قردۃ خسئین** (اور یقیناً تمہیں علم ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تم میں سے سبت (کے دن) میں زیادتی کی تو ہم نے انہیں کہا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ) سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۶۵۔

آپ نے فرمایا وہ سب کے سب تین دن میں مسخ ہو گئے اس کے بعد مر گئے ان کی نسل نہیں چلی اور آج جو بندر ہیں ان کی ہمشکل ہیں اور اسی طرح سور بلکہ تمام مسوخات جو آج کل پائے جاتے ہیں یہ سب ان کے مشابہ و ہمشکل ہیں ان کا گوشت کھانا حلال و جائز نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا مگر ان غالیوں اور مفوضہ کو اللہ تعالیٰ نے چھوڑ رکھا ہے حالانکہ انہوں نے حقوق و فرائض کی ادائیگی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو غیر اہم اور حقیر سمجھا، کفر و شرک اختیار کیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسن بن فضال سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص عاشور کے دن اپنے حوائج و ضروریات کو ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے سارے حوائج کو پورا کرے گا اور جو شخص یوم عاشور کو مصیبت و حزن و گریہ و زاری کا دن بنائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کا دن اس کے لئے خوشی و فرحت و سرور کا دن قرار دے گا۔ اور ہم لوگ کے دیدار سے جنت میں اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اور جو شخص عاشور کے دن اپنے حوائج و ضروریات و کاروبار میں لگا رہے اس کو یوم عید و یوم برکت سمجھ کر اپنے گھر میں کچھ لائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو نامبارک قرار دے گا اور قیامت کے دن اس کا حشر یزید عبداللہ بن زیاد و عمر سعد لعنہم اللہ کے ساتھ ہو گا اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد ابن الحسین بن ابی خطاب سے انہوں نے نصر بن مزاحم سے انہوں نے عمرو بن سعید سے انہوں نے ارطا بن جیب سے انہوں نے فضیل الرسان سے انہوں نے جبلہ مکیہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت میثم تمار (قدس اللہ روحہ) کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم یہ امت اپنے نبی کے نواسے کو ماہ محرم کی دس تاریخ کو قتل کرے گی اور یہ دشمنان خدا اس دن کو عید و برکت کا دن قرار دیں گے۔ اور یہ ضرور ہو کر رہے گا یہ علم الٰہی میں پہلے سے طے ہو چکا ہے میں جانتا ہوں میرے مولا امیرالمومنین نے مجھے بتا دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی شہادت پر ہر شے گریہ کرے گی جنگل کے وحشی جانور، پانی کی مچھلیاں، فضا کے طائر، سورج چاند ستارے، آسمان و زمین، جن و انس میں سے صاحبان ایمان، آسمانوں اور زمینوں کے ملائکہ، رضوان جنت مالک جہنم، حاملان عرش سب اس پر روئیں گے۔ آسمان سے خون اور راکھ کی بارش ہو گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام پر اسی طرح اللہ کی لعنت واجب و لازم ہے جس طرح ان مشرکین پر جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو شریک سمجھتے ہیں اور جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔ جبلہ کہتی ہے کہ میں نے ان سے کہا اے میثم پھر لوگ امام حسینؑ کے قتل کے دن کو عید اور برکت کا دن کیسے قرار دیں گے۔ اس سوال پر میثم آبدیدہ ہو گئے اور کہا وہ لوگ ایک حدیث وضع کریں گے جس کی بناء پر ان کا خیال ہو گا کہ اس دن حضرت داؤد کی توبہ قبول ہوئی تھی حالانکہ حضرت داؤد کی توبہ ماہ ذی الحجہ میں قبول ہوئی تھی۔ ان کا خیال ہو گا کہ اس دن حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے شکم ماہی سے نکالا تھا حالانکہ حضرت یونسؑ ماہ ذی الحجہ میں شکم ماہی سے نکلے تھے ان کا خیال کہ اس دن حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پر ٹھہری تھی حالانکہ ان کی کشتی اٹھارہ ذی الحجہ کو ٹھہری تھی ان کا خیال کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو شگافتہ کیا حالانکہ ان کے لئے دریا ماہ ربیع الاول میں شگافتہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میثم نے کہا اے جبلہ! یہ جان لو کہ قیامت کے دن حضرت حسین ابن علیؑ تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے اور ان کے اصحاب کا درجہ تمام شہیدوں سے بلند ہو گا۔ اے جبلہ! جب تم دیکھو کہ آسمان گاڑھے خون کی طرح سرخ ہو گیا ہے تو سمجھ لینا کہ حسین سیدالشہداء قتل کر دیئے گئے۔ جبلہ کہتی ہیں کہ ایک دن میں گھر سے نکلی تو دیکھا کہ دیواروں پر دھوپ ایسی پڑ رہی تھی جیسے وہ

گہرے زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے ہو۔ یہ دیکھ کر میں زور زور سے چیخنے اور رونے لگی اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم میرے سردار حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے۔

باب (۱۶۳) وہ سبب جس کی بناء پر امام حسین علیہ السلام کے اصحاب قتل ہونے کے لئے خود آگے بڑھتے گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز ابن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا یہ بتائیں کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب خود موت کی طرف اقدام کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان کے سامنے سے پردے ہٹ گئے تھے اور خود اپنی آنکھوں سے جنت میں اپنے منازل دیکھ رہے تھے اس لئے ہر شخص قتل ہونے کے لئے بڑھ رہا تھا تاکہ جلد از جلد حوران جناں سے بغلگیر ہو اور جنت میں اپنی منزل پر پہنچے۔

باب (۱۶۴) وہ سبب جس کی بناء پر امام قائم علیہ السلام قاتلان حسین کی ذریت کو ان کے آباء و اجداد کے کرتوت پر قتل کریں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ فرزند رسول آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا کہ جب امام قائم ظہور فرمائیں گے تو وہ قاتلان امام حسین السلام کی ذریت کو ان کے آباؤ و اجداد کے کرتوت کی سزا میں قتل کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایسا ہی ہو گا میں نے عرض کیا مگر اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ **ولا تزر وازرۃ وزر اخری** (کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) سورۃ فاطر۔ آیت نمبر ۱۸ اس کے کیا معنی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے بات یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کی ذریت اپنے آباء و اجداد کے افعال پر راضی و خوش تھے بلکہ اس پر ان لوگوں کو فخر تھا۔ اور جو شخص کسی دوسرے کے کئے ہوئے کام پر راضی و خوش ہو گا تو گویا ایسا ہے کہ وہ کام اس نے خود کیا ہے۔ یوں سمجھو کہ اگر ایک شخص مشرق میں کسی کو قتل کر دے اور دوسرا شخص مغرب میں ہے اس کے اس قتل کرنے پر راضی اور خوش ہے تو اللہ کے نزدیک وہ قاتل کے ساتھ قتل میں شریک ہو گا۔ اور امام قائم جب ظہور کریں گے تو ان کی ذریت کو اس لئے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباؤ و اجدا کے اس فعل پر راضی و خوش تھے۔ میں نے عرض کیا اچھا جب امام قائم ظہور فرمائیں تو سزا کس سے شروع کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بنی شیبہ کو سزا دیں گے ان کے ہاتھ قطع کریں گے اس لئے کہ یہ خانہ کعبہ کے چور ہیں۔

باب (۱۶۵) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا لقب زین العابدین ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن نضر بن سمعان تمیمی فرقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم جعفر بن محمد مکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن عمر اطروش حرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن زیاد ابو سعید ثولی نے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عثمان عبد اللہ بن میمون سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن معن اودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمران بن سلیم نے انہوں نے کہا کہ امام زہری جب حضرت علی ابن حسین علیہ السلام سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہا کرتے کہ بیان کیا مجھ سے زین العابدین علی ابن الحسین نے تو ان سے سفیان بن عینیہ نے پوچھا کہ آپ ان کو زین العابدین کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ میں نے سعید بن مسیب کو ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا فرزند علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب لوگوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس ابن معروف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سہل حرانی سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سیار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یحییٰ محمد بن یزید منقری نے روایت کرتے ہوئے سفیان بن عینیہ سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ زہری سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی ابن الحسین علیہما السلام اور اس کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ آپ جناب کے درمیان اور محمد حنفیہ کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کے اوقاف کے معاملہ میں کچھ نزاع پیدا ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ اگر آپ ولید بن عبد الملک کے پاس چلے جاتے تو اس کے شر سے بچ جاتے اور آپ کے مقابلہ میں وہ جو محمد حنفیہ کی طرف مائل ہے یہ میلان نہ رہ جاتا۔ اس لئے کہ ان کے اور عبد الملک کے درمیان دوستی ہے اور پھر محمد حنفیہ بھی مکہ ہیں اور ولید بھی مکہ میں ہے۔ تو آپ نے کہنے والے سے کہا کہ تجھ پر وائے ہو۔ کیا حرم خدا میں پہنچ کر غیر خدا سے درخواست کروں؟ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس دنیا کے خالق سے دنیا کی درخواست کروں پھر وہ شخص جو مجھ جیسا مخلوق ہے اس سے دنیا کی درخواست کروں گا۔ زہری کا بیان ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ولید کے دل میں آپ کی ہیبت ڈال دی اور اس نے محمد حنفیہ کے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سیار نے روایت کرتے ہوئے ابی یحییٰ محمد بن یزید منقری سے انہوں نے سفیان بن عینیہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ زہری سے پوچھا کہ آپ کبھی حضرت علی ابن الحسینؑ سے ملے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ان سے ملا ہوں اور اب تک کسی ایسے سے نہیں ملا جو ان سے افضل و بہتر ہو۔ اور میرے علم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو در پردہ ان کا دوست ہو اور کوئی ایسا نہیں جو ظاہر بظاہر ان کا دشمن ہو۔ ان سے کہا گیا کہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو ان سے اظہار محبت کرتا ہو مگر دل میں ان سے حسد نہ رکھتا ہو اس لئے کہ وہ ان کی فضیلتوں سے سب سے زیادہ واقف ہیں اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ اگرچہ دل میں ان سے بغض رکھتا ہے مگر آپ جناب کی شدید خاطر مدارات کی وجہ سے وہ ان کی خاطر مدارات نہ کرتا ہو۔

(۵) ان ہی اسناد کے ساتھ سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ زہری نے حضرت علی ابن الحسینؑ کو دیکھا کہ وہ شب کے وقت بارش میں اپنی پشت پر آٹا اور لکڑی رکھے ہوئے پاپیادہ چلے جا رہے ہیں۔ زہری نے کہا کہ فرزند رسول یہ کیا؟ آپ نے فرمایا میرا ارادہ ایک سفر کا ہے اس کے لئے سامان فراہم کر رہا ہوں اور اسے ایک محفوظ مقام پر پہنچا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ زہری نے کہا یہ میرا غلام موجود ہے وہ اس کو اٹھانے گا مگر آپ نے انکار کیا تو میں نے عرض کیا کہ اچھا میں خود آپ کا سامان اٹھا کر پہنچا دیتا ہوں اس لئے کہ میں آپ کی ذات اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ سمجھتا

ہوں کہ آپ یہ بوجھ اٹھائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن میں تو اپنی ذات کو اس چیز کے اٹھانے سے ارفع و اعلیٰ نہیں سمجھتا جو سفر میں میرے کام آئے جہاں وارد ہوں وہاں آرام سے قیام کروں۔ اچھا اب خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور جس کام کے لئے جا رہے ہو جاؤ۔ مجبوراً میں ان سے رخصت ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد میں ان جناب سے عرض کیا فرزند رسول جس سفر کا آپ نے ذکر فرمایا تھا اس کا نشان تو مجھے نظر نہیں آیا؟ آپ فرمایا ہاں اے زہری یہ وہ سفر نہیں ہے جس کو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ سفر موت ہے جس کے لئے میں تیاری کر رہا ہوں اور موت کی تیاری حرام اجتناب اور بخشش و کار خیر کرنا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے اسماعیل بن منصور سے انہوں نے ہمارے اصحاب سے راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کو غسل دینے کے لئے تخت پر لٹایا گیا اور ان کی پشت کو دیکھا گیا تو آپ پشت پر ایسے گھٹے پڑے ہوئے تھے جیسے اونٹ کے گھٹنوں پر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر فقراء و مساکین کے گھروں پر ان کھانے کا سامان پہنچایا کرتے تھے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے بیان کیا کہ بتایا مجھے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسماعیل سے انہوں نے محمد بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن مغیرہ سے انہوں نے ابان بن تغلب سے ا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم علی ابن الحسین علیہ السلام جانتے تھے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے ابی حمزہ ثمالی ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کاندھے سے ردا گر گئی مگر آپ اس کو درست نہیں کیا اور ویسے ہی نماز پڑھتے رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا تم پر افسوس تم کو معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا۔ سنو بندے کی نماز کا صرف اتنا ہی حصہ قبول ہوتا ہے جتنا وہ رجوع قلب سے پڑھتا ہے۔ اور حضرت علی الحسین علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں ایک چمڑے کا تھیلہ لئے ہوئے نکلتے جس میں درہم و دینار سے بھری ہوئی تھیلیاں ہوتی تھیں اور ایک ایک در پر جاتے دروازہ کھٹکھٹاتے اور جو بھی باہر نکلتا اس کو ایک تھیلی دیدیتے مگر جب ان جناب کا انتقال ہو گیا اور تھیلیاں ملنی بند ہو گئیں تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن الحسین تھے جو تھیلیاں تقسیم کیا کرتے تھے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد ابن عبد اللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن الحسین کی ایک کنیز سے نے آپ جناب کی رحلت کے بعد کہا کہ حضرت علی ابن الحسین کے کچھ حالات بیان کرو۔ اس نے کہا تفصیل سے یا مختصراً؟ میں نے کہا کہ مختصراً اس نے کہا مختصراً یہ کہ دن کے وقت میں نہ ان کے لئے کبھی کھانا لائی اور نہ شب کو ان کے لئے کبھی بستر لگائی تھی۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم بن

نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو حازم کو کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کسی ہاشمی کو علی ابن حسینؑ سے افضل و بہتر نہیں پایا۔ وہ ایک رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اس کی وجہ سے ان کی پیشانی پر اس طرح گھٹا پڑ گیا تھا جیسے اونٹ کے سینہ پر پڑ جاتا ہے۔

باب (۱۶۶) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین کو سجاد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن حسنی اور علی بن محمد ابن عبداللہ نے اور ان سب نے روایت کی ابراہیم بن اسحاق احمر سے انہوں نے عبدالرحمن بن عبداللہ خزاعی سے انہوں نے نصر بن مزاحم منقری سے انہوں نے عمر بن شمر سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام جب کبھی اللہ کی کسی نعمت کو یاد کرتے تو سجدہ کرتے جب بھی کوئی آیت قرآنی جس میں ذکر ہوتا تو سجدہ کرتے اور جب بھی اللہ تعالیٰ ان سے کسی بدی کو رفع کرتا اور گزند سے بچاتا یا کسی مکار کی مکاری دور کرتا تو آپ سجدہ شکر بجالاتے اور جب کسی نماز فریضہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ کرتے جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ کرتے اور سجدہ کا نشان آپ کے تمام اعضائے پر نمایاں تھا اس لئے ان کا لقب سجاد ہو گیا۔

باب (۱۶۷) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا لقب ذات الثفنات پڑ گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے روایت کرتے ہوئے ابی علی بن محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے اعضاء سجدہ پر گھٹے پڑ جایا کرتے تھے جسے آپ سال میں دو مرتبہ کٹوایا کرتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ گھٹے کٹے ہوئے نکلتے تھے۔ اس لئے آپ کو ذوالثفنات کہا جانے لگا۔

باب (۱۶۸) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام جعفر محمد بن علی علیہ السلام کو باقر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ بصری نے بصرہ کے مقام پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے رجاء بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عمر بن شمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے دریافت کیا اور کہا کہ امام محمد باقرؑ کو باقر کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ آپ نے اس طرح علم کو چیرا جس طرح چیرنے کا حق ہے اس طرح پھاڑا جیسا کہ پھاڑنے کا حق ہے یعنی اس کا اس طرح اظہار کیا جیسا اظہار کرنے کا حق ہے اور مجھ سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ اے جابر تم اتنے دنوں تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزند محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے ملاقات کرو گے جن کو توریت میں باقر کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور جب ان سے تمہاری ملاقات ہو تو میری طرف سے ان کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مدینہ کی ایک گلی میں جابر کی ان سے ملاقات ہوئی۔ جابر نے ان سے پوچھا صاحبزادے تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن

ابی طالب ہوں۔ جابر نے کہا صاحبزادے ذرا سامنے تو آنا وہ سامنے آئے۔ پھر کہا ذرا پیچھے تو آنا وہ پیچھے پھرے تو جابر نے ہر پہلو سے دیکھ کر کہا رب کی قسم پورا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل رہا ہے۔ پھر کہا صاحبزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ انہوں نے کہا جب تک زمین و آسمان قائم ہیں رسول اللہؐ پر میرا سلام اور تم پر بھی میرا سلام اے جابر کیونکہ تم نے ان کا سلام مجھ تک پہنچایا باقر اے باقر آپ واقعی باقر ہیں آپ علم کو شگافتہ کریں گے جیسا کہ شگافتہ کرنے کا حق ہے۔ اس کے بعد جابر بن عبداللہ کا دستور تھا کہ آپ کی خدمت میں آتے آپ کے سامنے بیٹھتے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں سناتے اور جہاں جابر سے غلطی ہوتی یا بھول ہو جاتی تو رد کر دیتے اور انہیں صحیح یاد دلاتے اور وہ اسے قبول کرتے اور جابر برابر کہا کرتے اے باقر اے باقر میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ کو بچپن ہی میں علم و حکمت دی گئی ہے۔

باب (۱۶۹) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت ابو عبداللہ امام جعفر بن محمد کو صادق کے لقب سے یاد کیا جاتا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر عبیداللہ بن موسیٰ حبال طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ... بن حصین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مفضل بن عمر نے روایت کرتے ہوئے ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی سے انہوں نے حضرت علی بن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد سے ان کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھا جائے اس لئے کہ اس کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا بھی نام جعفر ہوگا اور وہ ناحق امامت کا دعویٰ کرے گا اور اس کو جعفر کذاب کہیں گے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی بشیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن داؤد منقری نے بیان ہے کہ حفص بن غیاث جب بھی کوئی روایت حضرت جعفر بن محمد سے بیان کرتے تو کہتے کہ بیان کیا مجھ سے جعفروں میں سب سے بہتر یعنی جعفر بن محمد علیہ السلام نے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی بشیر سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن داؤد منقری سے ان کا بیان ہے کہ حفص بن غیاث جب بھی حضرت جعفر ابن محمد سے کوئی روایت کرتے تو کہا کرتے کہ بیان کیا مجھ سے من جانب اللہ صادق حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام نے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد محمد بن زیاد ازدی نے انہوں نے کہا کہ میں نے فقیہ مدینہ مالک بن انس کو بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے کہا جب میں صادق جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں جاتا تو وہ بڑی عزت فرماتے اور کہتے کہ اے مالک مجھے تم سے محبت ہے یہ سن کر بہت مسرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا اور میں جب بھی جاتا تو دیکھتا کہ وہ تین میں سے کسی ایک حال سے خالی نہیں رہتے تھے یا تو وہ حالت صوم میں ہوتے یا حالت نماز میں یا ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور ان کا شمار عبادت گزاروں اور ان بڑے زاہدوں میں ہوتا تھا جو خوف خدا رکھتے ہیں۔ وہ کثیر المقال و خوش باش اور کثیر الفوائد تھے۔ جب وہ کہتے کہ ر

اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تو ان کے چہرے کا رنگ کبھی سبز ہو جاتا اور کبھی زرد اتنا زرد کہ ان کو پہچاننے والے بھی اس وقت ان کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ میں حج کے لئے ایک سال ان کے ساتھ ہوا اور احرام کے وقت ان کا راحلہ (سواری) تیار ہوتا تو جب بھی **لبیک اللھم لبیک** کہنے کا ارادہ کرتے تو گلے میں ان کی آواز اٹک جاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ سواری سے گر جائیں گے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول لبیک کہنا آپ کے لئے کہنا ضروری ہے تو آپ نے فرمایا اے ابن ابی عامر **لبیک اللھم لبیک** کہنے کی کیسے جسارت کروں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ میرے لئے یہ نہ کہہ دے کہ **لا لبیک ولا سعدیک**۔

باب (۱۷۰) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام موسیٰ بن جعفر کو کاظم کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع بن عبدالرحمن سے روایت کی انہوں نے کہا خدا کی قسم حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بہت صاحب فراست اور مردم شناس تھے وہ جانتے تھے کہ ان کی موت کے بعد کون لوگ ان پر ٹھہر جائیں گے اور ان کی امامت کے بعد آئندہ کی امامت سے انکار کریں گے مگر اس کے باوجود وہ غصے کو پیتے رہے اور آپ جو کچھ ان کے متعلق جانتے تھے اس کا اظہار ان لوگوں پر نہیں کیا اسی لئے ان کا نام کاظم ہو گیا۔

باب (۱۷۱) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت موسیٰ بن جعفر پر وقف (یعنی ٹھہر لے) کو کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن جمہور سے انہوں نے احمد بن فضل سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو ان کے کارندوں اور منتظموں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ کا مال کثیر جمع نہ ہو اور یہی ان پر وقف کرنے اور ان کی موت سے انکار کرنے کا سبب بنا۔ چنانچہ آپ کے کارندہ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار دینار اور علی بن حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا اور حق واضح ہو گیا اور امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کی امامت کی معرفت ہو گئی تو اب بولنا شروع کیا اور لوگوں کو ان کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ جب زیاد قندی اور علی بن ابی حمزہ کو یہ معلوم ہوا تو ان دونوں نے میرے پاس پیغام بھیجا اور پیغام کے ساتھ دس ہزار دینار بھیجے پیغام یہ کہلایا کہ تم خاموش ہو جاؤ مگر میں نے انکار کر دیا اور جواب میں کہلا دیا کہ ہم لوگ صادقین علیہم السلام سے روایت کرتے آئے ہیں کوئی بدعت ظاہر ہو تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اس سے نور ایمان سلب کر لیا جائے گا۔ لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکتا کہ امر الٰہی کے لئے کوشش و جدوجہد کو ترک کر دوں میں ہر حال میں یہ کوشش جاری رکھوں گا میرا یہ جواب پا کر وہ دونوں میرے دشمن ہو گئے اور مجھ سے دلی عداوت رکھنے لگے۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن جمہور سے اور انہوں نے روایت کی ہے احمد بن حماد سے ان کا بیان ہے کہ آپ کے کارندوں میں سے ایک عثمان بن عیسیٰ بھی تھا جو مصر میں مقیم تھا اس کے پاس حضرت موسیٰ بن جعفر کی کثیر رقم اور چھ عدد کنیزیں تھیں امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اس کے پاس آدمی بھیج کر وہ رقم اور کنیزیں طلب کیں تو اس نے اس کے جواب میں خط لکھا کہ آپ کے پدر بزرگوار ہرگز نہیں مرے (وہ زندہ ہیں پھر میراث کیسی) آپ نے اس کے جواب لکھا کہ میرے والد نے رحلت فرمائی اور ہم لوگوں نے ان کی میراث آپس میں تقسیم بھی کر لی اور ان کی موت کی خبریں بالکل صحیح و درست ہیں۔ تو اس نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ کے والد مرے نہیں ہیں (زندہ ہیں) تو ان

کے مال میں آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اگر جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے تو انہوں نے مجھے حکم نہیں دیا کہ ان کے مال میں سے آپ کو کچھ دوں اور میں نے ان کنیزوں کو آزاد کر کے ان کا نکاح کر دیا ہے۔

اس کتاب کے مولف محمد بن علی بن حسین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو مال و دولت جمع کریں مگر ہارون رشید کے دور میں دشمنوں کی کثرت تھی اس لئے اس کا تقسیم کرنا ممکن نہ تھا۔ پس چند ایسے قدرے قلیل لوگوں پر تقسیم کرتے جن پر بھروسہ ہوتا کہ وہ راز کو فاش نہ کریں گے۔ اس لئے اتنا مال جمع ہو گیا۔ نیز آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ جو ہارون رشید سے جا کر چغلخوری کرتے ہیں کہ ان کے معتقدین امانت ان کے پاس جمع کر رہے ہیں اور ان کو آپ کے خلاف خروج کرنے کے لئے تیار کر رہے ہیں تو میرے اوپر یہ الزام نہ ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ تمام مال تقسیم کر چکے ہوتے۔ حالانکہ یہ مال جو ان کے پاس جمع تھا وہ فقراء و مساکین کی مد کا نہیں تھا بلکہ ان کے ماننے والوں نے ان کو بطور نذر از راہ کرم و نیک سلوک دیئے تھے۔

باب (۱۷۲) وہ سبب جس کی بناء حضرت امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام کو رضا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے روایت کی اپنے جد ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے احمد بن ابی نصر بزنطی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی ثانی علیہما السلام (یعنی امام محمد تقی علیہ السلام) سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ کے والد چونکہ ولیعہدی کے قبول کرنے پر راضی ہو گئے اس لئے مامون نے ان کو رضا کا لقب دیدیا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور بہتان رکھتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو رضا کا لقب دیا ہے اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے بعد ائمہ طاہرین کی رضا پر راضی تھے۔ میں نے عرض کیا کیا آپ کے آبائے کرام میں سے ہر ایک اللہ کی رضا پر راضی اور اس کے رسولؐ اور اس کے بعد آنے والے ائمہ کی رضا پر راضی نہ تھے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض پھر ان سب کے درمیان صرف آپ کے والد ہی کو رضا کہہ کر کیوں پکارا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جس طرح آپ کے موافقین اور دوستدار آپ کی ولایت پر راضی تھے اسی طرح آپ کے مخالفین نے بھی ان کی ولایت تسلیم کر لی تھی اور راضی تھے اور یہ بات آپ کے آباء میں سے کسی اور کو حاصل نہیں تھی اس لئے ان کو رضا کہا گیا کہ ان کی ولایت پر مخالف و موافق سب راضی تھے۔

باب (۱۷۳) وہ سبب جس کی بناء پر امام رضا علیہ السلام کو مامون کی ولیعہدی قبول کرنی پڑی

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم ناتانہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابی الصلت ہروی سے ان کا بیان ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام سے کہا فرزند رسول مجھے آپ کے علم و فضل زہد و ورع و تقویٰ اور عبادت کی معرفت ہو گئی اور اب میرا خیال ہے کہ آپ ہی مجھ سے زیادہ حقدار خلافت ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مجھے تو صرف اللہ کی عبودیت پر فخر ہے اور امید کرتا ہوں کہ ترک دنیا کے ذریعہ دنیا کے شر سے محفوظ رہوں محرمات میں سے اجتناب کے ساتھ کسب معاش کروں دنیا میں لوگوں سے تواضع و انکساری سے پیش آؤں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھے رفعت و بلندی نصیب ہو۔ مامون نے کہا میرا ارادہ ہے کہ خلافت سے خود کو الگ کر کے آپ کو خلافت سپرد کر دوں اور میں خود آپ کی بیعت کروں۔ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا سنو! اگر خلافت تمہاری ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس خلعت کو اتار دو جو اللہ نے تمہیں پہنایا ہے اور اس نے کو

غیر کو نہیں پہنایا ہے اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں ہے تو وہ چیز جو تمہاری نہیں تمہیں کیا حق کہ کسی غیر کو عطا کرو۔ مامون نے کہا فرزند رسول یہ تو آپ کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔

آپ نے فرمایا میں اپنی خوشی سے تا ابد ایسا نہیں کروں گا۔ اس کے بعد مامون بہت دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ امام رضا علیہ السلام خلافت قبول کر لیں مگر جب اس سے مایوسی ہوئی تو کہا اچھا اگر آپ خلافت قبول نہیں کرتے اور آپ نہیں چاہتے کہ میں آپ کی بیعت کروں تو میری ولیعہدی ہی قبول کر لیجئے تاکہ آپ میرے بعد خلیفہ ہو جائیں۔ امام رضاؑ نے فرمایا خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھے بتا دیا ہے روایت کرتے ہوئے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ میں تم سے پہلے ہی زہر سے شہید ہو کر دنیا سے مظلوم چلا جاؤں گا (پھر ولیعہدی کا کیا سوال) اور مجھ پر آسمان اور زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور عالم مسافرت میں میری موت ہوگی اور ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔ یہ سن کر مامون رونے لگا پھر بولا فرزند رسول میری زندگی میں کسی کی مجال ہے جو آپ کو قتل کرے یا آپ سے بے ادبی سے پیش آئے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں چاہوں تو یہ بتا دوں کہ مجھے کون قتل کرے گا۔ مامون نے کہا فرزند رسول آپ اس بوجھ سے سبکدوش رہ کر اور خلافت کے قبول کرنے سے انکار کر کے یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو زاہد اور تارک الدنیا کہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم جب سے میں خلق کیا گیا ہوں اس وقت سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کبھی دنیا حاصل کرنے کے لئے زاہد اور تارک الدنیا بنا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ مامون نے کہا بتلایئے میرا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا مقصد یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں علی بن موسیٰ رضا نے دنیا کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ دنیا نے ان کو کیا تھا اب دیکھو انہوں نے خلافت کی لالچ میں ولیعہدی کیسے قبول کر لی۔ یہ سن کر مامون کو غصہ آیا اور اس نے کہا آپ ہمیشہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جو مجھے ناپسند ہوں آپ کو میری سطوت و طاقت کا بالکل خوف نہیں ہے۔ اچھا اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ ولیعہدی قبول کر لیں تو خیر ورنہ میں آپ سے بالجبر قبول کرانے کی کوشش کروں گا اور اگر اس پر بھی قبول نہ کیا تو آپ کی گردن مار دوں گا۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اگر بات یہاں تک پہنچی ہے تو جو تیرے جی میں آئے کر میں اسے قبول کر لوں گا مگر اس شرط پر کہ نہ میں کسی کو والی مقرر کروں گا۔ اور نہ کسی والی کو معزول کروں گا۔ اور نہ کسی رسم کو اور نہ کسی سنت کو توڑوں گا۔ اور امر حکومت میں میری حیثیت ایک دور سے مشورہ دینے والے کی ہوگی۔ مامون اس پر راضی ہو گیا اور اس نے آپ کو اپنا ولیعہد بنایا حالانکہ یہ ولیعہدی امام رضا علیہ السلام کو ناپسند تھی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن نصیر نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ سے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا خدا آپ کا بھلا کرے آپ کیسے اس طرف پھر گئے جدھر مامون آپ کو پھیرنا چاہتا تھا اور وہ آپ پر تعریض کرنا چاہتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اے شخص یہ بتا نبی افضل ہوتا ہے یا وصی؟ اس نے کہا نبی افضل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا یہ بتا کون افضل ہے مسلم یا مشرک؟ اس نے کہا مسلم افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سن لے کہ عزیز بادشاہ مصر مشرک تھا اور حضرت یوسفؑ نبی تھے۔ اور مامون مسلم ہے اور میں وصی ہوں۔ اور حضرت یوسفؑ نے خود درخواست کی کہ مجھے اپنا ولیعہد بنا لے یہ کہہ کر **اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم** (تو مجھے ملک کے سارے خزانوں پر مقرر کر دے میں جانتا ہوں کہ اس کی کیسے حفاظت کی جائے گی) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۵۵ اور یہاں میں نے درخواست نہیں کی تھی بلکہ مامون نے مجھے زبردستی ولیعہد بنایا ہے۔ اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کے اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اس کی حفاظت کروں گا۔ میں ہر زبان کا عالم ہوں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ریان بن صلت سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ آپ زہد اور ترک دنیا کا اظہار کرتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ اس ولیعہدی سے مجھے کتنی نفرت ہے مگر جب مجھ سے کہا گیا کہ دونوں میں سے تمہیں ایک چیز قبول کرنی پڑے گی یا ولیعہدی قبول کر دیا قتل ہونا قبول کرو تو میں نے قتل ہونے پر ولیعہدی قبول کرنے کو ترجیح دی۔ اور ان لوگوں پر افسوس کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ حضرت یوسفؑ نبی اور رسول تھے۔ مگر انہیں ضرورت نے مجبور کر دیا کہ وہ بادشاہ مصر کے خزانوں کے والی بن جائیں تو کہا **اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم** اور میں ولیعہدی قبول کرنے پر اس لئے مجبور ہوا کہ مجھ پر جبر واکراہ کیا گیا مجھے قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور بات ہلاکت تک پہنچی تھی۔ اور میں نے لیعہدی اس شرط پر قبول کی کہ میں امور حکومت میں کوئی دخل نہیں دوں گا بالکل الگ تھلگ رہوں گا۔ اور اس کی شکایت تو میں اللہ سے کروں گا اور وہی مددگار ہے۔

باب (۱۷۴) مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر سے کیوں شہید کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو طیب حسین بن احمد بن محمد لولوئی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن خالد برقی نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھے مارده کے بھائی اور معتصم کے ماموں ریان بن شبیب نے کہ جب مامون رشید نے ارادہ کیا کہ لوگوں سے اپنے لئے امیرالمومنین ہونے کی اور حضرت ابوالحسن موسیٰ رضا علیہ السلام کے لئے ولیعہد ہونے کی اور فضل بن سہل کے لئے وزیر ہونے کی بیعت لے تو حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں اور جب یہ کرسیاں رکھی گئیں اور یہ تینوں اس پر بیٹھے تو حکم دیا کہ لوگ آکر بیعت کریں۔ لوگ آکر بیعت کرنے لگے اور بیعت میں اپنا ہاتھ انگوٹھے کے اوپری حصہ چھنگلیا کے اوپری حصہ کو مس کر کے ہٹا لیتے یہاں تک کہ انصار میں سے بالکل آخری شخص بیعت کے لئے آیا تو اس نے چھنگلیا کے اوپری حصے سے انگوٹھے کے اوپری حصہ کی طرف ہاتھ مس کیا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام مسکرائے اور کہا اب تک جس نے بھی بیعت کی اس نے بیعت کو توڑنے والی بیعت کی سوائے اس شخص کے کہ اس نے بیعت جوڑنے والی بیعت کی۔ مامون نے کہا اس کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیعت جو چھنگلیا کے اوپر سے انگوٹھے کے اوپر کی طرف ہوتی ہے وہ بیعت جوڑنے کی ہوتی ہے اور جو انگوٹھے کے اوپر سے چھنگلیا کے اوپر کی طرف ہوتی ہے وہ بیعت توڑنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ سن کر لوگوں میں ایک اضطراب کی لہر پیدا ہو گئی اور مامون نے کہا جس طرح ابوالحسن کہتے ہیں اس طرح لوگ پھر سے بیعت کریں۔ چنانچہ لوگوں نے اس طرح بیعت کی مگر آپس میں کہنے لگے کہ بھلا امامت و امارت کا مستحق وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو بیعت لینی بھی نہیں آتی اس سے زیادہ بیعت کا حقدار تو وہ ہے جس کو یہ علم ہے کہ بیعت کیونکر لی جاتی ہے اور اس بات نے مامون کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ انہیں زہر سے شہید کر دے

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام (مودب) اور علی بن عبداللہ وراق اور احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے مولا و آقا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان میں موجود تھا اور مامون کا یہ دستور تھا کہ یوم دوشنبہ اور یوم پنجشنبہ کو جب بھی دربار عام کرتا تو امام رضا علیہ السلام کو اپنے داہنے پہلو کی جانب بٹھاتا۔ چنانچہ ایک دن دربار لگا تھا کہ مامون کے سامنے ایک صوفی کا مقدمہ پیش ہوا جس نے چوری کی تھی۔ مامون نے حکم دیا کہ اس صوفی کو حاضر دربار کیا جائے۔ جب وہ حاضر کیا گیا اور مامون نے اس پر نظر ڈالی تو اس نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہے۔ تو کہا چھی چھی کتنی بری بات ہے کہ تمہارا یہ حلیہ، یہ سجدہ کا نشان اور تمہاری طرف ایسے فعل قبیح

کو منسوب کیا جارہا ہے کہ تم نے چوری کی ہے۔ حالانکہ ظاہری آثار و قرائن جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم چور ہو گے۔ صوفی نے کہا یہ فعل مجھ سے بحالت مجبوری و اضطراری سرزد ہوا ہے اختیاری نہیں۔ جب خمس اور مال غنیمت میں سے مجھے میرا حق نہیں دیا جاتا تو بتاؤ میں کیا کروں؟ مامون نے کہا مال خمس اور مال غنیمت میں تیرا کیسا حق؟ صوفی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مال خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے **واعلمو انما غنمتم من شی فان لله خمسه و للرسوله ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان** (یہ جان لو کہ جو نفع تم کو کسی شے سے حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور رسول کے قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے اگر تم خدا پر اس کی غیبی امداد پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر فیصلہ کے دن بدر میں نازل کی تھی جس میں دونوں جماعتیں باہم گتھ گئی تھیں) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۴۱ اور اللہ تعالیٰ نے مال فئے کو بھی چھ حصوں پر تقسیم کرنے کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ما افاء الله علی رسوله من اهل القریٰ فلله و للرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمسکین وابن السبیل کیلا یکون دولته بین الاغنیاء منکم** (جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بے لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسول اور رسول کے قرابتداروں اور یتیموں محتاجوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تم میں سے جو لوگ دولتمند ہیں ان ہی کے پاس پھر یہ دولت نہ پہنچ جائے) سورۃ حشر۔ آیت نمبر ۷ حالانکہ میں ایک مرد مسافر اور پردیسی ہوں، وطن سے جدا ہوں، مسکین و محتاج ہوں، میرے پاس کچھ نہیں اور میں حافظان قرآن میں سے ہوں۔ مامون نے کہا اچھا تو تمہاری ان بے بنیاد باتوں سے اللہ تعالیٰ نے جو سزا مقرر کی ہے اور جو حکم دیا ہے اس حکم کو معطل کر دوں گا اور حد جاری نہ کروں گا؟ صوفی نے کہا پہلے تم اپنے اوپر حد جاری کرا لو اور پاک ہو جاؤ پھر دوسرے پر حد جاری کر کے اسے پاک کرنا۔ یہ سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا سنتے ہیں یہ کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ تم نے بھی چوری کی ہے اور اس نے بھی چوری کی ہے۔ یہ سن کر مامون کو بہت غصہ آیا اور طیش میں آکر اس صوفی سے بولا خدا کی قسم میں تیرے ہاتھ کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا ارے تم میرے ہاتھ کاٹو گے تم تو میرے غلام ہو؟ مامون بولا ارے تجھ پر لعنت میں تیرا غلام کیسے ہو گیا؟ صوفی نے جواب دیا اس طرح کہ تیری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی اس لئے تم مشرق و مغرب میں جتنے بھی مسلمان ہیں ان سب کے غلام ہو جب تک کہ وہ لوگ تم کو آزاد نہیں کر دیتے۔ اور میں نے تو تم کو ہرگز آزاد نہیں کیا۔ پھر اس کے بعد تم مال خمس بھی نگل گئے نہ آل رسول کو ان کا حق دیا ہے اور نہ مجھے اور نہ ہم جیسوں کو ان کا حق دیا دوسری بات یہ کہ نجس چیز کسی نجس شے کو پاک نہیں کر سکتی۔ کسی نجس کو طاہر شے ہی پاک کر سکتی۔ لہٰذا جس کے ذمہ خود حد ہو وہ کسی اور پر حد جاری نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے اوپر حد جاری نہ کرائے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے وہ فرماتا ہے **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون** (تم لوگوں کو تو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب خدا کو برابر پڑھا کرتے ہو تو کیا تم واقعی اس کو نہیں سمجھتے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۴۴ صوفی کی باتیں سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **قل فلله الحجته البالغته** (کہہ دو کہ حق تک پہنچانے والی دلیل خدا ہی کے لئے خاص ہے) سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۹ اور یہی وہ دلیل ہے کہ ایک جاہل اپنی جہالت کے ذریعہ اس تک پہنچتا ہے جس طرح ایک عالم اپنے علم کے ذریعہ اس تک پہنچتا ہے۔ اور یہ دنیا اور آخرت دونوں حجت و دلیل پر ہی تو قائم ہیں اور اس شخص نے قرآن سے دلیل و حجت پیش کی ہے۔ یہ جواب سن کر مامون نے حکم دیا کہ اچھا اس صوفی کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد مامون نے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا اور اب وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی فکر میں لگ گیا یہاں تک کہ اس نے ان کو زہر دے کر شہید کر دیا اور فضل بن سہل کو اور شیعوں کی کافی تعداد کو قتل کرا دیا۔

باب (۱۷۵) وہ سبب جس کی بناء پر امام محمد تقی علیہ السلام کو تقی اور امام علی النقی علیہ السلام کو نقی کے لقب سے پکارا جاتا ہے

کتاب معانی الاخبار میں جس باب کے اندر مصنف نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ائمہ طاہرین کے اسمائے گرامی کے معنی تحریر کئے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت محمد بن علی ثانی علیہ السلام کا لقب تقی اس لئے ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مامون کے شر سے اس وقت بچایا جب نشہ کے عالم میں رات کے وقت آپ کے پاس پہنچا اور آپ پر تلوار سے پے در پے وار کرنے لگا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ میں نے ان کو قتل کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو صاف بچا لیا۔ اور علی بن محمد علیہما السلام کو ان کی نفاست و پاکیزگی اور صاف باطن ہونے کی وجہ سے نقی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

باب (۱۷۶) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام علی النقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کو عسکرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

میں نے اپنے بزرگوں کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ سر من رائے کے اندر وہ محلہ جس کے اندر امام علی النقی علیہ السلام اور حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے۔ اس کا نام عسکر تھا اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو عسکری کہتے ہیں۔

باب (۱۷۷) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کو تمام حالات میں غالب نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ بزرگ ابو القاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر تھا ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں علی بن عیسیٰ قصری بھی تھے کہ اس مجمع سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا اے شیخ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ اس شخص نے کہا یہ بتائیں کہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اللہ کے دوست اور ولی تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اچھا یہ بتائیں کہ کیا ان کا قاتل اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر دے؟ یہ سن کر شیخ ابو القاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ نے کہا اچھا جو کچھ میں کہوں اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ خود سامنے آکر لوگوں سے مخاطب نہیں ہوتا اور نہ بالمشافہ وہ بد لوگوں سے کلام کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف ان ہی کی جنس اور ان ہی کی صنف اور ان ہی کے مثل بشر کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور اگر وہ رسول ان کی ہی صنف اور شکل و صورت کا نہ ہوتا تو لوگ اس سے بھاگتے، قریب نہ آتے نہ اس کی بات سنتے۔ مگر جب یہ رسول ان ہی کی جنس و صنف و شکل و صورت کے آئے اور ان ہی کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے لگے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم بھی تو ہم جیسے ہی ہو ہم تمہاری بات اس وقت تک نہ مانیں گے جب تک تم کوئی معجزہ نہ دکھاؤ جسے اور کوئی مخلوق نہ کر کے دکھا سکے۔ چنانچہ ان رسولوں میں سے بعض نے بہت دنوں تک ڈرانے دھمکانے کے بعد طوفان کو بطور اعجاز پیش کیا جس سے تمام سرکش و نافرمان لوگ غرق ہو گئے اور بعض کو آگ میں ڈال دیا گیا اور وہ آگ اس پر برد و سلام بن گئی۔ کسی نے سخت چٹان سے ناقہ نکالا اور اس کے تھنوں سے دودھ جاری کر دیا۔ کسی نے دریا کو شگافتہ کیا

اور ایک پتھر سے کئی چشمے جاری کر دیئے نیز خشک لکڑی کے عصا کو اژدھا بنادیا جو جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو نگل گیا کسی نے اللہ کے حکم سے مجذوموں اور مبروصوں کو اچھا کیا بلکہ مردوں تک کو زندہ کر کے دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ تم لوگ اس وقت کیا کھا کر آئے ہو اور اپنے گھروں میں کہاں پر کیا چیز چھپائے ہوئے ہو۔ کسی نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور اونٹ اور بھیڑ کے اندر قوت نطق پیدا کیا اور ان سے گفتگو کی۔ الغرض ان رسولوں نے ایسے ایسے کام اور ایسے ایسے معجزے کر کے دکھائے کہ ان کی قوم واست ویسا کرنے سے عاجز رہی مگر باوجود ان تمام معجزات کے اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت یہ تھی کہ وہ ان انبیاء کو بعض حالات میں غالب رکھے اور بعض حالات میں مغلوب بعض حالات میں قاہر اور بعض حالات میں مقہور رکھے۔ اگر ایسا نہ کرتا اور یہ ہر حال میں غالب اور ہر حال میں قاہر ہی رہتے انہیں مصائب میں مبتلا نہ کرتا انہیں آزمائش میں نہ ڈالتا تو لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان ہی کو اللہ سمجھنے لگتے اور پھر ان آزمائشوں میں پورے اتر کر ان کو جو فضل و شرف حاصل ہوا ہے اس سے لوگ واقف نہ ہو پاتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان آزمائشوں اور مصیبتوں کے موقع پر ان لوگوں کا حال بھی وہی رکھا جو عام لوگوں کا حال ہے تاکہ یہ لوگ مصیبتوں پر صبر کا مظاہرہ کریں اور عافیت حاصل ہو اور دشمنوں پر غالب آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور ہر حال میں تواضع و انکساری سے کام لیں اپنی بڑائی نہ دکھائیں لوگوں پر جبر و استبداد سے کام نہ لیں تاکہ بندے یہ سمجھیں ان رسولوں کا بھی کوئی اللہ ہے جو ان کا خالق ہے ان کا مدبر ہے اس لئے یہ سب لوگ اسی اللہ کی عبادت کریں اور اس کے رسولوں کی اطاعت کریں اور جو ان رسولوں کے متعلق حد سے تجاوز کرے اور ان کو رب سمجھنے لگے یا ان سے دشمنی رکھے اور ان کی مخالفت کرے ان کی بات نہ مانے اور جو کچھ یہ انبیاء اور رسول اللہ کی طرف سے لے کر آتے ہیں اس سے انکار کرے تو اس پر اللہ کی حجت ثابت و قائم ہو جائے گی **لیھلک من ھلک عن بینتہ و یحیی من حی عن بینۃ** تاکہ جو ہلاک اور گمراہ ہو وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک و گمراہ ہو اور جو شخص زندہ رہے اور ہدایت پائے وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد زندہ رہے اور ہدایت پائے۔ سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۴۲

باب (۱۷۸) بنی امیہ اور بنی ہاشم میں عداوت کا سبب

(۱) اس باب کے صفحات خالی اور سادہ ہیں غالباً نقل کرنے والا اسے چھوڑ گیا۔ مگر سید جزائری نے انوار نعمانیہ میں کلینی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید کے مابین اصلی اور فرعی دونوں قسم کی عداوتیں تھیں۔ اصلی عداوت اس طرح کہ حضرت عبد مناف کے یہاں دو لڑکے ہاشم اور امیہ جڑواں پیدا ہوئے دونوں کی پشت ایک دوسرے سے چسپاں تھی جسے تلوار سے کاٹ کر الگ الگ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان دونوں کے درمیان اور ان دونوں کی اولاد کے درمیان ہمیشہ تلوار چلتی رہی چنانچہ حرب بن امیہ اور عبدالمطلب بن ہاشم کے درمیان اور ابی سفیان بن حرب اور ابو طالب کے درمیان اور معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے درمیان اور یزید بن معاویہ اور حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کے درمیان معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔

باب (۱۷۹) غیبت امام علیہ السلام کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے اپنے والد احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان وغیرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس فرزند کے لئے غیبت لازمی ہے تو دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ یہ کیوں؟ تو فرمایا اس لئے کہ اس کو قتل کا خوف ہوگا

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے احمد بن حسین بن عمر سے انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے مروان الباری سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے دہن مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ تعالیٰ جب ہم لوگوں کا کسی قوم کے جوار میں رہنا پسند نہیں کرتا تو ہم لوگوں کو ان کے سامنے سے ہٹا لیتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ہلال سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ امام قائمؑ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کچھ سنت ہوگی۔ میں نے عرض کیا شاید آپ ان کی خبر یا ان کی غیبت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا مگر اس امت میں سے کچھ خوک و خنزیر سے مشابہ لوگ اس سے انکار کیوں کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ برادران یوسف اسباط اور اولاد انبیاء میں سے تھے جنہوں نے ان کی تجارت کی انہیں فروخت کیا حالانکہ وہ سب حضرت یوسفؑ کے بھائی اور حضرت یوسف ان سب کے بھائی تھے۔ ان سے گفتگو کر کے بھی انہیں نہیں پہچانا جب تک کہ حضرت یوسف نے خود یہ نہیں کہا کہ میں یوسف ہوں۔ پھر یہ امت ملعونہ اس غیبت سے کیوں انکار کرتی ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت اپنی حجت کو پردے میں رکھنے کا ارادہ کرلے۔ اور حضرت یوسفؑ تو خدا کے نزدیک ملک مصر سے زیادہ محبوب تھے اور حضرت یوسف اور ان کے والد کے درمیان صرف اٹھارہ دن کی راہ تھی اگر اللہ چاہتا کہ حضرت یعقوب کو معلوم ہو جائے کہ یوسف کہاں ہیں تو وہ ان کے بتانے پر قادر تھا بلکہ حضرت یعقوب کو جب خوشخبری ملی تو انہوں نے اپنے گھر سے مصر تک کا راستہ صرف نو دن میں طے کیا۔ پھر یہ امت کیوں نہیں تسلیم کرتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ سے جو سلوک کیا وہ اپنی امر حجت کے ساتھ بھی کرے اور یہ ہو کہ وہ ان بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوں چلتے پھرتے ہوں مگر لوگ ان کو نہ پہچانتے ہوں جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو حکم نہ دے دے کہ خود کو پہچنوا دو جیسا کہ حضرت یوسف کو حکم دیا کہ اور انہوں نے کہا کہ **ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ اذ انتم جاھلون قالوا ائنک لانت یوسف قال انا یوسف وھذا اخی** (تمہیں معلوم بھی ہے کہ جب لوگ جاہل ہو رہے تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اس پر وہ لوگ چونک پڑے اور کہا ارے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۸۹ / ۹۰

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس مضمون کی بہت سی روایات کتاب الغیبۃ میں پیش کر دی ہیں)

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن جعفر۔ انہوں نے اپنے جد محمد بن علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ساتویں کی اولاد میں سے پانچواں مفقود الخبر ہو جائے (غیبت اختیار کرے) تو خدا کے لئے تم لوگ اپنے دین کی حفاظت کرنا تم میں سے کوئی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ اے فرزند اس صاحب امر کے لئے غیبت ضروری ہے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اس سے پلٹ جائیں گے جو یہ کہا کرتے ہوں گے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے اس نے اپنے بندوں کا امتحان لیا ہے اور تمہارے آباء و اجداد کے علم میں کوئی اور دین جو اس سے زیادہ صحیح اور بہتر ہوتا تو وہ اسی کی پیروی کرتے۔ میں نے عرض کیا مولا و آقا یہ بتائیں کہ ساتویں کی اولاد میں پانچواں کون ہے؟ آپ نے فرمایا اے فرزند تمہاری عقلیں چھوٹی ہیں یہ اس میں نہیں سما سکتی تمہاری سمجھ اتنی تنگ ہے کہ اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر تم لوگ زندہ رہے تو ضرور اس کو پا جاؤ گے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد علوی نے روایت کرتے ہوئے ابی ہاشم جعفری سے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن عسکری علیہ السلام یعنی (امام علی النقی علیہ السلام) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن میرا جانشین ہوگا اور اس جانشین کے بعد اس کا جانشین آئے گا تو تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کیا

آپ پر قربان کیوں کیا بات ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا (وہ پردہ غیبت میں رہے گا) اس کو تم لوگ نہ دیکھ سکو گے اور نہ اس کا نام لینا تم لوگوں کے لئے جائز و حلال ہو گا۔ میں نے عرض کیا پھر اس کو کیا کہیں گے؟ فرمایا تم لوگ یہ کہنا (**الحجته من آل محمد صلوات الله و سلامه علیه**)

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے تیسرے فرزند کے عہد میں شیعہ چراگاہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور انہیں چراگاہ نہیں ملتی میں نے عرض کیا فرزند رسول ایسا کیوں ہو گا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کا امام ان سے غائب ہو گا۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب وہ تلوار لے کر اٹھیں تو ان کی گردن پر کسی کی حکومت کا جوا نہ رہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن مسعود اور حیدر بن محمد سمرقندی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبرئیل بن احمد نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد صیرفی نے روایت کرتے ہوئے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہم لوگوں میں سے جو امام قائم ہو گا اس کے لئے غیبت ہے اور یہ غیبت بہت طویل ہو گی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی طے کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں جو غیبت کا دستور جاری تھا وہی دستور ان میں بھی جاری کرے اور اے سدیر یہ لابدی اور لازمی ہے کہ تمام انبیاء نے جس جس مدت کے لئے غیبت اختیار کی ان کی مجموعی مدت تک یہ بھی غیبت میں رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لتركبن طبقا عن طبق** (ضرور تم ایک سے دوسری پر سوار ہو گے) سورۃ انشقاق۔ آیت نمبر ۱۹

(۸) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قیتبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبداللہ بن جعفر مدائینی نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اس صاحب الامر کے لئے غیبت لابد اور ضروری ہے جس میں ہر باطل پرست کو شک ہو گا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ کیوں؟ فرمایا اس کی ایک وجہ ہے کہ جس کے بتانے کی ہم لوگوں کو اجازت نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر اس غیبت میں اللہ کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا اس کی غیبت میں بھی وہی حکمت ہے جو باقی انبیاء کی غیبت میں حکمت تھی۔ اور ان انبیاء کی غیبت کی حکمت ان کے ظہور کے بعد منکشف ہوئی جیسا کہ حضرت خضر کا کشتی میں سوراخ کرنا، ایک بچے کو قتل کرنا، گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دینا۔ ان سب کی حکمت حضرت موسیٰ پر اس وقت منکشف کی گئی جب ان دونوں میں جدائی ہونے لگی۔ اے فضل یہ اللہ کے معاملوں میں سے ایک معاملہ ہے۔ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ کے غیب میں سے ایک غیب ہے۔ اور جب لوگوں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو اس کا بھی یقین کر لیا کہ اس کے تمام افعال سراسر حکمت ہیں اگرچہ اس کی وجہ ہم لوگوں پر منکشف نہیں ہوئی ہے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد قیتبہ نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن حسین سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے علی بن رباب سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ امام قائم کے لئے ظہور سے پہلے غیبت ہو گی۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا وہ ڈریں گے اس سے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا یعنی قتل سے۔

(مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ) میں نے اس سلسلہ کی روایات اپنی کتاب "کمال الدین و تمام النعمۃ میں اثبات غیبت و کشف حیرۃ" میں جمع کر دی ہیں۔

باب (۱۸۰) اللہ تعالیٰ کا گنہگاروں پر عذاب نہ نازل کرنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون الفامی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی آبادی کو دیکھتا ہے کہ اس کے باشندے حد سے زیادہ گناہ کر رہے ہیں مگر ان میں تین نفر مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر کہتا ہے اے معصیت کارو اگر تم میں یہ مومنین نہ ہوتے جو میرے جلال سے ڈرتے ہیں میری زمین کو اپنی نمازوں اور سجدوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور میرے خوف سے وقت کو استغفار کرتے ہیں تو میں کوئی پرواہ نہ کرتا اور تم لوگوں پر عذاب نازل کر دیتا۔

باب (۱۸۱) گرمی اور سردی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو ہیثم عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن یزید صائغ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سفیان نے روایت کرتے ہوئے زہری سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی شدید پڑے تو جلدی کرو نماز میں اس لئے کہ یہ گرمی جہنم کی ایک لپٹ ہے اور جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی اس لئے کہ اس کو صرف دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت ہے ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس جاڑے میں اور تم لوگ جو یہ گرمی محسوس کرتے ہو یہ اس کی سانس کی لپٹ ہے اور یہ سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو یہ اس کے ٹھنڈی سانس کی وجہ سے ہے۔

باب (۱۸۲) شرائع اور اصول اسلام کے اسباب و علل

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مہزیار نے روایت کرتے ہوئے اپنے بھائی علی سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابراہیم بن عمر سے وہ اس روایت کو انہی اسناد کے ساتھ اوپر پہنچایا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تک کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے افضل چیز جس کو وسیلہ بنانے والے اپنا وسیلہ بنائیں وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد ہے اور کلمہ اخلاص ہے کیونکہ یہی فطرت ہے اور پوری نماز ہے کیونکہ یہی ملت ہے اور زکوۃ ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض میں سے ہے اور ماہ رمضان کے روزے ہیں اس لئے کہ یہ عذاب الہی کے لئے سپر ہے اور حج بیت اللہ ہے کیونکہ یہ فقر کو دور کر دینے والا ہے اور گناہوں کو برطرف کرنے والا ہے اور صلہ رحم (رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک) اس لئے کہ اس سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور اجل کو دور رکھتا ہے۔ اور در پردہ صدقہ اس لئے کہ یہ خطاؤں کو بجھا دیتا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی اس لئے کہ یہ بری طرح کی موت کو دور رکھتی ہے اور ذلت و اہانت سے بچاتی ہے اے لوگو صدقہ دو اس لئے کہ اللہ صدقہ دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جھوٹ سے پرہیز کرو اس لئے کہ جھوٹ ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔ آگاہ رہو کہ سچ بولنے والا نجات اور بزرگی کے کنارے پر

استادہ ہے۔ آگاہ رہو جھوٹ بولنے والے رسوائی و ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آگاہ رہو کہ تم لوگ بھلی بات کہو اسی سے پہچانے جاؤ گے اور اس کو جانو پھر تم اہل خیر میں سے ہو جاؤ گے۔ لوگوں کی رکھی ہوئی امانتوں کو ادا کرو۔ صلہ رحم کرو اس کے ساتھ بھی جو تمہارے ساتھ قطع رحم کرے۔ اور جو تم سے سوال کرے اس کو رد بارہ دے دو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ برقی سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے احمد بن محمد بن جابر سے انہوں نے زینبؑ بنت علیؑ سے اور انہوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا تم لوگوں کے بارے میں ایک عہد ہے جس کو اس نے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے اور یہ ایک سدا باقی رہنے والی چیز ہے جس کو اس نے تم لوگوں پر حاکم بنایا ہے وہ کتاب خدا ہے جس کی بصیرتیں واضح ہیں جس کے اسرار منکشف ہونے والے ہیں اور اس کے براہین بظاہر صاف و روشن ہیں۔ مخلوق کے لئے اس کی سماعت دائمی ہے اس کی اتباع رضائے الٰہی تک پہنچانے والی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چلنا نجات کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی حجتیں بالکل روشن اور صاف ہیں اس کے محارم ہمیشہ محارم رہیں گے اس کا ہر جملہ کافی ہے۔ اس میں عطا کردہ رخصت ہے اور لازمی واجبی احکامات بھی ہیں۔ اس کی آیات بینات واضح اور جلی ہیں۔ پس شرک سے پاک کرنے کے لئے ایمان اور تکبر سے منزہ رکھنے کے لئے نماز اور رزق میں زیادتی کے لئے زکوٰۃ اور خلوص نیت کو ثابت کرنے کے لئے روزہ اور دین چمکانے کے لئے حج اور دلوں کی تسکین کے لئے عدل اور ملت کو منظم کرنے کے لئے اطاعت اور فرقہ بندی سے بچانے کے لئے امامت اور اسلام کی عزت کے لئے جہاد، مستوجب اجر کے لئے صبر، عوام کی اصلاح کے لئے نیکی کا حکم، خدا کی ناراضگی سے بچنے کے لئے والدین کے ساتھ نیک سلوک، تعداد میں اضافے کے لئے اعزا و اقارب سے میل ملاپ، خونریزی سے بچنے کے لئے قصاص، مغفرت کے حصول کے لئے نذر کو پورا کرنا، نقصان اور گھاٹے سے بچنے کے لئے پورا پورا ناپ تول، لعنت سے بچنے کے لئے شوہردار عورتوں پر تہمت سے اجتناب، عفت اور نیک کردار پیدا کرنے کے لئے سرقہ اور چوری کے مال سے دور رہنا، ظلم سے بچنے کے لئے یتیموں کا مال نہ کھانا۔ رعایا کے دل میں انس و محبت پیدا کرنے کے لئے عدل کے ساتھ فیصلہ یہ تمام امور واجب اور فرض کر دیئے گئے ہیں اور ربوبیت میں اخلاص کے لئے اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جن امور کے کرنے کا حکم اللہ نے دیا اور جس کے نہ کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے تم لوگ اس میں اللہ سے ڈرو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسلم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد الجلیل باقلانی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن موسیٰ خشاب انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ عبد اللہ بن محمد علوی نے انہوں نے اپنے خاندان کے متعدد افراد سے اور انہوں نے حضرت زینب بنت علی سے اور انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

(۴) علی بن حاتم نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ کہا مجھ سے محمد بن ابی عمیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمارہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم مصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن یحییٰ ناشب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن موسیٰ عبسی نے روایت کرتے ہوئے عبد اللہ بن موسیٰ عمری سے انہوں نے حفص احمر سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ بنت علیؑ سے انہوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے اسی کے مثل روایت کی ہے بلکہ بعض بعض فقرات اس میں زیادہ بھی ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی عبدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن ابراہیم ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن ابراہیم دیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد الرزاق ابن ہمام نے روایت کرتے ہوئے معمر سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل آئے انہوں نے کہا اے محمدؐ اسلام دس حصوں پر مشتمل ہے وہ شخص بالکل ناکامیاب ہے جس کے لئے اس میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ سب سے پہلا گواہی دینا اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور یہی کلمہ ہے، دوسرے نماز اور یہی طہارت ہے

تیسرے زکوٰۃ اور یہی فطرہ ہے، چوتھے روزہ اور یہ سپر ہے، پانچویں حج اور یہ شریعت ہے، چھٹے جہاد اور یہی عزت ہے، ساتویں امر بالمعروف اور یہ وفا ہے، آٹھویں نہی عن المنکر اور یہ اتمام حجت ہے، نویں جماعت اور یہی الفت ہے، دسویں اطاعت اور یہی گناہوں سے بچنا ہے۔ میرے دوست جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اس دین کی مثال ایک درخت کی سی ہے جو سیدھا کھڑا ہے۔ ایمان اس کی جڑ ہے، نماز اس کے رگ و ریشے ہیں، زکوٰۃ اس کا پانی ہے، روزہ اس کی شاخیں ہیں، حسن خلق اس کے پتے ہیں، اور حرام باتوں سے پرہیز اس کا پھل ہے اور بغیر پھل کے درخت مکمل نہیں ہوتا اسی طرح حرام باتوں سے بغیر بچے ہوئے ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(۶) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علی بن محمد سے انہوں نے اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری سے اس کا بیان ہے کہ عالم علیہ السلام یعنی حضرت حسن بن علی علیہ السلام نے مجھے اپنے خط میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرائض جو تم لوگوں پر عائد کئے ہیں تو خود اس کو ان کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی اور اس کا تم لوگوں پر احسان ہے اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے یہ تو صرف اس لئے یہ عائد کئے ہیں کہ اس سے خبیث اور طیب کو جدا جدا کر لے اور ٹٹول لے کہ تم لوگوں کے سینوں میں کیا ہے اور تم لوگوں کے دلوں میں کیا چیز ہے اور اس لئے کہ تم لوگ اللہ کی رحمت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور اس کی جنت میں اپنے اپنے درجات کو بلند کرو۔ اس لئے اس نے حج و عمرہ، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا اور ولایت کو تم لوگوں پر فرض کیا اور تم لوگوں کے لئے یہ ایک ایسا دروازہ بنا دیا جس کے ذریعے تم لوگ اپنے فرائض کے دروازے کھول لو اور اسے اللہ کے راستے کی کنجی سمجھو کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد میں سے اوصیاء نہ ہوتے تو تم لوگ جانوروں کی مانند حیران رہتے اور فرائض میں سے کسی فرض کو نہ پہچان سکتے۔ اور کیا تم کسی شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتے ہو؟ پس تمہارے نبی کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اولیاء مقرر کئے تو فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (آج کے دن میں نے لوگوں کے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم لوگوں پر تمام کر دی اور تم لوگوں کے لئے دین اسلام پر راضی و خوش ہوں) سورۃ المائدہ۔ آیت نمبر ۳ اور تم لوگوں پر اپنے اولیاء کے لئے کچھ حقوق مقرر کئے اور تم لوگوں کو ان حقوق کے ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ تمہاری صلب سے تمہاری ازواج کے بطن سے جو بچے پیدا ہوں وہ اور تمہارے اموال تمہارے اکل و شرب تمہارے لئے جائز و حلال ہوں اور تمہیں پتہ چل جائے کہ اسی سے برکت ترقی و ثروت و دولت ہے اور اللہ تعالیٰ بھی یہ جان لے کہ تم میں سے اس کے حکم کی تعمیل کون کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** (اے رسول امت سے کہہ دو کہ میں اس رسالت پر تم لوگوں سے اور کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم لوگ میرے قرابتداروں سے مودت رکھو) سورۃ شوریٰ۔ آیت نمبر ۲۳ اور تم لوگ یہ بھی سمجھ لو کہ جو اس میں بخل کرے گا وہ اپنے ہی حق میں بخل کرے گا اللہ بے نیاز ہے، غنی ہے وہ تم لوگوں کا محتاج نہیں بلکہ تم ہی لوگ اللہ کے محتاج ہو۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے۔ اور اب اس کے بعد تم لوگ جو چاہو عمل کرو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول عنقریب تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور جب تم لوگ عالم غیب و شہود کی طرف واپس کئے جاؤ گے تو جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے اس پر تم لوگوں کی خبر لی جائے گی۔ اور عاقبت متقیوں کے لئے اور ہر طرح کی حمد اسی اللہ کے لئے سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے اور انہوں نے یحییٰ بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے صباح مدائنی سے انہوں نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی ایسے نبی کو مبعوث نہیں کیا جو اللہ کی معرفت کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اس کے ساتھ امر و نہی میں اس کی اطاعت کی دعوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فرائض پر ان کے حدود کے ساتھ عمل کو اس وقت قبول کرے گا جب اس کے ساتھ اس عمل پر دعوت دینے والے کی معرفت بھی ہو اور اس کی اطاعت بھی کرے، حرام کو ظاہراً

و باطناً حرام سمجھے، نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج و عمرہ بجالائے، اللہ تعالیٰ کی تمام حرمتوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے اس کو اہمیت دے اس میں کسی کو بھی نہ چھوڑے تمام نیکی کے کام کرے، بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرے، بد اخلاقی سے پرہیز کرے۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر نبی کی معرفت کے حرام و حلال پر عمل کر رہا ہے تو اس نے گویا اللہ کے حکم پر حرام و حلال پر عمل نہیں کیا۔ اور وہ اس ذات کی معرفت کے بغیر جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کی ہے اگر نماز پڑھے زکوٰۃ ادا کرے حج اور عمرہ کرے اور تمام اعمال بجالائے تو سمجھ لو کہ اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کیا یعنی نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ زکوٰۃ دی، نہ حج کیا اور نہ عمرہ کیا، نہ غسل جنابت کیا، نہ پاک ہوا اور نہ اس نے اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حلال سمجھا، نہ اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھا۔ پھر نہ اس کی نماز ہوگی خواہ کتنے ہی رکوع و سجود کرے۔ نہ اس کی زکوٰۃ ہوگی۔ نہ اس کا حج ہوگا۔ یہ تو اس وقت ہوتا جب انسان کو اس ذات کی معرفت ہوتی جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور یہ کہا ہے جو کچھ لینا ہو جو کچھ پوچھنا ہو اس سے لو اور اس سے پوچھو۔ پس جو آدمی اس ذات کی معرفت رکھے گا اور احکام اس سے لے گا تو سمجھ لو کہ اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو آدمی یہ سمجھے کہ صرف معرفت کا حکم ہے اور یہ معرفت ہی اس کے لئے کافی ہے اطاعت کی ضرورت نہیں ہے تو گویا اس نے تکذیب کی اور اس نے شرک کیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے نبی و امام کی معرفت حاصل کر لو اس کے بعد عمل خیر کرو کیونکہ تمہارا کوئی عمل خیر بغیر معرفت قبول نہ ہوگا۔ جب تم یہ بات سمجھ گئے تو پھر تم کم یا زیادہ جتنی بھی اطاعت و عبادت کرو قبول ہوگی۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابی الحسن علی بن حسین برقی سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ ابن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے اور انہوں نے ان کے جد حضرت امام حسن ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے کہا کہ مجھے "**سبحان الله والحمد الله ولا اله الا الله والله اکبر**" کی تفسیر سے آگاہ کیجئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ بنی آدم اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کیا کیا جھوٹ اور افترا باندھیں گے تو اس نے کہا **سبحان الله** یعنی یہ لوگ جو کچھ اس کے متعلق کہتے ہیں وہ ان تمام باتوں سے بری اور پاک ہے اور **الحمد الله** تو اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم تھا کہ اس کے بندے اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہ کریں گے اس لئے اس نے اپنی ذات کی خود حمد کر لی اور **لا اله الا الله** یعنی اس کی وحدانیت کا اقرار ہے اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہ ہوگا یہ کلمہ تقویٰ ہے اس سے قیامت کے دن تولتے وقت اعمال میں وزن آئے گا اور **الله اکبر** یہ تمام کلمات میں سب سے اعلیٰ کلمہ ہے اور یہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں وہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ اکبر کہے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت اور مکرمت ہے یہ سب سے زیادہ معزز اور مکرم اسم ہے۔ یہودی نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا اب یہ بتائیں کہ اس کے کہنے والے کو جزا کیا ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا جب کوئی بندہ **سبحان الله** کہتا ہے تو عرش کے نیچے جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے کہنے والے کو اس کے دس گنا جزا عطا ہوتی ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ **الحمد الله** تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ آخرت کی نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اور یہ وہ کلمہ ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو یہی کہیں گے اور دنیا میں جو کچھ کہتے ہیں ان کی گفتگو اسی فقرہ پر ختم ہو جائے گی سوائے **الحمد الله** کہنے کے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **دعواهم فیها سبحانک اللهم وتحیتهم فیها سلام واخر دعواهم ان الحمد الله رب العالمین** (اور ان کا اس قول ہوگا کہ اے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے اور وہ لوگ باہم خیر صلاحی کے لئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور ان کا آخری قول یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۱۰ اور بندے کا **لا اله الا الله** کہنا **هل جزاء الاحسان الا الاحسان** یعنی کیا وہ شخص جو **لا اله الا الله** کہتا ہے اس کی جزا جنت کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔ یہودی نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔

(۹) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد فضل بن شاذان نیشاپوری نے کہ اگر ایک سائل سوال کرے کہ یہ بتایئے کہ کیا صاحب حکمت ذات کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بندے کو بلا علت و بلا سبب کسی کام کا حکم دے تو اس سے کہا جائے گا کہ نہیں اس لئے کہ وہ حکمت والا ہے وہ جاہل نہیں ہے بلا سبب کوئی حکم نہیں دے گا۔

○ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ پھر یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کیوں تکلیف دی؟ تو کہا جائے گا کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ پس اگر وہ پوچھے کہ وہ اسباب کیا ہیں؟ وہ معلوم و موجود ہیں یا غیر معلوم و غیر موجود ہیں؟ تو کہا جائے گا کہ وہ اپنے اہل کے نزدیک معلوم و موجود ہیں۔ اگر وہ کہے کہ کیا تم لوگ بھی ان کو جانتے ہو یا بالکل نہیں جانتے؟ تو کہا جائے گا کہ بعض کو ہم لوگ جانتے ہیں اور بعض کو ہم لوگ نہیں جانتے۔ پس اگر وہ پوچھے کہ سب سے پہلا فریضہ کیا ہے؟ تو کہا جائے گا پہلا فریضہ اللہ اور اس کے رسول کی حجت اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار ہے اب اگر پوچھنے والا پوچھے کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی حجت اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس کے اقرار کا کیوں حکم دیا؟ تو کہا جائے گا غالباً اس کی بہت سی وجوہات ہیں اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا اقرار نہیں کرتا وہ گناہوں سے اجتناب اور خصوصاً گناہان کبیرہ کے ارتکاب سے باز نہیں رہے گا نہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں دوسرے کی رعایت کرے گا بلکہ ظلم و فساد کے ذریعے اس سے لطف اندوز ہوگا۔ اور جب انسان ایسی باتیں کرے گا اور ہر شخص جو چاہے گا کرے گا اس میں دوسرے کا لحاظ نہیں کرے گا تو اس سے سارا انسانی معاشرہ تباہ ہو جائے گا لوگ ایک دوسرے پر جھپٹیں گے ان کے اموال اور ان کی عورتوں کو چھین لیں گے ناحق اور بے جرم و خطا ایک دوسرے کا خون بہائیں گے تو اس طرح دنیا تباہ ہو جائے گی لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جائیں گی۔

○ اور چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور وہ حکیم صاحب حکمت اسی وقت کہلائے گا جب فتنہ و فساد کو منع کرے اصلاح کا حکم دے۔ ظلم پر زجر و توبیخ کرے اور فواحش سے منع کرے اور فساد سے باز رہنا، امور کی اصلاح کرنا، اور فواحش سے اجتناب انسان کے لئے ممکن ہی نہیں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار نہ کرے۔ اس کی معرفت حاصل نہ کرے۔ جو نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہے اگر انسان بغیر اقرار باللہ اور بغیر کسی حکم دینے والے اور منع کرنے والے کی معرفت کے یونہی چھوڑ دیا جائے تو نہ اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ کوئی فساد سے باز رہ سکتا ہے اس لئے کہ نہ کوئی حکم دینے والا ہوگا نہ کوئی منع کرنے والا۔ علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ نگاہ خلق سے پوشیدہ ہو کر برے کام کیا کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کا اقرار اور در پردہ اس کا خوف نہ ہوگا تو کوئی ارتکاب جرائم اور معاصی سے اجتناب نہ کرے گا اس لئے کہ اس کے ذہن میں یہ ہوگا کہ نگاہ خلق سے تو پوشیدہ ہی ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اور اس طرح سارا معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا اس لئے مخلوق کی بقاو اصلاح ممکن ہی نہیں جب تک کہ وہ کسی ایسی ذات کا اقرار نہ کرے جو علیم بھی ہو، خبیر بھی ہو۔ وہ تمام پوشیدہ اور سربستہ رازوں سے واقف ہو۔ وہ برائیوں سے منع کرے اس سے کوئی امر چھپا ہوا نہ ہو اور اس طرح وہ برائیوں سے اجتناب کریں گے۔

○ اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ (اللہ تعالیٰ کا اقرار تو تسلیم مگر) رسولوں کی معرفت ان کا اقرار اور ان پر یقین اور ان کی اطاعت کیوں واجب ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ مخلوق اپنے نقص و ضعف و عجز کی وجہ سے اللہ سے ملاقات نہیں کر سکتا تاکہ براہ راست اس سے گفتگو کرے اس کا حکم اور اس کی مرضی معلوم کر سکے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا اور منزہ ہے کہ وہ خود آکر مخلوق کو حکم دے اور اپنی مرضی بتائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان لازمی ہے کہ کوئی رسول اور پیغامبر ہو۔ اور معصوم ہو جو اس کی طرف سے اس کے امر و نواہی کو مخلوق تک پہنچائے اور انہیں یہ بتائے کہ کیا چیز ان کے لئے مفید ہے اور کیا ان کے لئے مضر ہے کیونکہ بندہ خلقی طور پر تو اپنے نفع و نقصان کو نہیں سمجھتا لہٰذا بندوں کے لئے اس رسول کی معرفت اور اس کی اطاعت لازم و واجب ہے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو رسول کے آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کا بھیجا جانا فعل عبث ہوگا اور اس صاحب حکمت ذات کا یہ فعل عبث ہرگز نہیں جو سنتا ہے جس نے ہر کام مستحکم اور بے عیب کیا۔

○ اور اب اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کیوں بنائے ہیں اور ان کی اطاعت کا کیوں حکم دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ جب بندے اپنے حدود و عمل سے واقف ہوگئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان حدود سے آگے نہ بڑھیں اس لئے کہ حد سے تجاوز کرنے میں خرابی ہے تو اب اگر وہ اپنی حد پر قائم نہیں رہ سکتے تو لازم ہے کہ ان میں سے کوئی ان حدود کا امین ہو اور وہ بتاتا رہے کہ کس وقت کیا فعل ان کے لئے مباح ہے اور کس حد تک مباح ہے اور اگر انہیں حد سے تجاوز کرتے دیکھے تو انہیں منع کرے اگر ایسا نہ ہوگا تو ہر شخص اپنی لذت اور منفعت کو ترک کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا خواہ اس میں کسی غیر کا نقصان ہی کیوں نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ بندوں پر اولی الامر اور قیم متعین کئے تاکہ انہیں فتنہ و فساد سے منع کرے اور ان پر حدود احکام جاری کرے نیز ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی فرقہ کوئی قوم اور کوئی ملت بغیر قیم اور سردار کے باقی اور زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے کہ خواہ دینی امور ہوں یا دنیاوی امور انہیں ایک قیم و سردار کی لازمی ضرورت ہے تو پھر ایک صاحب حکمت اور ذات حکیم یہ کیسے کر سکتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو بغیر اس کے چھوڑ دے جو اس کے لئے لابدی اور ضروری ہے اور جس کے بغیر وہ باقی اور زندہ نہیں رہ سکتے تاکہ وہ اپنے سردار کے ساتھ مل کر اپنے دشمنوں سے جنگ کریں اور وہ انہیں مال غنیمت تقسیم کرے ان کی جمعیت و جماعت کو قائم رکھے اور ظالم کو مظلوم پر ظلم کرنے سے باز رکھے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کوئی امام، کوئی قیم، کوئی محافظ اور کوئی مدار المہام نہ بنائے گا تو پھر ملت ختم ہو جائے گی دین مٹ جائے گا سنتیں اور احکامات تبدیل ہو جائیں گے بدعتی لوگ اس میں اضافہ کر دیں گے اور ملحد اس میں کمی کر دیں گے اور نتیجہ میں مسلمانوں پر ان کے دینی احکامات مشتبہ ہو جائیں گے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بندوں میں نقائص ہیں احتیاج ہے پھر ان میں آپس کا اختلاف ہے ان کی خواہشات مختلف ہیں ان کے حالات مختلف ہیں ایسی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی ایسا قیم و سردار مقرر نہ کرے گا جو رسول کے لائے ہوئے پیغام کی حفاظت کرے تو یہ لوگ اسے تباہ و برباد کر دیں گے جیسا کہ میں نے عرض کیا شریعت اور سنتیں اور احکامات اور ایمان بدل جائیں گے اور اس میں تمام بندوں کی تباہی و بربادی ہے۔

○ اب اگر کوئی پوچھے کہ روئے زمین پر ایک وقت میں دو امام یا اس سے زیادہ کیوں نہیں ہو سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بھی کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب تو یہ کہ اگر امام ایک ہے تو اس کے فعل اور تدبیر و انتظام میں کوئی اختلاف نہ ہوگا اور اگر دو ہیں تو ان کے افعال و تدابیر و انتظامات میں کبھی اتفاق نہیں ہوگا اس لئے کہ ہم نے دنیا میں جب بھی دو شخصوں کو دیکھا تو یہی پایا کہ ان دونوں کی سوچ اور ارادے مختلف ہیں۔ پھر اگر دنیا میں بیک وقت دو امام ہوتے اور دونوں کی سوچ اور دونوں کے ارادے مختلف ہوتے اور دونوں واجب الاطاعت ہوتے اور دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر وجہ ترجیح بھی نہیں تو اس سے بندوں میں اختلاف، جھگڑا اور فساد بڑھے گا۔ پھر اگر کسی بندے نے ایک امام کی اطاعت کر لی تو وہ دوسرے امام کا نافرمان ہوگا اور یہ نافرمانی اور یہ عصیان سارے روئے زمین پر عام ہو جائے گی اور دنیا میں کسی کے لئے ایمان و اطاعت کا راستہ نہ رہ جائے گا اور یہ اس خالق کی طرف سے ہوگا جس نے دو امام بیک وقت مقرر کرکے اور ان دونوں کی اطاعت کا حکم دے کر اختلاف اور جھگڑے کا راستہ کھول دیا ہے۔

نیز اگر دو امام ہوتے تو دونوں میں سے ہر ایک کو یہ حق ہوگا کہ دوسرا امام جس کی طرف دعوت دے رہا ہے اس کے خلاف دعوت دے دوسرا جو حکم دے رہا ہے وہ اس کے خلاف حکم دے اور امام، امام دونوں برابر کسی کو کسی پر ترجیح نہیں کہ دوسرے کو چھوڑ کر اس کا حکم مانا جائے اس طرح تمام حقوق و احکام اور حدود سب کے سب باطل ہو جائیں گے۔

نیز یہ کہ اگر دو امام ہوں گے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے مقابلے میں مقدمات پر نظر کرنے، فیصلہ کرنے اور امر و نہی کرنے کے لئے اولیٰ اور زیادہ حقدار نہ ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو پھر ان دونوں پر واجب ہوگا کہ اپنی اپنی جگہ ابتداءً کلام کرے اور اگر ایک ہی

معیار کی لیاقت ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو حق نہیں کہ دوسرے پر سبقت بہ کلام کرے کسی معاملہ میں بھی ہو۔ اور اگر ایک کے لئے جائز ہے کہ وہ سکوت کرے تو دوسرے کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ سکوت کرے اور جب دونوں کے لئے سکوت جائز ہے تو اس طرح تمام حقوق و احکام و حد و ادب باطل ہو جائیں گے اور لوگ ایسے ہو جائیں گے جیسے ان کا کوئی امام ہی نہیں ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ رسول کی قوم اور اس کے خاندان کے علاوہ اگر کوئی دوسرے خاندان کا امام ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بھی چند اسباب و وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام کی اطاعت (اللہ کی طرف سے) فرض ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کی کوئی دلیل ہو جس سے وہ شناخت کیا جا سکے اور وہ دوسروں پر ممتاز ہو اور وہ صرف رسول کی قرابتداری ہے اور اس کے لئے رسول نے وصیت کر دی ہے تاکہ وہ اس وصیت و قرابت سے پہچانا جا سکے اور لوگ اس کی ذات تک پہنچ سکیں دھوکہ نہ کھا سکیں۔

دوسری وجہ کہ اگر یہ جائز سمجھ لیا جائے کہ رسول کے قرابتدار کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے قرابتدار کا امام ہونا جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ رسول پر غیر رسول کو فضیلت دے رہے ہیں اس لئے کہ اولاد رسول کو رسول کے دشمنوں کی اولاد کا تابع بنا رہے ہیں جیسے ابو جہل اور ابو معیط وغیرہ کی اولاد کہ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو گویا امامت کا ان کی طرف منتقل ہونا جائز ہوگا اور پھر رسول کی اولاد تابع بن جائے اور دشمنان رسول کی اولاد متبوع بن جائے۔ حالانکہ رسولؐ دوسرے کے مقابلے میں اس فضیلت کے زیادہ حقدار ہیں (کہ ان کی اولاد امام ہو)

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بندوں نے رسول کی رسالت کا اقرار کر لیا اور ان کی اطاعت پر تیار ہو گئے تو ان کی اولاد اور ان کی ذریت کی اطاعت سے کسی کو عذر نہ ہوگا نہ ان کی اطاعت بندوں کے دلوں پر بار ہوگی۔ اور اگر رسول کے علاوہ کسی غیر کی اولاد و ذریت امام بنے گی تو ہر ایک کے دل میں یہ بات ہوگی کہ ہم امامت کے زیادہ حقدار تھے اس کی وجہ سے ان میں کینہ و حسد پیدا ہوگا اور وہ جو امام بن گیا ہے اس کی اطاعت کی طرف ان کا دل مائل نہ ہوگا۔ اور یہ اختلاف و نفاق و فساد کا سبب بنے گا۔

○ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے واحد اور ایک ہونے کا اقرار بندوں پر کیوں واجب ہے تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بھی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ کہ اگر یہ واجب نہ ہو تو پھر ان کے لئے یہ جائز ہوگا کہ دو یا دو سے زائد مدبر عالم کا اعتقاد رکھیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان اپنے اصل خالق تک نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ ہر انسان کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی دوسرے خالق کی عبادت کر رہے ہیں اور ہم اپنے خالق کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور ان کو پتہ نہیں چل سکے گا کہ ان کا خالق اور ان کا بنانے والا درحقیقت ان میں سے کون ہے [illegible] یہ حکم دینے والا یا منع کرنے والا کون ہے یہ اس کے خالق کا حکم ہے یا کسی غیر کے خالق کا

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ دو اللہ ہیں اور الوہیت میں دونوں برابر کے شریک ہیں تو یہ جائز نہ ہوگا کہ عبادت میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے اور اس کو عبادت کے لئے دوسرے سے اولیٰ سمجھا جائے۔ اور اگر یہ جائز ہوگا کہ اس شریک کی عبادت کی جائے تو یہ بھی جائز ہوگا کہ اصل اللہ کی اطاعت نہ کی جائے۔ اور اللہ کی اطاعت نہ کرنا کفر ہوگا۔ اور اس کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں سے انکار اور ہر باطل کا اقرار اور ہر حق کا ترک ہر حرام کو حلال کرنا ہر حلال کو حرام کرنا ہر معصیت میں داخل ہونا ہر اطاعت سے خارج ہونا ہر فساد کو مباح سمجھنا اور ہر حق کو باطل سمجھنا لازم آئے گا۔

○ اور اگر بالفرض یہ جائز ہو کہ اللہ ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے تو پھر ابلیس کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ دعویٰ کرے کہ وہ دوسرا خدا ہے ہوں اور وہ ہر حکم میں اللہ کی مخالفت کرے اور بندوں کو خدا کی طرف سے پھیر کر اپنی طرف مائل کرے۔ ایسی صورت میں یہ سب سے بڑا کفر اور شدید ترین نفاق ہوگا۔

بڑھی ہوئی ہوتی ہے لوگوں کو عام طور پر اپنے کام کاج کے لئے جانے کی جلدی ہوتی ہے اور چونکہ رات میں دین کے معاملات کم ہوتے اس لئے صبح کو انسان کا دماغ فکروں سے خالی رہتا ہے اور وہ نماز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے بہ نسبت اور اوقات کی نمازوں کے کیونکہ رات کو کوئی کام نہیں رہتا اس لئے فکر بھی کم ہوتی ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کیا جائے کہ نماز کا افتتاح سات تکبیروں سے کیوں قرار دیا گیا؟ تو اس کا جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اصل میں تو ایک ایسی ہی تکبیر فرض اور بقیہ سنت ہے اور اس لئے کہ نماز میں تکبیری تو اصل ہے اور وہ سات تکبیریں ہیں تکبیر افتتاح، تکبیر رکوع اور سجود کی دو تکبیریں پھر رکوع کی ایک تکبیر اور سجود کی دو تکبیریں پس جب انسان نے نماز کی ابتداء میں سات تکبیریں کہہ لیں تو وہ گویا تمام مقامات تکبیر حاوی ہو گیا اب اگر کہیں تکبیر کہنا بھول گیا یا اس نے ترک کر دیا تو اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نماز کی ابتداء میں سات مرتبہ تکبیر کہہ لے تو پھر افتتاح کی ایک تکبیر بھی اس کے لئے کافی ہے اور اگر وہ ایک تکبیر بھی نہ کہے تو وہ (پہلے سات کہی ہوئی تکبیریں اس کے لئے) کافی ہیں اور اس سے مراد آپ کی یہ ہے کہ اگر وہ تکبیر کہنا سہو کر جائے یا بھول جائے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فضل (راوی) سے یہ غلطی ہو گئی اس لئے کہ تکبیر افتتاح فرض ہے اور باقی سب سنت واجبہ ہیں۔

○ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک رکعت میں دو سجدے کیوں قرار دیئے گئے؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اس لئے کہ رکوع قیام کے عمل میں سے ہے اور سجود قعود کے عمل میں سے ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نصف شمار ہوتی ہے اس لئے سجود دو کر دئے تاکہ وہ ایک رکوع کے برابر ہو جائے اور نماز رکوع اور سجود ہی کا تو نام ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ دو رکعتوں کے بعد تشہد کیوں قرار دیا گیا؟ تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ جس طرح رکوع سجود سے پہلے اذان و دعا اور قرأت قران ہے اور اسی طرح رکوع و سجود کے بعد تشہد تحمید اور دعا ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ نماز کے اختتام کے لئے سلام کیوں ہے اس کے بدلے تکبیر یا تسبیح یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ نماز میں داخل ہوتے ہی مخلوق سے گفتگو حرام ہے صرف خالق کی طرف توجہ مرکوز ہوتی ہے اور نماز ختم ہوتے ہی مخلوق سے گفتگو حلال ہوگی اور بندہ کی توجہ خالق سے مخلوق کی طرف منتقل ہوگی اور مخلوق سے گفتگو کی ابتداء کی جائے تو پہلے سلام سے شروع ہو۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ ابتداء کی دو رکعتوں میں قرآن کے سوروں کی قرأت اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ کیوں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا تاکہ فرق رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فرض ہے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ باجماعت نماز کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے تاکہ اللہ کے لئے اخلاص اس کی توحید و اسلام اور عبادت ظاہر بظاہر ہو ڈھکی چھپی چیز نہ ہو بلکہ ایسی ہو کہ لوگوں کو نظر آئے۔ کیونکہ اس کے اظہار سے تمام اہل مشرق و مغرب پر خدائے وحدہ لاشریک کی طرف سے حجت تمام ہوگی اور اس لئے کہ منافق اور اسلامی احکام کو بے وقعت اور خفیف جاننے والوں کو بھی ظاہر اسلام کے قریب لایا جائے۔ نیز اس لئے کہ لوگوں کے لئے ایک دوسرے کے اسلام کی گواہی دینا جائز اور ممکن ہو جائے اور اس کے علاوہ جماعت اور بھی فوائد ہیں لوگوں میں نیکی اور پرہیزگاری آتی ہے اور انسان بہت سے گناہوں سے بچتا ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ بعض نمازوں کو بلند آواز سے اور بعض کو خفیف آواز سے پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا کہ جن نمازوں کو بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ نمازیں وہ ہیں جو اندھیرے اوقات میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے حکم دیا گیا کہ ان کو بلند آواز سے پڑھو تاکہ ادھر سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں جماعت ہو رہی ہے اگر وہ نماز پڑھنا چاہے تو نماز پڑھ لے اس لئے کہ اگر وہ اندھیرے

میں جماعت کو نہیں دیکھتا تو آواز سن کر اس کو علم ہو جائے اور وہ دو نمازیں جن کو خفیف آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہ روز روشن میں پڑھی جاتی ہیں اس کا مشاہدہ سے اس کو علم ہو جاتا ہے اسے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

○ اور اگر کوئی شخص سوال کرے کہ ان نمازوں کو ان اوقات میں کیوں رکھا گیا اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اوقات تمام روئے زمین پر بسنے والوں کو معلوم ہیں اور مشہور ہیں یہ چار اوقات تو ہر جاہل اور عالم بھی جانتا ہے چنانچہ غروب آفتاب مشہور و معروف ہے پس اس وقت مغرب کی نماز رکھ دی گئی اور شفق کی سرخی کا زائل ہونا مشہور ہے اس لئے اس میں عشاء کی نماز رکھ دی گئی۔ اور طلوع فجر مشہور ہے اس لئے اس میں فجر کی نماز رکھ دی گئی اور زوال آفتاب اور سایہ کا ڈھلنا مشہور ہے اس لئے اس میں ظہر کی نماز رکھ دی گئی اور عصر کے لئے کوئی وقت معلوم اور مشہور نہیں ہے جس طرح یہ چاروں وقت مشہور ہیں اس لئے اس کے وقت میں وسعت دے دی گئی کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز کے وقت سے لے کر اس وقت تک جب کہ ہر شے کا سایہ اپنے سے چار گنا ہو جائے۔

علاوہ بریں ایک دوسرا سبب بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگ اپنے ہر کام کو اس کی اطاعت و عبادت سے شروع کریں چنانچہ دن کی ابتداء اس کی عبادت سے کریں پھر دنیاوی امور میں جس کام کے لئے چاہیں پھیل جائیں اس لئے فجر کی نماز ان پر واجب کر دی۔ اور جب نصف النہار ہو تو یہ وقت وہ ہے جس میں انسان اپنے تمام مشاغل روک دیتا ہے اس میں انسان اپنے کپڑے اتار دیتا ہے آرام کرتا ہے اور اپنے کھانے پینے اور قیلولہ میں مصروف ہوتا ہے اس لئے حکم دیا کہ اس کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کرو چنانچہ ظہر کی نماز واجب کر دی اور جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوں تو پھر کھانا پینا اور آرام وغیرہ جو چاہیں کریں اور جب آرام سے فارغ ہوں اور اپنے کاموں پر پھر جانے لگیں تو حکم ہوا نماز عصر پڑھ لیں اس کے بعد اپنے اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہیں چلے جائیں یعنی اس کی ابتداء بھی عبادت سے کریں اور جب رات آ جائے اپنے کاموں سے گھر واپس ہوں تو اس کی ابتداء بھی عبادت سے کریں پھر جو چاہیں کریں چنانچہ اس وقت نماز مغرب کا حکم دیا۔ اس کے بعد اپنے رات کے مشاغل سے فرصت پائیں اور سونے کا وقت آئے تو اللہ نے چاہا کہ اس کی ابتداء بھی اس کی عبادت سے اور اس کی اطاعت سے ہو چنانچہ نماز عشاء واجب کر دی کہ اب اس کے بعد جو چاہیں کریں۔ اس طرح انسان کا ہر عمل اللہ کی عبادت و اطاعت سے شروع ہو جب ایسا کریں گے تو پھر اللہ کو نہ بھولیں گے اس کی یاد سے غافل نہ ہوں گے ان کے دل سخت نہ ہوں گے اور اللہ کی طرف ان کی رغبت کم نہ ہوگی۔

○ پس اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب نماز عصر کا کوئی وقت دیگر نمازوں کے اوقات کے مانند مشہور و معروف نہیں ہے تو پھر اسے ظہر مغرب کے درمیان ہی کیوں رکھا۔ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان یا نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان کیوں نہیں رکھا؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ اس وقت سے زیادہ ہلکا آسان و مناسب کوئی اور وقت تمام انسانوں کے لئے مناسب نہیں ہے جس میں قوی اور ضعیف سب کے لئے اس نماز کا ادا کرنا آسان ہو اس لئے کہ فجر سے ظہر تک لوگ اپنے کاموں میں، تجارتوں میں اور لہو حوائج کے لئے جاتے ہیں اور بازاروں کے اندر رہنے میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگ اپنے طلب معاش اور دنیا کے کاموں میں مشغول رہیں پھر ہر شخص تو راتوں کو نہیں جاگ سکتا اور نہ اس کے لئے وقت پر جاگ کر نماز پڑھ سکتا ہے اگر یہ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان واجب ہوتی تو ان کے لئے ممکن نہ تھا اس لئے اس نماز کو سخت وقت میں نہیں بلکہ ایک آسان وقت میں رکھ دیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے **يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر** (اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ تکبیر میں دونوں ہاتھ کیوں بلند کئے جاتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا یہ دعا مانگنے، دنیا سے ہاتھ اٹھانے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کی ایک شکل ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا کہ اس کے ذکر کے وقت عاجزی و انکساری کے ساتھ اس کی طرف لو لگائے رہے اور دعا مانگے نیز یہ کہ دونوں ہاتھ بلند کرتے وقت بندہ نیت نماز کرتا ہے اور جس کا قصد کر

ہے اور جو کچھ کہتا ہے اس کی طرف اپنے قلب کو رجوع کرتا ہے کیونکہ ذکر میں اصل فرض افتتاح ہے اور ہر سنت فرض کی طرف مائل کرتی ہے تو جب افتتاح میں جو کہ فرض ہے اس میں ہاتھوں کا بلند کرنا ہے تو اس نے چاہا کہ سنت بھی اسی طرف مائل ہو جس طرف فرض مائل ہے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ سنتی نمازیں چونتیس (۳۴) رکعت کیوں ہیں تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ فرض نمازیں سترہ (۱۷) رکعتیں ہیں اور سنتی کو فرض سے دوگنا اس لئے کر دیا تاکہ فرض میں جو کمی رہ گئی ہو اسے مکمل کر دے۔

○ پس اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ سنتی نمازیں مختلف اوقات میں کیوں رکھی گئیں ایک ہی وقت میں سب (چونتیس رکعات) کیوں نہ رکھ دی گئیں؟ تو کہا جائے گا کہ سب سے افضل اوقات تین ہیں وقت زوال آفتاب، بعد غروب آفتاب اور وقت سحر پس ان ہی اوقات میں نماز کو واجب کیا گیا اور پھر یہ کہ مختلف اوقات میں سنت کا پڑھنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ایک ہی وقت میں چونتیس رکعت سنتی نماز پڑھنے کے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ نماز جمعہ اگر امام کے ساتھ ہو تو دو رکعت اور اگر بغیر امام کے ہو تو دو دو رکعتیں یہ کیوں؟ تو کہا جائے گا کہ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ لوگ جمعہ کی نماز کے لئے دور دراز سے آتے ہیں تو اللہ عزوجل نے چاہا کہ لوگ تھک جاتے ہیں اس لئے ان کے تعب و مشقت کو کم کر دیا جائے۔

دوسری وجہ یہ کہ امام ان لوگوں کو خطبہ کے لئے روکے رکھتا ہے اور وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو شخص نماز کے انتظار میں ہے وہ پوری نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کے علم و فضل و تفقہ و عدل کی وجہ سے نماز پوری اور مکمل ہوتی ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ جمعہ بھی ایک عید ہے اور نماز عید دو ہی رکعت ہوتی ہے اس میں دو خطبوں کی وجہ سے کمی نہ ہوگی۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ نماز جمعہ میں خطبہ کیوں رکھا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ جمعہ میں عام مجمع ہوتا ہے تو اللہ نے چاہا کہ امام جمعہ کے لئے ایک صورت پیدا ہو جائے کہ وہ عوام کو پند و نصیحت کرے انہیں اطاعت الہی کی ترغیب دے انہیں معصیت سے ڈرائے انہیں دینی و دنیاوی مصالح سے آگاہ کرے اور انہیں بتائے کہ وہ حالات کیا ہیں جن میں ان کا فائدہ یا نقصان ہے اور نماز میں آنے والے اس سے بے تعلق نہیں رہ سکتے یہ کام امام جمعہ ہی کر سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر یومیہ نمازوں کی امامت کرنے والے یہ کام نہیں کر سکتے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ میں دو خطبے کیوں رکھے گئے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ ایک خطبہ اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تقدیس و تمجید کے لئے ہو اور دوسرا خطبہ دیگر ضروریات کے لئے ان پر حجت تمام کرنے کے لئے انہیں تنبیہ کرنے کے لئے اور دعا کے لئے اور امام انہیں جو امر و نہی کرنا چاہے کرے جس میں ان کی بھلائی اور برائی ہو۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے کیوں خطبہ رکھا گیا اور عیدین میں نماز کے بعد؟ تو یہ کہا جائے گا کہ اس لئے کہ جمعہ مسلسل چلتا رہتا ہے ہر ماہ میں کئی بار اور پورے سال میں اکثر بار آتا ہے اور جو چیز ان لوگوں کے سامنے بار بار کثرت سے آئے اس سے اکتا جاتے ہیں اسے چھوڑ دیتے اس کے لئے نہیں رکتے چلے جاتے ہیں اس لئے نماز سے پہلے خطبہ رکھ دیا گیا تاکہ وہ نماز کے لئے ٹھہرے رہیں گے خطبہ سنیں گے اور منتشر و متفرق نہیں ہوں گے۔ اب رہ گئی عیدین تو یہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہیں۔ یہ جمعہ سے بھی زیادہ عظیم ہے اس میں بڑا اژدحام ہوتا ہے اور لوگ اس میں بڑے شوق و رغبت سے آتے ہیں نماز کے بعد اگر کچھ لوگ چلے بھی جائیں تو عوام کی اکثریت موجود رہتی ہے اور اس سے اکثر لوگ گھبراتے اور اکتاتے نہیں ہیں (اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) روایات میں اس طرح آیا ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبے نماز کے بعد ہیں اس لئے کہ یہ دونوں بمنزلہ دو رکعت کے ہیں مگر سب سے پہلے جس نے ان دونوں خطبوں کو نماز سے مقدم کیا وہ حضرت عثمان ہیں اس لئے کہ انہوں نے احداث فی الدین کئے اس کی بناء پر لوگ ان کے خطبہ کو سننے کے لئے نہیں ٹھہرتے تھے اور کہتے تھے کہ انہوں نے یہ بدعتیں

اور احداث فی الدین کیں ہم لوگ ان کے وعظ کو سن کر کیا کریں گے چنانچہ حضرت عثمان نے نماز سے پہلے ہی خطبہ دینا شروع کر دیا اسے نماز سے مقدم کر دیا اس لئے کہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جہاں نماز جمعہ ہو رہی ہے وہاں سے دو فرسخ تک رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے اس سے زیادہ پر نہیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ دو فرسخ کا نامہ بر اپنی نماز قصر نہیں کرے گا خواہ صرف جانے کے دو فرسخ ہوں یا جانے اور آنے کے ملا کر دو فرسخ ہوں اور چار فرسخ کا نامہ بر اگر ابھی اپنی نصف راہ تک ہے تو اس پر نماز جمعہ واجب ہے اگرچہ اس کو اپنی نماز قصر کرنا واجب ہے اور وہ دو فرسخ والا اگرچہ وہ دو فرسخ جائے گا اور دو فرسخ آئے گا اس طرح اس کے بھی چار فرسخ ہو جائیں گے اور وہ ایک مسافر کی نصف راہ کی مسافت ہو جائے گی۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ کے دن سنتی نماز میں چار رکعت کا اضافہ کیوں؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اس دن کی تعظیم کے لئے ہے اور اس لئے ہے تاکہ جمعہ کے دن میں اور دوسرے دنوں میں فرق ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ سفر میں نماز قصر کیوں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اول نماز دس رکعت فرض کی گئی اور سات رکعت بعد میں زیادہ کی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس زیادتی میں تخفیف کر دی۔ سفر کے موقع پر مسافر کے تعب و تکلیف کوچ و اقامت کے کاموں میں مشغولیت کو دیکھتے ہوئے تاکہ اس کے ضروری امور نہ رہ جائیں۔ یہ اللہ کا کرم اور اس کی مہربانی ہے۔ سوائے نماز مغرب کے کہ اس میں قصر نہیں ہے اس لئے کہ یہ اصل ہی میں قصر کر دی گئی تھی۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ آٹھ فرسخ سفر میں ہی قصر کا حکم کیوں، نہ اس سے کم پر ہے نہ اس سے زیادہ پر؟ تو کہا جائے گا کہ آٹھ فرسخ عام طور پر لوگوں کی، قافلوں کی اور بار برداری والوں کی ایک دن کی مسافت ہے لہذا ایک دن کی راہ میں قصر واجب ہوا۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ ایک دن کی راہ میں ہی قصر کیوں واجب ہوا؟ تو کہا جائے گا کہ اگر سفر کے پہلے دن میں قصر واجب نہ ہوتا تو ایک ہزار سال تک بھی قصر واجب نہ ہو پاتا اس لئے کہ سفر میں پہلے دن کی نظیر دوسرا دن ہے جب پہلے دن میں قصر نہیں تو دوسرے دن میں قصر کیوں۔ وہ بھی تو اسی کی نظیر ہے ان دونوں میں کوئی فرق تو نہیں۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ رفتار، رفتار میں فرق ہے۔ ایک بیل دن میں چار فرسخ جاتا ہے اور گھوڑا بیس فرسخ تو آپ نے ایک دن کی مسافت کو آٹھ ہی فرسخ کیوں قرار دے لیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ آٹھ فرسخ اونٹوں قافلوں کی ایک دن کی مسافت ہے اور یہی اکثر مسافت اور بڑی رفتار اونٹوں کو کرایہ پر چلانے والوں کی ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ سفر کے اندر دن کی سنتی نمازیں کیوں ترک کر دی گئیں اور رات کی سنتی نمازیں ترک نہیں ہوتیں؟ تو کہا جائے گا کہ ہر وہ نماز جس میں کوئی قصر نہیں ہے اس کی سنت میں بھی کوئی قصر نہیں چنانچہ نماز مغرب میں کوئی قصر نہیں تو اس کے بعد کی سنتی نماز میں بھی کوئی قصر نہیں اور صبح کی نماز میں بھی قصر نہیں تو اس کے پہلے کی سنتی نماز میں بھی کوئی قصر نہیں۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ مگر نماز عشاء میں تو قصر ہے مگر اس کی دو رکعت سنتی ترک نہیں ہیں؟ تو کہا جائے گا کہ ان دو رکعتوں کا شمار پچاس میں نہیں ہے بلکہ یہ پچاس سے زیادہ ہے یہ فریضہ کی ایک رکعت کے بدلے سنتی دو رکعت شمار ہو جاتی ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ مسافر اور مریض پر کیوں واجب ہے کہ وہ نماز شب ابتدائے شب میں پڑھ لے؟ تو کہا جائے گا کہ یہ مسافر کی مشغولیت اور مریض کی ضعف و ناتوانی کی بناء پر ہے تاکہ مریض اپنے آرام کے وقت آرام کر لے اور مسافر اپنے کوچ اور سفر کے انتظام میں مشغول ہو۔

○ اگر کوئی کہے کہ لوگوں کی نماز میت کا کیوں حکم دیا گیا؟ تو کہا جائے گا تاکہ لوگ اس کے لئے شفاعت اور اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں اس لئے کہ اس وقت سے زیادہ کوئی ایسا وقت نہیں کہ جس میں اس کو شفاعت و دعائے مغفرت کی زیادہ ضرورت ہو۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں پانچ تکبیریں کیوں ہیں چار یا چھ کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ یہ پانچ تکبیریں دن و رات کی پانچ نمازوں سے ماخوذ ہیں اور یہ اسلئے کہ نمازمیں کوئی تکبیر فرض نہیں سوائے تکبیر افتتاح (تکبیرۃ الاحرام) کے۔ پس دن رات کی نمازوں کی فرض تکبیریں جمع کر کے نماز میت میں رکھ دی گئیں۔

○ اگر کوئی کہے کہ نماز میت میں رکوع اور سجود کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ اس نماز کا مقصد اظہار تذلل و خضوع نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اس بندے کے لئے شفاعت ہے جو اپنے پیچھے جو کچھ تھا چھوڑ گیا اور اب آگے کے لئے محتاج ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ میت کو غسل دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ میت اکثر نجاستوں اور بیماریوں وغیرہ سے آلودہ رہتی ہے اس لئے اللہ نے چاہا کہ جب وہ ان پاک و پاکیزہ لوگوں سے ملے جو کہ اس کو اپنے قریب بلائیں گے اس کو مس کریں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا بارگاہ میں پہنچائیں گے تو اس کو بھی صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ ہونا چاہیئے۔

اور بعض آئمہ علیہم السلام سے یہ بھی روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہر مرنے والا جو بھی مرتا ہے اس کے نجاست نکل آتی ہے اس لئے اس پر غسل واجب ہے۔

○ پھر اگر سوال کیا جائے کہ میت کو تکفین کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو اس کا جسد طاہر ہو اور اس لئے تکفین کا حکم ہے تاکہ جو لوگ اس کو اٹھا کر لیجائیں یا اس کو دفن کریں ان پر اس کی شرمگاہ نہ ظاہر ہو جائے اور تاکہ لوگ اس کے بعض حالات اور قبیح منظر کو نہ دیکھ سکیں اور تاکہ لوگ کثرت سے مردہ دیکھنے سے سخت دل نہ ہو جائیں اور اسی طرح کی بہت سی خرابیاں ہیں اور اس لئے کہ زندوں کے نزدیک وہ اچھا اور بہتر رہے اس کے حال کو دیکھ کر خود اس کے دوست اس سے نفرت نہ کرنے لگیں اور اس کا تذکرہ اور اس کی محبت نہ چھوڑ دیں اس کو یاد نہ رکھیں کہ اپنے بعد کے لئے اس نے کیا وصیت کی، کیا کہا اور وہ کیا چاہتا تھا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ میت کو دفن کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ لوگوں پر اس کا گلا سڑا جسم اور قبیح منظر اور بو میں تغیر ظاہر نہ ہو اور اس کی بو سے زندوں کو اذیت نہ پہنچے۔ اس کے جسم کا برا حال، گندگی و گلنا سڑنا لوگ نہ دیکھ سکیں۔ اس کا حال دوستوں اور دشمنوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہے ورنہ دشمن طعنہ زنی کرے گا اور دوست اس کے لئے محزون نہ ہو گا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے جو شخص میت کو غسل دے رہا ہے اس کو غسل مس میت کا حکم کیوں ہے؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ میت پر پانی ڈالنے سے جو چھینٹ وغیرہ سے وہ آلودہ ہوا ہے اس سے پاک و صاف ہو جائے۔ اس لئے کہ جب روح نکل جاتی ہے تو اکثر جراثیم اور آلودگیاں اس میں باقی رہ جاتی ہیں اور غسل مس میت اس لئے تاکہ لوگ اس سے ملنے اور اس کے مس ہونے سے پرہیز نہ کریں اس لئے کہ نجاست وغیرہ کا خیال ان کے ذہنوں پر غالب رہتا ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ انسان کے علاوہ دیگر مردہ جانوروں مثلاً چڑیا، چوپائے اور درندوں کو اگر کوئی مس کرے تو اس پر غسل کیوں واجب نہیں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ یہ تمام پروں، بالوں اور رووؤں سے ملبوس ہیں اور سب پاک و صاف ہیں ان میں سے روح نہیں نکلتی ہے اور اس کو جو مس کیا جاتا ہے وہ صرف بالوں اور پروں کو مس کیا جاتا ہے جو پاک و صاف ہے خواہ زندہ کا ہو یا مردہ کا یہ تو ان جانوروں کا لباس ہے جو ان کے اوپر ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ آپ لوگوں نے بغیر وضو کے نماز میت پڑھنا کیوں جائز قرار دے دیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے یہ صرف دعا اور التجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا تو ہر حالت میں کرنا جائز ہے صرف اسی نماز کے لئے وضو واجب ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ تم لوگوں نے نماز میت کو قبل مغرب اور بعد فجر کیوں جائز قرار دے دیا؟ تو کہا جائے گا کہ یہ نماز اس وقت

واجب ہے جب نماز میت کا سبب پیدا ہو جائے اس کا کوئی وقت دیگر نمازوں کی طرح نہیں ہے یہ تو حادثہ رونما ہونے کے ساتھ ہی واجب ہے: انسان کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ میت کا ایک حق ہے جو ادا کیا جاتا ہے اور حقوق تو کسی وقت بھی ادا کئے جا سکتے ہیں جب کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا گیا ہو۔

○ اور اگر کہا جائے کہ سورج گرہن کے لئے نماز کیوں قرار دی گئی؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ سورج گرہن رحمت کے لئے ہوا ہے یا عذاب کے لئے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ آپ کی امت اپنے خالق و رحمان کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرے کہ وہ اس گہن کے برے اثرات سے بچائے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو کہ جب اس نے اپنے خالق سے گڑگڑا کر دعا مانگی تو اللہ نے ان سے عذاب ٹال دیا۔

○ اگر سوال کرے کہ نماز گہن میں دس رکعتیں کیوں قرار دی گئیں؟ تو کہا جائے گا کہ اول اول جو فرض نمازوں کا حکم آسمان سے نازل ہوا وہ دن و رات میں مل کر دس رکعتیں تھیں تو یہ رکعتیں یہاں جمع کر دی گئیں اور ان میں سجدے اس لئے قرار دیئے گئے کہ وہ نماز جس میں رکوع ہو وہ سجدے سے خالی نہیں رہ سکتی اور اس لئے بھی کہ یہ نماز بھی سجدہ اور خضوع و خشوع پر ختم ہو اور اس میں چار سجدے قرار دیئے گئے اس لئے کہ ہر وہ نماز جس میں سجدے چار سے کم ہوں وہ نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ نماز میں کم از کم چار سجدے تو لازمی ہیں۔

○ اور اگر کہا جائے کہ رکوع کے بدلے سجدے کیوں قرار پائے؟ تو کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے، لیکن کھڑا شخص گرہن لگنے اور اس کے چھوٹنے کو دیکھ سکتا ہے اور جو سجدے میں ہے وہ نہیں دیکھ سکتا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اصل نماز کی صورت سے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اس سے اس نماز کی صورت کو کیوں بدل دیا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ یہ نماز ایک سبب کی بناء پر ہے اور وہ سورج گرہن ہے۔ پھر جب سبب بدل گیا تو نماز کی صورت بھی بدل گئی۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ یوم الفطر کو عید کا دن کیوں قرار دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں مسلمانوں کا اجتماع عام ہوتا ہے لوگ اللہ کی خوشنودی کے لئے نکلتے ہیں اور اللہ نے جو ان پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس لئے یہ دن یوم عید و یوم اجتماع و یوم فطرہ یوم زکوۃ و یوم رغبت و یوم تضرع ہے اور اس لئے کہ یہ سال میں پہلا دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے کھانا پینا حلال کیا ہے اس بناء پر کہ اہل حق کے نزدیک رمضان ہی سال کا پہلا مہینہ ہے اس لئے اللہ نے چاہا کہ اس دن لوگوں کا مجمع ہو اور لوگ اللہ کی تحمید و تقدیس کریں۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ نماز عید میں دوسری نمازوں سے زیادہ تکبیریں کیوں رکھی گئیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ تکبیر دراصل اللہ کی عظمت کا اظہار اور اس امر پر اس کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے ہدایت اور عافیت عطا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولتکبروا الله علی ماھدکم و لعلکم تشکرون** (تاکہ تم (روزوں کی گنتی پوری کرنے کے بعد) اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو اس بات پر اس نے تم کو ہدایت دی اور تم شکر گزار بن جاؤ) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں بارہ تکبیریں کیوں قرار دی گئیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ دو رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں اس لئے اس میں بارہ تکبیریں قرار دی گئیں۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کیوں قرار دی گئیں دونوں برابر، برابر کیوں نہ رکھی گئیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ فرض نماز میں سات تکبیروں سے افتتاح کرنا سنت ہے اس لئے یہاں بھی سات تکبیروں سے شروع کیا گیا اور چونکہ دن و رات کی نمازوں میں پانچ تکبیرۃ الاحرام ہیں اس لئے دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں رکھی گئیں یہ اس لئے کہ دو رکعتوں کو تکبیر الگ الگ کر دے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ روزے کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ لوگ جان لیں کہ بھوک پیاس میں کیا اذیت و تکلیف

ہوتی ہے اور وہ جان لیں کہ آخرت کے فقراء کا حال وہاں کیا ہو گا اس پر استدلال کریں نیز اس لئے کہ روزہ دار فروتن و مسکین و ذلیل، امیدوار ثواب اپنے اعمال کا حساب کرنے والا اور اللہ کو پہچاننے والا بنا رہے اور بھوک پیاس سے جو اس کو تکلیف پہنچ رہی ہے اس پر صبر کر کے ثواب کا مستحق بن جائے نیز خواہشات کو قابو میں رکھے اور یہ چیز فی الوقت اس کے لئے نصیحت آموز ہو اس کو ریاضت کا عادی بنا دے تاکہ وہ اوپر اپنے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کرے اور خود کو ثواب کا امیدوار بنائے نیز اس لئے کہ اس دنیا میں فقیروں اور مسکینوں کو اس سے کتنی شدید تکلیف ہوتی ہے اسے محسوس کرے اور اس پر مالی فرائض جو اللہ نے عائد کئے ہیں انہیں ادا کرے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ یہ روزے خاص ماہ رمضان ہی میں کیوں فرض ہیں دوسرے مہینوں میں کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جس میں اللہ نے اہل حق اور اہل باطل کو جدا جدا کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **شهر رمضان الذي انزل فيه القران هدى للناس وبينات من الهدىٰ والفرقان** (رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی واضح دلیلیں اور حق و باطل کو کھول کر دکھلانے والا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بنائے گئے اور اس میں وہ شب قدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور **وفيها يفرق كل امر حكيم** (اور اس میں حکمت و مصلحت کے ہر کام فیصل کئے جاتے ہیں) سورۃ دخان۔ آیت نمبر ۴ اور یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور اس میں سال بھر کے اندر جو ہونے والا ہوتا ہے۔ بھلائی ہو یا برائی، نفع ہو یا نقصان، روزی ہو یا موت سب طے کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی لئے اس کو قدر کی رات کہتے ہیں۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ پورے ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ یہ عام بندوں کی قوت اور عام طور پر قوی اور ضعیف اتنے روزے رکھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر جو فریضہ عائد کرتا ہے وہ اکثریت کی وسعت و قوت کو پیش نظر رکھ کر عائد کرتا ہے پھر اتنے روزے تو قوی لوگ عام طور پر رکھ ہی سکتے ہیں اب رہ گئے ضعیف لوگ تو ان میں تو انہیں رخصت دے دی گئی ہے اور قوی لوگوں کو اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔ اگر بندوں کی اصلاح اس سے کم روزے سے ہوتی تو وہ اسے کم کر دیتا اور اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی تو وہ ان روزوں میں زیادتی کا حکم دیتا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ جب عورت ایام حیض میں ہو تو وہ نہ روزہ رکھے گی اور نہ نماز پڑھے گی یہ کیوں؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ وہ نجاست میں رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بغیر طہارت کے اس کی عبادت نہ کی جائے اور پھر جس کے لئے نماز نہیں اس کے لئے روزہ بھی نہیں ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ یہ حکم کیوں ہوا کہ عورت روزے کی قضا کرے نماز کی قضا نہ کرے؟ تو کہا جائے گا کہ اس کی کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ روزہ عورت کو اپنا کام کرنے اور اپنے شوہر کی خدمت کرنے اور اپنے امور خانہ داری کے انجام دینے سے مانع نہیں مگر نماز ان تمام باتوں میں رکاوٹ بنتی ہے اس لئے کہ ہر نماز ہر دن اور ہر رات میں دو مرتبہ ہو جائے گی اور روزہ میں ایسا نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں تعب و مشقت ہے اس کے ارکان بجالانے پڑتے ہیں اور روزے میں صرف کھانا پینا چھوڑنا پڑتا ہے اس میں کوئی ارکان نہیں بجالانے پڑتے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ دن رات میں کوئی ایسا وقت نہیں آتا کہ جس میں کوئی جدید نماز واجب نہ ہو اور روزے میں ایسا نہیں ہے اس لئے ایسا نہیں ہے کہ جب کوئی دن آئے تو عورت پر کوئی روزہ واجب ہو اور نماز کا کوئی وقت آئے تو اس پر نماز واجب ہو۔

○ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسا کیوں ہے کہ اگر ماہ رمضان میں کوئی شخص بیمار پڑے یا سفر کرے اور پھر ابھی مرض سے صحتیاب نہ ہو

یا اس کا سفر ختم نہ ہو کہ دوسرا ماہ رمضان آجائے تو پہلے کے لئے فدیہ ہے اور قضا ساقط ہے اور اگر دوسرے ماہ رمضان آنے سے پہلے وہ صحتیاب ہو گیا تھا یا اس نے سفر میں کہیں قیام کیا تھا مگر اس نے قضا روزہ نہیں رکھا تھا تو اس پر فدیہ اور قضا دونوں واجب ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ یہ روزہ اس پر اسی سال اور اسی مہینے واجب تھا لیکن وہ مریض تھا جو صحتیاب نہیں ہوا اور سال گذر گیا اللہ نے اس کو مرض سے مغلوب کیا ہوا تھا تو اس بے چارے کے لئے اس کی ادائیگی کی کوئی صورت ہی نہ تھی تو اس پر سے قضا ساقط ہے اور اسی طرح ہے کہ اگر دن رات کسی شخص پر غشی طاری رہے تو اس پر نماز کی قضا نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ منجانب اللہ مغلوب و مجبور ہو تو وہ معذور ہے اس لئے کہ دوسرا رمضان آگیا اور وہ مسلسل مریض ہی رہا تو اس پر روزہ نہ اس مہینے واجب ہے نہ اس سال میں واجب ہے اس لئے کہ وہ بیمار اور مریض تھا مگر اس پر فدیہ واجب ہے اس لئے کہ وہ بمنزلہ اس کے ہے جس پر روزہ واجب ہے مگر اس میں اس کے ادا کرنے کی استطاعت نہ تھی لہٰذا اس پر فدیہ واجب چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطيع فاطعام ستين مسكينا** (پس جو کوئی (غلام آزاد کرانے کی) استطاعت نہ پائے تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو مس کریں دو ماہ کے لگاتار روزے (فرض) ہیں۔ پھر جو کوئی (اس کی بھی) استطاعت نہ رکھے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے) سورۃ مجادلہ۔ آیت نمبر ۴ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ففديته من صيام او صدقة** (پس اس کا بدلہ روزے یا خیرات) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۹۶ لہٰذا جب معذور ہو تو روزہ کے بدلے صدقہ ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ اگر اس وقت وہ روزہ نہیں رکھتا تھا تو اب تو رکھ سکتا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ جب اس کے لئے دوسرا ماہ رمضان آگیا تو اس پر گذشتہ کے لئے فدیہ واجب ہوا اس لئے کہ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جس پر روزہ واجب ہو کفارہ نہیں مگر وہ روزہ نہ رکھ سکے تو اس پر فدیہ واجب اور جب فدیہ واجب ہوا تو روزہ ساقط ہو گیا اور فدیہ لازم ہوا۔ اور اگر ان دونوں رمضانوں کے درمیان اس کو مرض سے افاقہ ہوا اور اس کے باوجود اس نے روزہ نہیں رکھا تو اس وقت کو ضائع کرنے کی وجہ سے اس پر فدیہ واجب اور اب چونکہ اس میں استطاعت ہے وہ روزہ رکھ سکتا ہے اس لئے روزہ بھی واجب ہو گا۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ سنتی روزہ کیوں قرار دیا گیا تو کہا جائے گا تاکہ وہ اپنے فریضہ صوم کی تکمیل کرے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ ہر مہینے میں تین روزے کیوں رکھے گئے ہیں یعنی ہر دہائی میں ایک دن؟ تو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** (جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو اس کے مثل دس نیکیوں کا ثواب ملے گا) سورۃ انعام آیت نمبر ۱۶۰ لہٰذا جو شخص ہر دہائی کے اندر ایک دن روزے رکھے گا تو گویا اس نے سارے سال روزہ رکھا جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ نے بیان کیا کہ ہر مہینے میں تین دن کا روزہ سارے سال کا روزہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص سارا سال روزہ نہ رکھ سکے تو انہی تین دنوں کا روزہ رکھے

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ عشرہ اول میں پہلا پنجشنبہ اور آخری عشرہ میں آخری پنجشنبہ اور درمیان کے عشرہ میں چہار شنبہ روزہ کے لئے کیوں قرار دیا گیا؟ تو کہا جائے گا کہ پنجشنبہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہر پنجشنبہ کو بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو اس نے چاہا کہ جب بندہ کے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو وہ بندہ روزہ سے ہو۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ آخری پنجشنبہ کیوں قرار دیا گیا؟ تو کہا جائے گا کہ جب بندے کے اعمال تین دن پیش ہوتے ہیں اور بندہ روزے سے ہوتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بندے کے دونوں دن جب اعمال پیش ہوں تو اس وقت بھی وہ روزے سے ہو اور درمیانی عشرہ کا چہار شنبہ تو اس کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن جہنم کو خلق کیا اور اسی دن اگلی قوموں کو ہلاک کیا یہ دن مسلسل نحس ہے تو اللہ نے چاہا کہ بندہ اس دن روزہ رکھ کر اس دن کی نحوست سے خود کو بچائے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ اگر کوئی شخص ایک بندہ آزاد کرانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر کفارہ میں روزہ کیوں واجب ہے۔ حج و نماز یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز کیوں نہیں واجب ہے؟ تو کہا جائے گا کہ حج اور نماز اور اس کے علاوہ سارے فرائض انسان کے لئے اس کے دنیاوی معاملات کی انجام دہی اور کسب معاش میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ نیز وہ تمام اسباب بھی جس کا ذکر ہم حائض کے ذیل میں کر چکے ہیں کہ وہ روزہ کی قضا کیوں کرے گی اور نماز کی قضا کیوں نہیں کرے گی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ مسلسل پے در پے رکھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ تو کہا جائے گا تاکہ اس کی ادائیگی کو کوئی شخص آسان نہ سمجھے اور خفیف امر نہ جان لے کیونکہ جب متفرق طور پر قضا کی ادائیگی کا حکم ہوگا تو اس کے لئے آسان ہوگا اور وہ اسے خفیف امر سمجھے گا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ حج کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ اللہ کی بارگاہ میں وفد کی شکل میں جائیں اور اس سے توفیقات کی زیادتی کی التجا کریں اور اب تک جو انہوں نے گناہ کئے ہیں اس کو ترک کریں گذشتہ سے توبہ کریں۔ اور آئندہ کے لئے از سر نو ارادہ کریں کہ اب ہم اللہ کی مرضی کے مطابق اپنا مال خرچ کریں گے جسمانی مشقت برداشت کریں گے۔ بال بچوں میں پھنسے نہ رہیں گے۔ اپنے نفس کو لذات سے بچائیں گے۔ گرمی و سردی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اور اس پر قائم و دائم رہیں۔ خضوع و خشوع، عاجزی و انکساری کے ساتھ اور اس کے علاوہ اس میں تمام لوگوں کا فائدہ ہے۔ اس سے لوگوں کو اللہ کی طرف رغبت ہوگی۔ اس سے ڈریں گے اور قساوت قلبی خساست نفسی اور ذکر الٰہی کے بھولنے اور مایوسی و ناامیدی کو ترک کریں گے اور از سر نو حقوق العباد ادا کریں گے نفس کو شر و فساد سے بچائیں گے۔ نیز اس میں تمام مشرق و مغرب کی قوموں کا نفع ہے خواہ خشکی میں ہوں یا تری میں وہ حج کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں، تاجر ہوں یا مزدور، خریدار ہوں یا بیچنے والے، ہنرمند ہوں یا کرایہ پر چلانے والے، مفلس ہوں یا محتاج۔ اس میں تمام اطراف کے لوگوں کی حاجات پوری ہوں گی جہاں جہاں یکجا ہونے کا موقع ہو علاوہ بریں اس میں دینی علوم کے سیکھنے سکھانے اور آئمہ طاہرین علیہ السلام کی احادیث کو پھیلانے کا موقع بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** (ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت اپنے گھروں سے کیوں نہیں نکلتی کہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے) سورۃ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ لوگوں کو صرف ایک ہی مرتبہ حج کا کیوں حکم دیا گیا اس سے زیادہ کا نہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی فریضہ عائد کرتا ہے تو کم قوت والوں کو ملحوظ رکھ کر حکم دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے **فما استيسر من الهدي** قربانی کے لئے کم سے کم جو آسانی سے مل سکے یعنی بکری جو ہر قوی اور ضعیف کی وسعت میں ہے پس اسی طرح سارے فرائض قوم کے کم سے کم قوت و اموال کو ملحوظ رکھتے ہوئے عائد کئے گئے ہیں اور ان ہی فرائض میں سے ایک حج ہے اس کے بعد اہل قوت کو ان کی طاقت کے مطابق رغبت دلائی گئی ہے۔

اور اگر سوال کیا جائے کہ حج میں تمتع کا کیوں حکم دیا گیا؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے تاکہ لوگ اپنے اپنے احرام میں سلامت رہیں اور احرام کی مدت ان کے لئے طویل نہ ہو جائے ورنہ تمام امور فاسد ہو جائیں گے اور یہ کہ حج اور عمرہ یہ دونوں واجب ہیں اور اس لئے عمرہ باطل اور معطل نہ ہو اور عمرہ کو چھوڑ کر حج تنہا نہ رہ جائے نیز تمتع اس لئے کہ حج اور عمرہ کے درمیان فاصلہ رہے اور اس لئے بھی تاکہ خانہ کعبہ کا طواف متروک اور بند نہ ہو جائے اس لئے کہ محرم جب طواف کر لے گا تو محل ہو جائے گا لہٰذا اگر تمتع نہ ہو گا تو حاجی کے لئے طواف جائز نہ ہو گا۔ اور اس لئے کہ اگر طواف کر لیا تو اس کا احرام ختم اور فاسد ہو جائے گا اور ادائیگی حج سے پہلے ہی وہ احرام سے خارج ہو جائے گا اور اس لئے کہ لوگوں پر قربانی اور کفارہ بھی واجب ہے اور لازم ہے کہ وہ جانور ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں ایسا نہ ہو کہ قربانی اور صدقہ ختم اور باطل ہو جائے۔

○ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کا وقت دس ذی الحجہ ہی کیوں ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو ایام تشریق میں جائز کیا ہے مگر سب سے پہلے ملائیکہ نے اس گھر کا طواف اسی دن کیا لہٰذا یہ ان کی سنت بن گئی اور قیامت تک کے لئے یہ دن مقرر ہو گیا چنانچہ انبیاء میں سے حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و عیسیٰؑ اور محمد صلوات اللہ علیہم وغیرہ۔ دیگر انبیاء نے اسی وقت حج کیا لہٰذا ان کی اولاد کے لئے یہ دن قیامت تک کے لئے سنت اور دستور بن گیا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ احرام کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا تاکہ حرم خدا اور اس جائے امن میں داخل ہونے سے پہلے لوگ عاجزی اور فروتنی اختیار کریں اس کو کھیل کود نہ سمجھیں اور امور دنیا اور اس کی زینتوں اور لذتوں میں مشغول نہ رہیں صبر و ضبط سے کام لیں اور بالکل ان کا رجحان اور مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف رہے اور اس کے ساتھ احرام سے اللہ اور اس کے گھر کی تعظیم کا اور اپنی عاجزی و انکساری کا بھی اظہار ہو گا کہ جب وہ اللہ کی طرف ثواب کا امیدوار اور عتاب سے خائف اس کے گھر کی چوکھٹ پر حاضری دے رہا ہے تو وہ کس قدر مسکنت و ذلت اور خضوع و خشوع کے ساتھ آیا ہے۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین۔

بیان کیا مجھ سے عبد الواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ جب میں نے یہ تمام علل و اسباب سنے تو فضل بن شاذان سے کہا یہ بتائیں کہ یہ علل و اسباب جو آپ نے بتائیں ہیں یہ آپ نے اپنی عقل سے استنباط کئے ہیں اور آپ کی اپنی فکر کا نتیجہ ہیں یا آپ نے کسی سے سنا ہے اور روایت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جتنے فرائض عائد کئے ہیں اس سے اس کا کیا مقصد ہے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شرعی احکامات دیئے ہیں اور جو سنتیں آپ نے جاری فرمائی ہیں ان سے آپ کی کیا مراد ہے یہ تو مجھے کبھی معلوم ہی نہ تھا۔ اور نہ یہ علل و اسباب میں نے اپنے دل سے بتائیں ہیں۔ بلکہ میں نے یہ سب کچھ اپنے مولا و آقا حضرت ابو الحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ سے کبھی ایک شے کا سبب اور کبھی کسی دوسری شے کا سبب یکے بعد دیگرے سنتا رہا اور جمع کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ کیا میں ان علل و اسباب کو آپ کے حوالے سے بیان کروں؟ تو ان جناب نے ارشاد فرمایا ہاں (یعنی اجازت ہے)

باب (۱۸۳) پائخانہ اور اس کی بدبو کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ جناب سے پائخانہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اولاد آدم کو یہ بتانے کے لئے ہے کہ وہ حقیر اور ذلیل ہے وہ پائخانہ اپنے ساتھ لئے لئے پھرتا ہے تاکہ اس میں تکبر اور گھمنڈ نہ آئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد آدمی سے اور انہوں نے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کو ایک خط لکھا اور اس میں آپ جناب سے پائخانہ اور اس کی بدبو کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کا جسد بالکل پاک اور طیب تھا اور چالیس سال تک یونہی پڑا رہا ملائیکہ ادھر سے گذرتے تو کہتے کہ تو کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ابلیس ان کے منہ سے داخل ہوتا اور پائخانہ کی جگہ سے نکل جاتا۔ اس لئے آدمؑ کے پیٹ میں جو کچھ ہوا وہ بدبودار اور غیر طیب ہو گیا۔

باب (۱۸۴) پائخانہ کرتے وقت انسان اپنے نیچے کی جانب کیوں دیکھتا ہوں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابی جعفر سے انہوں نے داؤد جمال سے انہوں نے عیص بن ابی منیہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ عمر بن عبید نے آپ جناب سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ جب انسان قضائے حاجت کے ارادے سے بیٹھتا ہے تو وہ اپنے نیچے کی طرف نظر کرتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اس کو دیکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو اسے دیکھنے کا ارادہ کرے مگر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے کہ اس کی گردن پکڑ کر اسے جھکا دیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس میں سے حلال نکل رہا ہے یا حرام۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے متعدد لوگوں سے ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا مجھے اولاد آدم پر تعجب ہے کہ ابتداء میں تو نطفہ تھا اور آخر میں ہو جائے گا مردار ان دونوں کے درمیان جب تک رہے گا پائخانہ کا برتن بنا ہوا رہے گا اور اس کے باوجود وہ تکبر کرتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی سے اور کسی شخص سے تکرار ہو گئی اس نے ان سے کہا تم کون ہو اور تمہاری کیا حقیقت ہے؟ سلمان نے کہا سنو ہم اور تم دونوں کی ابتداء قطرہ نجس سے ہے اور ہم اور تم دونوں کا انجام مردار ہے جو سڑا گلا ہو گا مگر جب قیامت کا دن آئے گا اور بندوں کے اعمال کے تولنے کے لئے ترازو نصب کی جائے گی تو جس کے اعمال نیک کا پلہ ہلکا ہو گا وہ بدبخت و بدنصیب ہو گا اور جس کے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہو گا وہ خوش نصیب ہو گا۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے صالح بن سندی سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے صالح حذاء سے انہوں نے اسامہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغیرہ میں سے ایک شخص نے کسی سنت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں کہ جس میں سنت نہ ہو جو اسے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اس نے کہا بیت الخلاء کے اندر داخل ہونے میں کیا سنت ہے آپ نے فرمایا جب بیت الخلاء کو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو۔ شیطان سے پناہ چاہو اور جب فارغ ہو جاؤ تو کہو الحمد اللہ کہ جو تکلیف میرے اندر تھی وہ نکل گئی نہایت آسانی اور عافیت کے ساتھ۔ تو اس شخص نے کہا کہ پھر انسان قضائے حاجت کرتے وقت نیچے کو نظر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس میں سے کیا نکلتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ دو فرشتے مقرر نہ ہوں اور جب انسان قضائے حاجت میں مشغول ہوتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس کی گردن پکڑ کر جھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد اس چیز کو دیکھ کہ جس کے لئے دنیا میں تو نے مشقت کو برداشت کیا اس کا اب کیا ہو گیا۔

باب (۱۸۵) وہ سبب جس کی بناء پر پھلدار درختوں کے نیچے قضائے حاجت منع ہے اور وہ سبب کہ جس کی بناء پر جن درختوں پر پھل ہوتے ہیں ان سے انس پیدا ہوتا ہے اور وہ سبب جس کی بناء پر سدرۃ المنتہیٰ کا نام سدرۃ المنتہیٰ رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے اور انہوں نے مالک بن عینیہ سے انہوں نے حبیب سجستانی سے انہوں نے کہا میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا **ثمہ دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی** (پھر قریب ہوا اور آگے کی طرف بڑھا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی قریب پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی سو بھیجی) سورۃ نجم۔ آیت نمبر ۹ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ حبیب اس آیت کو اس طرح مت پڑھو بلکہ اس طرح پڑھو **ثمہ دنیٰ فتدنیٰ فکان قاب قوسین فی القرب او ادنی فاوحی الی عبدہٖ یعنی رسول اللہ ما اوحی** اے حبیب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ فتح کر چکے تو آپ کی اللہ کی عبادت اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور خانہ کعبہ کے طواف وغیرہ میں مصروف رہنے لگے اور حضرت علی بھی آپؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جب شب آئی تو دونوں سعی کے ارادے سے صفا و مروہ کی طرف گئے اور صفا سے اترے اور مروہ کی طرف وادی میں پہنچے تو آسمان سے آتے ہوئے ایک نور نے ان دونوں کو ڈھانپ لیا جس سے مکہ کی تمام پہاڑیاں چمک اٹھیں اور ان دونوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں یہ حال دیکھ کر دونوں سخت خوفزدہ ہوئے۔ پھر آنحضرتؐ جلدی سے اوپر چلے اور حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ تھے یک بیک آنحضرتؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو دیکھا کہ آپؐ کے سر کے اوپر دو انار لٹک رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں اناروں کو لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے محمد یہ انار جنت سے آئے ہیں اس لئے اس کو تم اور تمہارے وصی علی ابن ابی طالب ہی کھائیں گے چنانچہ ایک انار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا اور ایک حضرت علی علیہ السلام نے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی کی وہ کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اے حبیب پھر آنحضرتؐ نے اس کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور اسی کے پاس جنت الماوی ہے یعنی وہاں حضرت جبرئیل نے آپ سے ملاقات کی جب آپ آسمان کی طرف بلند ہوئے اور محل سدرہ تک پہنچے تو حضرت جبرئیل کھڑے ہو گئے اور کہا اے محمدؐ بس یہیں تک میری پرواز ہے میں اوپر نہیں جا سکتا آپ آگے بڑھیں آپ کے سامنے سدرہ ہے آپؐ یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرہ کی طرف بڑھے اور جبرئیل کو پیچھے چھوڑ دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اہل زمین کے بندوں کے اعمال کو لے کر نگہبان فرشتے مقام سدرہ تک پرواز کرتے ہیں اور سدرہ کے نیچے کچھ بزرگ و نیک و نگہبان فرشتے جو کچھ اوپر بندوں کے اعمال بلند ہو کر آتے ہیں وہ اسے تحریر کرتے ہیں اور مقام سدرہ تک پہنچاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر آنحضرتؐ نے سدرہ کو دیکھا کہ اس کی شاخیں عرش کے نیچے اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لتنے میں محمدؐ کے لئے نور جبار نے تجلی کی اور جب وہ نور آنحضرتؐ پر چھا گیا تو آپ کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں اور آپؐ لرز اٹھے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل کو مضبوط کیا اور نگاہ کو قوت دی یہاں تک کہ آپ نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں جو بھی دیکھی ہوں اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (**ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی عندھا جنتہ الماوی**) (اور یقیناً اس نے اسے ایک بار اور سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک (شب

معراج) میں دیکھا کہ اس کے نزدیک ہی رہنے کی جگہ جنت ہے) سورۃ نجم۔ آیت نمبر ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ آپ نے فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کی آیات کبریٰ دیکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ درخت سدرہ کا پھیلاؤ دنیا کے سالوں کے اعتبار سے ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس کا ایک پتہ ساری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میں بعض زمین کے پودوں کے حفاظت کے لئے مقرر ہیں ہر درخت اور کھجور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر اس کی حفاظت پر کوئی مقرر نہ ہوتا تو جب اس میں پھل آتے تو سارے چرندے اور زمین کے کیڑے مکوڑے اسے کھا جاتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان پھلدار درختوں اور کھجوروں کے نیچے قضائے حاجت کرے اس لئے کہ ان درختوں پر فرشتے مقرر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسی بناء پر جب درختوں اور کھجوروں پر پھل ہوتے ہیں تو ان سے انس و رونق پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں فرشتے رہتے ہیں۔

باب (۱۸۶) پیشاب سے بچنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن اسماعیل سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ پیشاب سے بچتے تھے چنانچہ جب آپؐ پیشاب کا ارادہ کرتے تو کسی بلند مقام پر تشریف لے جاتے یا ایسی جگہ پر جاتے جہاں دھول اور ریت ہو تاکہ پیشاب کی چھینٹ آپؐ پر نہ آجائے۔

باب (۱۸۷) بیت الخلاء میں بہت دیر تک بیٹھنا مکروہ ہے اس کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے فضل بن عامر سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اور اس نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

باب (۱۸۸) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کے لئے کسی دوسرے سے مدد لینا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حماد سے اور انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے شہاب بن عبدالرب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امیرالمومنینؑ جب وضو فرماتے تو کسی کو اپنے اوپر پانی نہیں ڈالنے دیتے اور فرماتے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی نماز کے کام میں کسی اور کو شریک کروں۔

باب (۱۸۹) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کا حکم دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے حماد

بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے اور ان دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ وضو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے اور مومن کو کوئی شے نجس نہیں کرتی اس وضو کے لئے اتنا ہی پانی کافی ہے جیسے کہ تیل وغیرہ لگانا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وضو میں حد سے تجاوز کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا اس میں کمی کرنے والا۔

باب (۱۹۰) وہ سبب جس کی بناء پر سر کے بعض حصے اور پاؤں کے بعض حصے پر مسح قرار دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا جو آپ نے کہا کہ مسح سر کے بعض حصے پر اور پاؤں کے بعض حصے پر ہوگا؟ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا اے زرارہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور اس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اس کا ارشاد ہے **وایدیکم الی المرافق** (اور اپنے دونوں ہاتھ کہنی تک) پھر فاصلہ دیا دونوں کلام میں پھر کہا **وامسحوا بروسکم** (اور مسح کرو اپنے سروں کے کچھ حصہ کا) کہا تو ہم لوگوں کو علم ہوا کہ بعض سر کا مسح ہے اس لئے کہ اس میں "ب" ہے جو یہاں بعض کے معنی دیتا ہے پھر اسی **بروسکم** سے **ارجلکم** کو ملایا جس طرح **ایدیکم** کو **بوجوھکم** سے ملایا اور کہا **وارجلکم الی الکعبین** (اور اپنے پاؤں کا ان کی پیٹھ کی ہڈی کے ابھار تک) اس سے ہم لوگوں کو علم ہو گیا کہ جس طرح سر کا مسح ہے اسی طرح پاؤں کا مسح بھی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس کی یہی مطلب بتایا لیکن لوگوں نے آپ کے قول کو ضائع کر دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه** (پھر تم کو پانی نہ ملا تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو پس تم مسح کرو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کے کچھ حصوں کا) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ پس جب پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ رکھ دیا گیا تو اس کا مطلب یہ کہ دھونے کے بدلے مسح ہے اس لئے کہ فرمایا اپنے چہروں کو اسی سے ملا کر کہا اور اپنے ہاتھوں کو پھر کہا اس سے یعنی اس خاک سے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ خاک ہاتھ کے بعض حصے میں لگے گی اور بعض میں نہیں سب کی سب چہرے پر نہیں جاری ہو سکتی۔ اس کے لئے فرمایا **ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج** (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں کہ دینی احکام میں تم لوگوں پر کوئی حرج ڈالے اور حرج کا مطلب تنگی اور سختی ہے۔

باب (۱۹۱) وہ سبب جس کی بناء پر صرف چار اعضاء پر وضو کیا جاتا ہے دوسروں پر نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے حسن بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بہت سے سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی کیا کہ اے محمدؐ یہ بتائیے کہ آپؐ جسم کے صرف چار اعضاء پر وضو کیوں کرتے ہیں جبکہ یہ چار تو اور اعضاء سے

معراج) میں دیکھا کہ اس کے نزدیک ہی رہنے کی جگہ جنت ہے) سورۃ نجم۔ آیت نمبر ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ آپ نے فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کی آیات کبریٰ دیکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ درخت سدرہ کا پھیلاؤ دنیا کے سالوں کے اعتبار سے ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس کا ایک پتہ ساری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میں بعض زمین کے پودوں کے حفاظت کے لئے مقرر ہیں ہر درخت اور کھجور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر اس کی حفاظت پر کوئی مقرر نہ ہوتا تو جب اس میں پھل آتے تو سارے چرندے اور زمین کے کیڑے مکوڑے اسے کھا جاتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان پھلدار درختوں اور کھجوروں کے نیچے قضائے حاجت کرے اس لئے کہ ان درختوں پر فرشتے مقرر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسی بناء پر جب درختوں اور کھجوروں پر پھل ہوتے ہیں تو ان سے انس ورونق پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں فرشتے رہتے ہیں۔

باب (۱۸۶) پیشاب سے بچنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن اسماعیل سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ پیشاب سے بچتے تھے چنانچہ جب آپؐ پیشاب کا ارادہ کرتے تو کسی بلند مقام پر تشریف لے جاتے یا ایسی جگہ پر جاتے جہاں دھول اور ریت ہو تاکہ پیشاب کی چھینٹ آپؐ پر نہ آجائے۔

باب (۱۸۷) بیت الخلاء میں بہت دیر تک بیٹھنا مکروہ ہے اس کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے فضل بن عامر سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اور اس نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

باب (۱۸۸) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کے لئے کسی دوسرے سے مدد لینا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حماد سے اور انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے شہاب بن عبدالرب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امیرالمومنینؑ جب وضو فرماتے تو کسی کو اپنے اوپر پانی نہیں ڈالنے دیتے اور فرماتے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی نماز کے کام میں کسی اور کو شریک کروں۔

باب (۱۸۹) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کا حکم دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے حماد

بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے اور ان دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ وضو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے اور مومن کو کوئی شے نجس نہیں کرتی اس وضو کے لئے اتنا ہی پانی کافی ہے جیسے کہ تیل وغیرہ لگانا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وضو میں حد سے تجاوز کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا اس میں کمی کرنے والا۔

باب (۱۹۰) وہ سبب جس کی بناء پر سر کے بعض حصے اور پاؤں کے بعض حصے پر مسح قرار دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا جو آپ نے کہا کہ مسح سر کے بعض حصے پر اور پاؤں کے بعض حصے پر ہوگا؟ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا اے زرارہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور اس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اس کا ارشاد ہے **وایدیکم الی المرافق** (اور اپنے دونوں ہاتھ کہنی تک) پھر فاصلہ دیا دونوں کلام میں پھر کہا **وامسحوا بروسکم** (اور مسح کرو اپنے سروں کے کچھ حصہ کا) کہا تو ہم لوگوں کو علم ہوا کہ بعض سر کا مسح ہے اس لئے کہ اس میں "ب" ہے جو یہاں بعض کے معنی دیتا ہے پھر اسی **بروسکم** سے **ارجلکم** کو ملایا جس طرح **ایدیکم** کو **بوجوھکم** سے ملایا اور کہا **وارجلکم الی الکعبین** (اور اپنے پاؤں کا ان کی پیٹھ کی ہڈی کے ابھار تک) اس سے ہم لوگوں کو علم ہو گیا کہ جس طرح سر کا مسح ہے اسی طرح پاؤں کا مسح بھی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس کی یہی مطلب بتایا لیکن لوگوں نے آپ کے قول کو ضائع کر دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه** (پھر تم کو پانی نہ ملا تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو پس تم مسح کرو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کے کچھ حصوں کا) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ پس جب پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ رکھ دیا گیا تو اس کا مطلب یہ کہ دھونے کے بدلے مسح ہے اس لئے کہ فرمایا اپنے چہروں کو اس سے ملا کر کہا اور اپنے ہاتھوں کو پھر کہا اس سے یعنی اس خاک سے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ خاک ہاتھ کے بعض حصے میں لگے گی اور بعض میں نہیں سب کی سب چہرے پر نہیں جاری ہو سکتی۔ اس کے لئے فرمایا **ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج** (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں کہ دینی احکام میں تم لوگوں پر کوئی حرج ڈالے اور حرج کا مطلب تنگی اور سختی ہے۔

باب (۱۹۱) وہ سبب جس کی بناء پر صرف چار اعضاء پر وضو کیا جاتا ہے دوسروں پر نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے حسن بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بہت سے سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی کیا کہ اے محمدؐ یہ بتائیے کہ آپؐ جسم کے صرف چار اعضاء پر وضو کیوں کرتے ہیں جبکہ یہ چار تو اور اعضاء سے

باب (۲۰۳) بروز جمعہ غسل واجب ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد صیرفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ غسل جمعہ کیوں واجب کر دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نماز فریضہ کو نماز نافلہ سے پورا کر دیتا ہے، روزہ واجب کو روزہ سنت سے پورا کر دیتا ہے اور وضوء واجب کو روز جمعہ کے غسل سے پورا کر دیتا ہے۔ اگر اس میں کچھ سہو ہو گیا یا کوئی کوتاہی ہو یا نسیان ہو گیا ہو

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے عبداللہ بن حماد انصاری سے انہوں نے صباح مزنی سے انہوں نے حارث بن اصبغ بن نباتہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب کسی کو ڈانٹتے تو فرماتے تو اس سے بھی زیادہ کاہل اور سست ہے جتنا غسل جمعہ کو ترک کرنے والا کاہل وسست ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے انسان ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک صاف ستھرا رہتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ انصار اپنے کھیتی باڑی اور آب پاشی کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور جمعہ کے دن آتے تو ان کے بغلوں اور جسموں کی بو سے لوگوں کو اذیت ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز جمعہ غسل کا حکم دیا پھر دمیں سے یہ سنت جاری ہو گئی۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے اور انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں خط لکھا تو اس میں غسل عیدین وغسل جمعہ وغیرہ ودیگر اغسال کی علت بھی تحریر کی کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بندے کے دل میں اپنے رب کی کتنی عظمت ہے۔ وہ ایک کریم وجلیل کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے آرہا ہے اور چونکہ یہ ان لوگوں کی مشہور عید ہے۔ اور یہ لوگ ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوں گے اس لئے اس دن کی عظمت کے پیش نظر اس میں غسل کا حکم دیا تاکہ اس دن کو دیگر ایام سے فضیلت رہے اور اس میں لوگ نوافل اور عبادت زیادہ کریں اور اس لئے کہ یہ لوگ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک پاکیزہ رہیں۔

باب (۲۰۴) وہ سبب جس کی بناء پر عورتوں کو سفر میں غسل جمعہ کے ترک کی اجازت ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے ایک مرفوع روایت کی ہے کہ غسل جمعہ مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے سفر ہو یا حضر لیکن یہ کہ پانی کی قلت کی بناء پر عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ سفر میں چاہیں تو غسل ترک کر لیں۔

باب (۲۰۵) وہ سبب جس کی بناء پر لوگ تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اور وہ سبب جس کی بناء پر لوگ پانی سے آب دست کرنے لگے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت

کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ہاشم بجلی سے انہوں نے ابی خدیجہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ پہ تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اس لئے کہ یہ کھجوریں کھاتے اور پاخانہ مینگنیوں کی طرح کرتے تھے۔ پھر انصار میں سے ایک شخص نے کد کھالیا اور پاخانہ ڈھیلا اور پتلا ہو گیا تو اس نے پانی سے آب دست لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ آیا مگر ڈر رہا تھا کہ اس نے چونکہ پانی سے آب دست لیا ہے اس کی برائی میں کوئی آیت نازل ہوگی۔ وہ آیا تو آپؐ نے پوچھا کیا آج تو نے کوئی نئی بات کی ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں نے آج پانی سے آب دست اس لئے کیا کہ آج میں نے ایسا کھانا کھایا کہ مجھے دست آگئے اور آب دست میں ڈھیلے سے کام نہ چ تو میں نے پانی سے آب دست لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے مبارک ہو اللہ نے تیری مدح میں آیت نازل فرمائی کہ از **الله يحب التوابين و يحب المتطهرين** (بیشک اللہ رجوع کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۲۲ تو پہلا وہ شخص ہے جس نے پانی سے آب دست لیا اور اب تو، توابین میں پہلا اور متطہرین میں پہلا شخص ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں سے فرمایا کہ مومنین کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ پانی سے آب دست لیا کریں اور اس میں پورا پورا مبالغہ کریں اس لئے کہ یہ اطراف کو پاک کر دیتا ہے اور بواسیر کو بھی دور کر دیتا ہے۔

باب (۲۰۶) وہ سبب جس کی بناء پر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے اس سے کہ جس نے انہیں بتایا اور اس نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں جسم کے اندرونی حصے ہیں۔

باب (۲۰۷) وہ سبب جس کی بناء پر اگر استنجاء کئے ہوئے پانی میں کوئی کپڑا گر جائے تو اس کو دھونا واجب نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اہل مشرق کے ایک شخص سے اس نے غزا سے اس نے احول سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو تو میں مسائل دریافت کرتے کرتے رکا تو آپ نے فرمایا نہیں جو مسئلہ چاہو پوچھو میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایک شخص استنجاء کر رہا تھا کہ اس کا کپڑا اس استنجا کئے ہوئے پانی میں گر پڑا؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور یہ کہکر خاموش ہو گئے پھر آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ حرج کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں آپ پر قربان آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس نجس سے پانی کی مقدار زیاد ہے۔

باب (۲۰۸) وہ سبب جس کی بناء پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں واجب نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی یحییٰ واسطی سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ غسل جنابت کرنے والا کلی کرے اور منھ میں پانی ڈالے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ وہ جسم کے ظاہری حصہ پر غسل جنابت کرے گا باطنی حصہ پر نہیں اور منھ جسم کا باطنی حصہ ہے

(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ غسل جنابت میں اگر تم چاہو تو غسل جنابت میں کلی کر لو اور ناک میں پانی ڈال لو مگر یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ غسل ظاہری جسم پر ہے باطنی جسم پر نہیں ہے

باب (۲۰۹) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی مرد پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کرلے اور غسل کے بعد مثانہ سے کچھ نکلے تو وہ دوبارہ غسل کرے اور عورت اگر غسل جنابت کے بعد اندر سے کچھ نکلے تو وہ دوبارہ غسل نہیں کرے گی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی مسکان سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کرلیا اور بعد میں اس کے مثانہ سے کچھ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوبارہ غسل کرے گا۔ میں نے کہا اور اگر عورت نے اندر سے بعد غسل کچھ نکلے؟ آپ نے فرمایا وہ دوبارہ غسل نہیں کرے گی۔ میں نے عرض کیا ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عورت کے اندر سے جو کچھ نکلا ہے وہ مرد کی منی ہے

باب (۲۱۰) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت اور جنب مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ مسجد سے گذر جائیں مگر مسجد میں ان کے لئے کچھ رکھنا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے اور ان دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے آپ جناب سے پوچھا کہ حائضہ عورت اور جنابت والا مرد مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حائضہ عورت اور جنابت والا مرد یہ دونوں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے صرف اس سے گذر سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولا جنباً الا عابری سبیل حتی تغتسلوا** (اور نہ حالت جنابت میں (مسجد میں داخل ہو) سوائے اس کے کہ راہ کے گزرنے والے ہو جب تک کہ غسل نہ کر لو) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۴۳ اور مسجد سے کوئی شے لے سکتے ہیں مگر اس میں کوئی چیز رکھ نہیں سکتے زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کا آخر ایسا کیوں ہے کہ یہ دونوں مسجد سے کچھ لے تو سکتے ہیں مگر اس میں کچھ رکھ نہیں سکتے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اگر

مسجد میں کوئی شے ہے اور انہیں لینا ہے تو انہیں بغیر اٹھائے ہوئے کوئی چارہ نہیں اور رکھنے کے لئے تو وہ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا وہ دونوں قرآن بھی پڑھ سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں سوائے آیات سجدہ کے ویسے وہ اللہ کا ذکر ہر حال میں کر سکتے ہیں۔

باب (۲۱۱) صحیح شخص کے مثانہ سے جو پانی نکلتا ہے اور مریض کے مثانہ سے جو پانی نکلتا ہے ان دونوں میں فرق کی وجہ

(۱) میرے والد رحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے ابن ابی یعفور سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں مجامعت کر رہا ہوں اور شہوت محسوس کرتا ہے مگر جب بیدار ہوتا ہے تو اپنے کپڑے وغیرہ پر کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کے مثانہ میں سے کچھ نکلتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ مریض ہے تو پھر وہ غسل جنابت کرے گا اور اگر صحتمند ہے تو پھر اس پر غسل وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی اگر صحتمند ہے تو منی کا پانی قوت کے ساتھ اچھل کر نکلتا ہے اور اگر مریض ہے تو پانی ضعف کے ساتھ نکلتا ہے (اچھل کر نہیں نکلتا)

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے حماد سے روایت کرتے ہوئے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جب تم کبھی مریض ہوتے ہو اور اس میں تم کو شہوت ہوتی ہے تو کبھی کبھی منی نکلتی ہے تو اچھل کر نکلتی ہے لیکن تمہارے مرض کی وجہ سے اس میں قوت نہیں ہوتی کمزوری اور ضعف کے ساتھ نکلتی ہے ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں اور تھوڑی تھوڑی نکلتی ہے تو اس کی وجہ سے غسل جنابت کرو۔

باب (۲۱۲) نوادرات (متفرقات)

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی کوفی سے اور انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص چالیس سال تک اللہ کی عبادت کرے مگر وضو میں اللہ کی اطاعت نہیں کرتا تو بے سود ہے

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حکم بن مسکین سے انہوں نے محمد بن مروان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں کرتا میں نے عرض کیا یہ کیوں اور کیسے؟ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جس پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس کو دھوتا ہے

باب (۲۱۳) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے داؤد عجلی غلام ابی مغیرہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا اے ابو محمد جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ کہے تو اس کا تمام جسد پاک ہو جائے گا اور ایک وضو سے دوسرے وضو تک جتنے گناہ اس سے سرزد ہوئے ان کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں کہا اس کا جسد اسی حد تک پاک ہو گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہے۔

باب (۲۱۴) وہ سبب جس کی بناء پر اگر وضو کرنے والا ہاتھ کا دھونا یا سر کا مسح بھول جائے تو پھر سے وضو کرے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معلی بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی وشاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حماد بن عثمان نے روایت کرتے ہوئے حکم بن حکیم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک ایسے شخص کے متعلق جو وضو میں ہاتھ دھونا یا سر کا مسح کرنا بھول گیا؟ تو آپ نے فرمایا وہ پھر سے وضو کرے اس لئے کہ وضو میں ایک عمل کے بعد فوراً دوسرا عمل ہونا چاہیئے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اگر تم وضو کر رہے ہو اور ابھی وضو کا کچھ حصہ ہی کیا ہے کہ تمہیں کوئی ضرورت پیش آگئی اور تم اس میں لگ گئے ادھر وضو کا کیا ہوا حصہ خشک ہو گیا تو پھر سے وضو کرو اس لئے کہ وضو مسلسل ہوتا ہے کچھ ابھی اور کچھ بعد میں نہیں ہوتا۔

باب (۲۱۵) حیض کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی لڑکیوں کو حیض نہیں آیا کرتا یہ حیض ایک طرح کی عقوبت اور سزا ہے اور سب سے پہلے جسے حیض آیا وہ سارا تھیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محبوب نے روایت کرتے ہوئے ابی ایوب خزاز سے انہوں نے ابی عبیدہ حذاء سے انہوں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حیض ایک نجاست ہے جسے اللہ نے ان پر پھینک دیا ہے پھر فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عورتوں کو سال بھر میں ایک مرتبہ حیض آیا کرتا تھا چنانچہ اس وقت کچھ عورتیں پردے سے باہر نکلیں اور ان کی تعداد سات سو تھی وہ زرد رنگ کے کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے عطریات میں بسی بسائی نکلیں اور شہروں میں پھیل گئیں مردوں کے ساتھ بیٹھنے اور عید کے مجمعوں میں شریک ہونے اور مردوں کی صفوں میں بیٹھنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے ان میں حیض جاری کر دیا اور اب ان کو ہر مہینہ حیض آنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو حیض میں مبتلا کر دیا اور ان کی شہوت زیادہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اور ان کے علاوہ دوسری عورتیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا وہ سال میں ایک مرتبہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں۔ آپ نے فرمایا پھر ان عورتوں کے لڑکے جو ہر مہینہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں ان کی شادیاں ان عورتوں کی لڑکیوں سے ہوئی جو سال میں ایک مرتبہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں اسی طرح

ساری قوم آپس میں مخلوط ہو کر رہ گئی۔ اس کے بعد ان کی لڑکیاں اور ان کی لڑکیاں دونوں حیض میں مبتلا ہونے لگیں اور ان عورتوں کی اولاد کی تعداد جن کو سال میں ایک مرتبہ حیض آتا تھا فساد خون کی وجہ سے کم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اس طرح ان کی اولاد بڑھ گئی اور ان کی اولاد کم ہو گئی۔

باب (۲۱۶) وہ سبب جس کی بناء پر طعام سے قبل صاحب خانہ کو ہاتھ دھونے کی ابتداء کرنا چاہیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن عجلان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی ابتداء صاحب خانہ کرے گا تاکہ کسی کو جھجک محسوس نہ ہو۔ اور جب لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں تو ہاتھ دھونے کی ابتداء وہ کرے گا جو دروازے کی داہنی جانب بیٹھا ہے وہ خواہ آزاد ہو خواہ غلام ہو۔

(۲) ایک اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے صاحب خانہ ہاتھ دھوئے گا اس کے بعد وہ جو اس کے داہنی جانب بیٹھا ہے اور جب کھانا اٹھا لیا جائے تو پھر ہاتھ دھونے کی ابتداء وہ کرے گا جو صاحب خانہ کے بائیں جانب بیٹھا ہے اور خود صاحب خانہ سب کے بعد آخر میں ہاتھ دھوئے گا اور یہی اس کے لئے مناسب ہے اس طرح اعتدال ہو جائے گا۔

باب (۲۱۷) وہ سبب جس کی بناء پر نفاس والی عورتوں کو اٹھارہ دن دیئے گئے ہیں نہ اس سے زیادہ دیئے گئے نہ اس سے کم

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان ابن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے حنان بن سدیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ نفاس والی عورتوں کو اٹھارہ دن دیئے گئے نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ؟ تو انہوں نے کہا اس لئے کہ حیض کی اصل مدت تین دن ہے اور اوسط مدت پانچ دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن کی ہے پس نفاس والی کو اصل مدت و اوسط مدت اور اکثر مدت سب کو جوڑ کر (اٹھارہ دن) دیئے گئے۔

باب (۲۱۸) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت کے لئے خضاب لگانا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد ابن یحییٰ سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے اپنے چچا یعقوب سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا حائضہ عورت خضاب لگائے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ ڈر ہے کہ شیطان اس پر غالب نہ آجائے۔

باب (۲۱۹) وہ سبب جس کی بناء پر حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عبداللہ

بن عبدالرحمن اصم سے انہوں نے ہیثم ابن واقد سے انہوں نے مقرن سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان رحمہ اللہ نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس بچے کی غذا کے متعلق جو شکم مادر میں ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت کے حیض کو روک لیا ہے اسی کو شکم مادر میں اس بچے کی غذا بنا دیا ہے۔

باب (۲۲۰) آداب حمام

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن ابی یعفور سے انہوں نے کہا کہ بغل کے بالوں کے نوچنے اور مونڈنے کے معاملہ میں زرارہ بن اعین نے مجھ سے اختلاف کیا میں کہتا تھا کہ بغل کے بالوں کا نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے۔ اور اس پر نورہ لگانا ان دونوں سے بہتر ہے چنانچہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق کی ڈیوڑھی پر فیصلہ کے لئے آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو بتایا گیا کہ وہ حمام تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ حمام پہنچے تو آپ ہم لوگوں کے پاس حمام سے باہر نکلے اور آپ اپنی بغل میں نورہ لگائے ہوئے تھے میں نے زرارہ سے کہا دیکھو اب تو یہ تمہارے لئے کافی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں ہو سکتا کسی اور سبب سے ایسا کیا ہے۔ تو آپ جناب نے پوچھا تم لوگ کس لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بغل کے بال نوچنے اور مونڈنے میں زرارہ مجھ سے اختلاف کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے اور اس پر نورہ لگانا ان دونوں سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تم صحیح سنت پر پہنچے اور زرارہ نے غلطی کی واقعتاً بال نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے اور ان دونوں سے بہتر نورہ لگانا ہے۔ پھر فرمایا تم لوگ نورہ لگاؤ۔ ہم لوگوں نے کہا کہ تین دن سے لگائے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر سے لگاؤ اس لئے کہ نورہ طہارت بخش ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا اے ابن ابی یعفوب تم آداب حمام جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ مجھے اس کی تعلیم دیں۔ فرمایا حمام میں ہرگز کسی کروٹ نہ لیٹو اس سے گردن کی چربی پگھل جاتی ہے۔ حمام میں ہرگز چت نہ لیٹو اس سے پیٹ کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ حمام میں کبھی کنگھی نہ کرو اس سے بال کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ حمام میں ہرگز مسواک نہ کرو اس سے دانت کی بیماریاں عارض ہوتی ہیں۔ اپنا سر مٹی سے کبھی نہ دھونا اس سے چہرہ بدشکل ہو جاتا ہے اپنا سر اور چہرے ازار و تہبند سے کبھی نہ رگڑو اس سے چہرے کی آب جاتی رہتی ہے۔ اپنے پاؤں کے تلوے کو جھانوے اور اینٹ سے نہ رگڑو اس سے برص کا مرض پیدا ہوتا ہے حمام کے اس پانی سے جس میں غسل کیا جا چکا ہو تم ہرگز غسل نہ کرو اس لئے اس میں یہودی و نصرانی اور مجوسی اور ہم اہلبیت کے دشمن ناصبی غسل کر چکے ہیں اور ناصبی تو ان سب سے زیادہ برے ہیں اس لئے اللہ نے کتے سے زیادہ نجس شے کو نہیں پیدا کیا اور یہ ناصبی کتے سے بھی زیادہ نجس ہیں۔

مصنف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دوسری حدیث میں روایت کی ہے وہ مٹی (جس سے سر نہ دھونا چاہیئے) مصر کی مٹی ہے اور وہ جھانوا (جس سے پاؤں کے تلوے نہ رگڑنا چاہیئے) شام کا جھانوا ہے۔

باب (۲۲۱) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نماز کے ساتھ مسواک کو واجب نہیں کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن میمون سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی امت کے لئے یہ پر مشقت بات نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دیدیتا۔

باب (۲۲۲) وہ سبب جس کی بناء پر شب کے وقت مسواک کو سنت قرار دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اس نے عبداللہ بن حماد سے اس نے ابی بکر بن ابی سماک سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز شب کے لئے کھڑے ہو تو مسواک کر لیا کرو اس لئے کہ اس موقع پر ایک فرشتہ تمہارے پاس آتا ہے اور تمہارے منھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے اور حرف بحرف جس کی تم تلاوت کرتے ہو یا بولتے ہو اسے لے کر آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے اس لئے تمہارے منھ کو خوشبودار ہونا چاہیئے

باب (۲۲۳) وہ سبب جس کی بناء پر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل جنابت کرتیں تو اپنے جسد پر زردی کو باقی رکھتی تھیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل جنابت کرتیں تو اپنے جسد پر پاک و طیب زردی باقی رکھتی تھیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے جسم پر خوب اچھی طرح پانی ڈالا کریں۔

باب (۲۲۴) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت اپنے روزوں کی قضا رکھے گی مگر نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے علی بن مہزیار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو خط لکھا کہ ایک عورت پہلی رمضان کو حیض یا نفاس سے پاک ہوئی پھر اس کو استحاضہ آنے لگا مگر وہ پورے رمضان نماز پڑھتی اور روزہ رکھتی رہی بغیر اس کے کہ وہ عمل کرے جو استحاضہ والی عورتیں کرتی ہیں کہ ہر نماز کے لئے غسل کریں تو کیا اس عورت کا روزہ اور نماز جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ وہ عورت اپنے روزوں کی قضا رکھے گی اور اپنی نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مومنات کو یہی حکم دیا تھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے اور انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ حائضہ اپنے روزوں کی قضا رکھے گی مگر اپنی نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ روزہ سال بھر میں ایک مہینہ ہوتا ہے مگر نماز ہر دن اور ہر رات ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کی قضا واجب کی اور نماز کی قضا واجب نہیں کی۔

باب (۲۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر دودھ پیتی ہوئی لڑکی کا دودھ اور پیشاب اگر کپڑے پر لگ جائے تو اسے دھویا جائے گا اور اگر دودھ پیتے لڑکے کا دودھ اور پیشاب لگ جائے تو دھویا نہیں جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لڑکی جو ابھی کچھ کھاتی نہیں صرف دودھ پیتی ہے اگر اس کا دودھ اور پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو اسے دھویا جائے گا اس لئے کہ اس کا دودھ اس کی ماں کے مثانہ سے نکلتا ہے اور وہ لڑکا جو ابھی کچھ نہیں کھاتا صرف دودھ پیتا ہے اس کا دودھ یا اس کا پیشاب اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کا دودھ کاندھوں اور بازؤں سے تیار ہو کر نکلتا ہے۔

باب (۲۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کسی کی ناک سے خون آجائے تو ناک کے اندر کا دھونا واجب نہیں ہے

اس باب کے ذیل میں کاتب کچھ لکھنا بھول گیا ہے مگر کتاب الوسائل میں اپنے اسناد کے ساتھ عمار ساباطی سے یہ روایت مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی ناک سے خون آگیا کیا اس پر لازم ہے کہ وہ ناک کے اندرونی حصہ کو بھی پاک کرے؟ آپ نے فرمایا اس پر ناک کے ظاہری حصہ کو پاک کرنا واجب ہے۔

باب (۲۲۷) وہ سبب جس کی بناء پر ازد کے لوگ سب سے زیادہ شیریں دہن ہوتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن حسان رازی سے انہوں نے محمد بن یزید رازی سے انہوں نے ابی البختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوئے تو ان میں قوم ازد بھی آئی جو سب سے زیادہ شیریں زبان تھے۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم دلی تو ہم جانتے ہیں مگر وہ لوگ سب سے زیادہ شیریں زبان کیسے ہو گئے؟ فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی مسواک کیا کرتے تھے نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہر شے کے لئے ایک طاہر رکھنے والی چیز ہے اور منھ کو طاہر کرنے والی چیز مسواک ہے۔

باب (۲۲۸) وہ سبب جس کی بنا پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے انتقال سے دو سال پہلے مسواک کرنا ترک کر دی تھی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام جعفر صادقؑ کے غلام مسلم نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام نے اپنی وفات سے دو سال پہلے مسواک کرنی ترک کر دی تھی اور یہ اس لئے کہ ان کے دندان مبارک کمزور ہو گئے تھے۔

باب (۲۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر حیض کے مقام کے سوا حائضہ کا تمام جسم پاک وطاہر ہے

اس باب کے ذیل میں کاتب کچھ لکھنا چھوڑ گیا۔ لیکن کتاب الوسائل میں اپنے اسناد کے ساتھ سورہ بن کلیب سے یہ روایت مرقوم ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حائضہ عورت جو لباس حالت حیض میں پہنے ہوئے تھی اسے بھی پاک کرے؟ آپ نے فرمایا لباس کا وہ حصہ جس میں خون لگ گیا ہے اسی کو پاک کرے گی اس کے علاوہ دوسرے حصوں کو چھوڑ دے گی۔ میں نے عرض کیا مگر حالت حیض میں اس کو پسینہ بھی تو آتا ہے؟ فرمایا پسینہ کا شمار حیض میں نہیں ہے۔

باب (۲۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر انسان کو ہر حال میں باوضو رہنا مستحب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے دادا حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مسلمان کو حالت جنابت میں بغیر غسل وطہارت نہیں سونا چاہیئے اگر پانی نہیں تو پاک مٹی پر تیمم کرے اس لئے کہ مومن کی روح سوتے وقت اللہ کی بارگاہ میں جاتی ہے۔ اس سے ملاقات کرتی اور برکت حاصل کرتی ہے اب اگر اس کا وقت وفات آگیا ہے تو پھر وہ اسے اپنے پردہ رحمت میں رکھ لے گا اور اگر وفات کا وقت نہیں آیا ہے پھر اس کی روح کو اپنے امانت دار ملائکہ کے ساتھ واپس بھیج دیتا ہے اور وہ اس کے جسم میں لوٹا دیتے ہیں۔

باب (۲۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر مذی اور ودی سے وضو نہیں ٹوٹتا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اگر تمہارے آلہ تناسل سے کوئی رطوبت کوئی مذی یا ودی بہنے لگے اور تم نماز میں ہو تو نماز نہ توڑو نہ وضو کرو خواہ وہ بہہ کر تمہارے عقب تک کیوں نہ پہنچ جائے اس لئے کہ یہ بمنزلہ ناک کی رینٹ کے ہے اور ہر وہ شے جو وضو کے بعد نکلے وہ رگوں سے آرہی ہے یا بواسیر سے آرہی ہے یہ کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اپنے کپڑے کو بھی نہ دھوؤ جب تک تم کپڑے کو خود نجس نہ کر لو۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حریز سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مذی (وہ رطوبت جو آلہ تناسل سے خارج ہو) کے متعلق دریافت کیا کہ وہ بہہ کر ران تک آگئی؟ آپ نے فرمایا نہ اس سے نماز ٹوٹے گی اور نہ وہ شخص اپنی ران کو دھوئے گا اس لئے کہ اگرچہ یہ مخرج منی سے نکلتی ہے مگر یہ ناک کی رینٹ اور رطوبت کے مانند ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے عمر بن اذینہ سے انہوں نے یزید بن معاویہ سے انہوں نے کہا میں نے ان دونوں اماموں میں سے کسی ایک سے مذی (آلہ تناسل کی رطوبت) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس سے نہ وضو ٹوٹے گا نہ کپڑا دھویا جائے گا اور نہ جسم دھویا جائے

...وز جمعہ غسل واجب ہونے کا سبب

...حمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت
...سے انہوں نے حسین بن خالد صیرفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے
...لوں واجب کر دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نماز فریضہ کو نماز نافلہ سے پورا کر دیتا ہے، روزہ واجب کو
...ہے اور وضو واجب کو روز جمعہ کے غسل سے پورا کر دیتا ہے۔ اگر اس میں کچھ سہو ہو گیا یا کوئی کوتاہی ہو یا نسیان ہو گیا ہو

...سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن
...بن اسحاق سے انہوں نے عبداللہ بن حماد انصاری سے انہوں نے صباح مزنی سے انہوں نے حارث بن اصبغ بن نباتہ سے
...علیہ السلام جب کسی کو ڈانٹتے تو فرماتے تو اس سے بھی زیادہ کاہل اور سست ہے جتنا غسل جمعہ کو ترک کرنے والا کاہل
...کہ اس سے انسان ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک صاف ستھرا رہتا ہے۔

...حمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے
...نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ انصار
...کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور جمعہ کے دن آتے تو ان کے بغلوں اور جسموں کی بو سے لوگوں کو اذیت ہوتی تھی
...و سلم نے روز جمعہ غسل کا حکم دیا پھر وہیں سے یہ سنت جاری ہو گئی۔
...سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے اور انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان
...ت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں خط لکھا تو اس میں غسل عیدین و غسل جمعہ وغیرہ و دیگر اغسال کی
...پتہ چلتا ہے کہ بندے کے دل میں اپنے رب کی کتنی عظمت ہے۔ وہ ایک کریم و جلیل کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی
...اور چونکہ یہ ان لوگوں کی مشہور عید ہے۔ اور یہ لوگ ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوں گے اس لئے اس دن کی عظمت کے
...دیا تاکہ اس دن کو دیگر ایام سے فضیلت رہے اور اس میں لوگ نوافل اور عبادت زیادہ کریں اور اس لئے کہ یہ لوگ
...تک پاکیزہ رہیں۔

...سبب جس کی بناء پر عورتوں کو سفر میں غسل جمعہ کے ترک کی اجازت ہے

...اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے ایک مرفوع
...مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے سفر ہو یا حضر لیکن یہ کہ پانی کی قلت کی بناء پر عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ
...لیں۔

...سبب جس کی بناء پر لوگ تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اور وہ سبب جس کی بناء پر ...پانی سے آب دست کرنے لگے

...اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت

کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ہاشم بجلی سے انہوں نے ابی خدیجہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اس لئے کہ یہ کھجوریں کھاتے اور پاخانہ مینگنیوں کی طرح کرتے تھے۔ پھر انصار میں سے ایک شخص نے کدو کھالیا اور پاخانہ ڈھیلا اور پتلا ہو گیا تو اس نے پانی سے آب دست لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ آیا مگر ڈر رہا تھا کہ اس نے چونکہ پانی سے آب دست لیا ہے اس کی برائی میں کوئی آیت نازل ہوگی۔ وہ آیا تو آپؐ نے پوچھا کیا آج تو نے کوئی نئی بات کی ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں نے آج پانی سے آب دست اس لئے کیا کہ آج میں نے ایسا کھانا کھایا کہ مجھے دست آگئے اور آب دست میں ڈھیلے سے کام نہ چلا تو میں نے پانی سے آب دست لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے مبارک ہو اللہ نے تیری مدح میں آیت نازل فرمائی کہ **ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین** (بیشک اللہ رجوع کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۲۲ تو پہلا وہ شخص ہے جس نے پانی سے آب دست لیا اور اب تو، توابین میں پہلا اور متطہرین میں پہلا شخص ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں سے فرمایا کہ مومنین کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ پانی سے آب دست لیا کریں اور اس میں پورا پورا مبالغہ کریں اس لئے کہ یہ اطراف کو پاک کر دیتا ہے اور بواسیر کو بھی دور کر دیتا ہے۔

باب (۲۰۶) وہ سبب جس کی بناء پر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے اس سے کہ جس نے انہیں بتایا اور اس نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں جسم کے اندرونی حصے ہیں۔

باب (۲۰۷) وہ سبب جس کی بناء پر اگر استنجا کئے ہوئے پانی میں کوئی کپڑا گر جائے تو اس کو دھونا واجب نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اہل مشرق کے ایک شخص سے اس نے عزاء سے اس نے احول سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو تو میں مسائل دریافت کرتے کرتے رکا تو آپ نے فرمایا نہیں جو مسئلہ چاہو پوچھو میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایک شخص استنجاء کر رہا تھا کہ اس کا کپڑا اس استنجا کئے ہوئے پانی میں گر پڑا؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور یہ کہکر خاموش ہو گئے پھر آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ بے حرج کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں آپ پر قربان آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس نجس سے پانی کی مقدار زیادہ ہے۔

...مانگی کے عالم میں ہے اور اس کا چہرہ غیر...
...گے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف رخ کرے

...جیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن
...دق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے
...ان میں سے کسی ایک کے لئے اس سے
...نقصان پہنچتا ہے یہ اس کی گناہوں کی ہی
...جاتا ہے یہ اس کے ان گناہوں ہی کی وجہ
...اس کے پاس اس وقت موجود ہوتا ہے
...اسے دیکھکر آپ جناب نے فرمایا اے
...یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ اس دنیا ہی

...ان کیا مجھ سے احمد بن حسن حسینی نے
...اپنے پدر بزرگوار امام رضا علیہ السلام
...رت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا
...ہو وہ اس خوشبو کو سونگھ کر لو نگھ جاتا
...لیا ہو بچھو نے ڈنک مارا ہو بلکہ اس
...ارہا ہو یا جیسے کوئی قینچی سے کاٹا جارہا ہو
...اور فاجروں کے لئے ہوتا ہے جو اللہ
...شدید سختیاں جھیلتے ہیں حالانکہ آخرت
...ات ہے کہ ہم لوگ بعض کافروں کو
...ختم ہو جاتے ہیں اور مومنین میں سے
...جھیلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مومنین میں
...یلتے ہیں ان کو گویا انہیں سزا دے دی
...ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور
...ہیں تو وہ صرف عذاب کا مستحق ہو اور
...لئے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے ظالم نہیں

باپ سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ براء بن معرور انصاری مدینہ میں تھے اور رسول اکرم مکہ میں تھے اور مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جب براء مرنے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ جب انہیں دفن کیا جائے تو ان کا رخ آنحضرت کی طرف کر دیا جائے چنانچہ یہی سنت جاری ہو گئی اور اسی کا حکم قرآن میں دیا گیا۔

باب (۲۴۰) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے وارثوں کو چاہیئے کہ برادری میں اس کی موت کا اعلان کر دیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابی ولاد اور ابن سنان دونوں سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میت کے وارثوں کو چاہیئے کہ وہ میت کے مرنے کی خبر اس کے بھائی بندوں میں کرا دیں تاکہ وہ سب اس کے جنازے میں شریک ہوں ان کی نماز جنازہ پڑھیں اور انہیں اس کا ثواب حاصل ہو اور میت کو مغفرت کی دعا حاصل ہو اور وارثوں کو بھی اس کا اجر ملے کہ انہوں نے میت کے لئے مغفرت کی دعا حاصل کی۔

باب (۲۴۱) وہ سبب جس کی بناء پر مستحب ہے کہ میت کو عمدہ اور نفیس کفن دیا جائے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے یہ مرفوع روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مرنے والوں کو عمدہ اور نفیس کفن دو یہ ان مرنے والوں کی زینت ہے۔

(۲) اور انہی نے احمد بن ادریس سے یہ روایت بھی کی ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے وصیت فرمائی کہ اے جعفر امیرے کفن کے لئے چادر بہت عمدہ و نفیس خریدنا اس لئے کہ مردے اپنے کفنوں پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔

باب (۲۴۲) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے لئے کافور کا وزن ۳/۱-۱۳ درہم قرار پایا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن دونوں نے بیان فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے ابن سنان سے اور انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا اور انہوں نے کہا کہ حنوط ۳/۱-۱۳ درہم کافور سنت ہے۔ محمد بن احمد نے کہا اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو حنوط کے لئے کافور لے کر نازل ہوئے اس کا وزن چالیس درہم تھا پس آنحضرتؐ نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے لئے، ایک حضرت علیؑ کے لئے، اور ایک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے۔

باب (۲۴۳) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے پاس جریدتین (دو بیر کی شاخیں) رکھی جاتی ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن

عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے عرض کیا کہ اگر میت کے ساتھ جریدتین نہ رکھے جائیں تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ لکڑیاں گیلی رہیں گی عذاب و حساب کو دور رکھیں گی اور سارا حساب و عذاب تو ایک دن میں بلکہ ایک ساعت میں اور اتنی دیر میں کہ میت قبر میں داخل ہو اور لوگ اس کو دفن کر کے واپس جائیں ہو جاتا ہے اور اسی لئے یہ جریدتین رکھے گئے ہیں پھر ان کے خشک ہونے کے بعد نہ عذاب ہو گا نہ حساب۔ انشاء اللہ۔

باب (۲۴۴) وہ سبب جس کی بناء پر نماز میت میں پانچ تکبیریں قرار پائیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے اور انہوں نے عثمان بن عبدالملک سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر کیا تمہیں معلوم ہے کہ میت کی کتنی نماز ہوتی ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا اس میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد یہ فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کہاں سے لی گئیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے لی گئیں یعنی ہر نماز سے ایک تکبیر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے فضل بن عامر سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم سے انہوں نے سلیمان بن جعفر سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں اور میت کے لئے ہر نماز کی ایک تکبیر قرار دے دی۔

(۳) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن مہاجر سے انہوں نے اپنی ماں ام سلمہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ کے لئے نکلی۔ میرا ساتھ ایک ایسی عورت سے ہو گیا جو فرقہ مرجبہ سے تعلق رکھتی تھی۔ جب ہم لوگ زبدہ پہنچ تو سب لوگوں نے احرام باندھا اور اس عورت نے بھی احرام باندھا اور میں نے اپنے احرام کو وادی عقیق تک مؤخر کیا اور وہاں پہنچ کر باندھا۔ تو اس عورت نے مجھ سے کہا اے گروہ شیعہ تم لوگ ہر چیز میں ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہو۔ سارے لوگوں نے تو زبدہ سے احرام باندھا اور تم لوگوں نے وادی عقیق سے احرام باندھا اور اسی طرح تم لوگ نماز میت میں بھی ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہو سارے لوگ تو اس میں چار تکبیریں کہتے ہیں اور تم لوگ اس میں پانچ تکبیریں کہتے ہو۔ اور وہ اللہ کو گواہ کر کے کہتی تھی کہ نماز میت میں چار ہی تکبیریں ہیں۔

ام سلمہ کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اللہ آپ کو صحیح و سلامت رکھے۔ اس سفر میں ایک مرجبہ عورت میرے ساتھ ہو گئی اور اس نے ایسا ایسا کہا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میت میں پانچ تکبیریں ہی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ تکبیر کہتے تو تشہد پڑھتے پھر تکبیر کہتے تو نبی پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ پھر تکبیر کہتے تو مومنین اور مومنات کے لئے استغفار کرتے۔ پھر تکبیر کہتے تو میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور واپس ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز پڑھنے کو منع کیا تو اس کے اوپر آپ تکبیر کہتے اور تشہد پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور نبی پر درود بھیجتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور واپس آجاتے اور میت کے لئے دعائے مغفرت نہ کرتے۔

باب (۲۴۵) وہ سبب جس کی بناء پر مخالفین نماز میت میں صرف چار تکبیریں کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، کیا سبب ہے کہ (ہم لوگ) نماز میت میں پانچ تکبیریں کہتے ہیں اور ہمارے مخالفین چار تکبیریں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ ستون جن پر اسلام کی بنیاد ہے وہ پانچ ہیں۔ نماز و زکوٰۃ و صوم و حج اور ہم اہلبیت کی ولایت تو اللہ تعالیٰ نے ہر ستون اسلام میں سے ایک تکبیر میت کے لئے رکھ دی اور تم لوگ ان پانچوں کا اقرار کرتے ہو اور ہمارے مخالفین صرف چار کا اقرار کرتے ہیں اور پانچویں ستون سے انکار کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے مردوں پر چار تکبیریں پڑھتے ہیں اور تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعض لوگوں کی نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھتے اور بعض لوگوں کی نماز جنازہ پر صرف چار تکبیریں اور جب کسی پر چار پڑھتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ یہ شخص آپ کی نظر میں متہم ہے۔

(۳) محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کی ہے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے جعفر بن محمد بن مالک سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے علی بن خطاب خلال سے انہوں نے ابراہیم بن محمد بن حمران سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مکہ گئے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں نماز جنازہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن و منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر سے پہچانا جاتا تھا۔ آپ مومن کے جنازے پر پانچ تکبیریں کہتے اور منافق کے جنازے پر چار تکبیریں کہتے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے تذکرہ کیا اس کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میت میں پانچ تکبیر کہنے کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ پانچ تکبیر پنجگانہ نمازوں سے نکلی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو اس حدیث کا ظاہر ہے مگر حدیث باطنی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ فرائض عائد کئے ہیں۔ صلوٰۃ و زکات و صوم و حج اور ولایت پس میت کے لئے ہر فریضہ میں سے ایک تکبیر ضرور دی گئی ہے۔ پس جس نے ولایت کو قبول کیا اس کے لئے پانچ تکبیریں ہیں اور جس نے ولایت کو قبول نہیں کیا اس کے لئے چار تکبیریں ہیں اسی بناء پر تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو اور تمہارے مخالفین چار تکبیریں کہتے ہیں۔

باب (۲۴۶) وہ سبب جس کی بناء پر مخالفین کے جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے وھب سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب میں کسی جنازے کے ساتھ چلوں تو کیا کروں آگے چلوں یا پیچھے چلوں داہنے جانب چلوں یا بائیں جانب چلوں؟ آپ نے فرمایا اگر کسی مخالف کا جنازہ ہے تو اس کے آگے نہ چلو اس لئے کہ عذاب کے فرشتے مختلف قسم کے عذابوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔

باب (۲۴۷) وہ سبب جس کی بناء پر اقربا کو قبر میں مٹی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے

(۱) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے بیان کیا مجھ سے ابوالفضل عباس بن محمد بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن سہل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سہل سے انہوں نے محمد بن حاتم سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن اسباط نے انہوں نے عبید بن زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی صاحب کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو آپ اس کے جنازے میں شریک ہوئے جب میت کو قبر میں اتار لیا گیا تو اس کا باپ مٹی دینے کے لئے آگے بڑھا آپ اس کے بازو پکڑ کر کہا تم مٹی نہ ڈالو بلکہ جو بھی اس کا قریبی رشتہ دار ہے وہ بھی مٹی نہ ڈالے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول آپ تنہا اسی کے لئے منع کر رہے ہیں (یا سب کے لئے یہی حکم ہے) فرمایا میں سب لوگوں کو منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار پر مٹی نہ ڈالیں اس لئے کہ اس سے قساوت قلبی پیدا ہوتی اور جو قسی القلب ہے وہ اللہ سے دور ہوتا ہے۔

باب (۲۴۸) وہ سبب جس کی بناء پر قبر کو مربع (چوکور) بنایا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے اس سے کہ جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ آخر قبر چوکور اور مربع کیوں بنائی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جس گھر کو وہ چھوڑ کر آیا ہے وہ بھی چوکور اور مربع تھا۔

باب (۲۴۹) وہ سبب جس کی بناء پر جوتا پہن کر قبر میں داخل ہونا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن اول کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم عمامہ یا ٹوپی یا جوتا پہن کر یا چادر اوڑھ کر قبر میں نہ اترو اور اپنے ازار کو ڈھیلا کر لو اس لئے کہ یہ رسول اللہ کی سنت ہے۔ میں نے عرض کیا اور موزے پہن کر؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا اور جوتا پہن کر کیوں مکروہ ہے؟ فرمایا اس میں ڈر ہے کہ پاؤں الجھے اور وہ گر پڑے

مصنف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قبر میں موزے پہن کر یا جوتے پہن کر داخل ہونا جائز نہیں اور میں نہیں جانتا کہ موزے پہن کر داخل ہونے کی کسی حدیث میں اجازت ہو سوائے اس حدیث کے اور اس کو میں نے علت و سبب کے موقع پر پیش کر دیا ہے۔

باب (۲۵۰) وہ سبب جس کی بناء پر اگر میت اور جنب جمع ہو جائیں تو جنب والا غسل کرے اور میت کو چھوڑ دے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن

النضر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے ایک ایسے قافلہ کے متعلق دریافت کیا جو سفر میں ہے۔ ان میں سے ایک شخص مر گیا اور ان کے ساتھ ایک شخص جنب ہے اور ان کے ساتھ پانی اتنا کم ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کو غسل ہو سکتا ہے تو پہلے غسل کس کا ہو؟ آپ نے فرمایا جنب والا غسل کرے اور میت کو چھوڑ دے اس لئے کہ غسل جنابت واجب ہے اور غسل میت سنت ہے

باب (۲۵۱) وہ سبب جس کی بناء پر میت کو دفعتاً قبر تک نہ پہنچایا جائے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے محمد بن عجلان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کی میت کو قبر تک لے کر آؤ تو اس کو یوجھ کچھ کر نہ پٹک دو بلکہ اس کو قبر کے پائین دو تین ہاتھ ہٹا کر رکھ دو تاکہ وہ تہیہ کر لے اسکے بعد اسکو قبر میں رکھو اور اگر ممکن ہو تو اسکا چہرہ زمین سے ملا دو اور چہرہ کھول دو دنیا اس شخص کیلئے روتی ہے جو اسکے سر کے قریب ہے اور چاہیئے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اور سورہ فاتحہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، قل ہو اللہ احد اور آیت الکرسی پڑھی جائے پھر وہ کہے جو اس کے لئے جانتا ہے پھر اپنے ساتھیوں سے مل جائے۔

(۲) اور ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ جب تم میت قبر تک لے کر آؤ تو اسے یک بیک قبر میں نہ ڈال دو اس لئے کہ قبر بہت پر ہول چیز ہے ہول مطلع سے پناہ چاہتے رہو۔ بلکہ میت کو قبر کے کنارے کے قریب نہ رکھ دو اور تھوڑا صبر کرو۔ پھر اسے تھوڑا آگے بڑھاؤ اور پھر ٹھہرو تاکہ میت یہ تہیہ کرے اس کو بالکل قریب کے کنارے پہنچاؤ۔

باب (۲۵۲) وہ سبب جس کی بناء پر نماز کی صفوں میں سب سے اچھی اگلی صف ہے اور نماز جنازہ میں سب سے اچھی پچھلی صف ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابراہیم نوفلی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابی زیاد نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی صفوں میں سب سے اچھی اگلی صف ہے اور نماز جنازہ کی صفوں سب سے اچھی پچھلی صف ہے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ عورتوں کے پردے کی بناء پر ہے۔

باب (۲۵۳) وہ سبب جس کی بناء پر موت کے وقت مرنے والے کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے معاویہ بن وھب سے انہوں نے یحییٰ بن سابور سے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا موت کے وقت مرنے والے کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ پھر فرمایا وہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے خوش ہو جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ تم ہی تو دیکھتے ہو کہ جب

کوئی شخص کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جس سے اس کو بے انتہا خوشی ہو تو فرط مسرت میں آنسو آجاتے ہیں اور وہ ہنسنے لگتا ہے۔

باب (۲۵۴) وہ سبب جس کی بناء پر صاحب مصیبت کو چاہیئے کہ وہ دوش پر ردا نہ ڈالے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے سعدان بن مسلم سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی عبداللہ یا ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صاحب عزاء و مصیبت کو چاہیئے کہ وہ دوش پر عباء و ردا نہ پہنے وہ صرف قمیض پہنے رہے تاکہ لوگ اس کو پہچان کر تعزیت ادا کر سکیں اور پڑوسیوں کو چاہیئے کہ تین دن تک اسے طعام عزاء کھلائیں۔

(۲) اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی غیر کی مصیبت و عزاء میں اپنی ردا اتار دے۔

باب (۲۵۵) وہ سبب جس کی بناء پر پانی قبر پر چھڑکا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قبر پر پانی چھڑکنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جب تک مٹی گیلی رہتی ہے میت سے عذاب دور رہتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے بکر بن صالح سے انہوں نے حسین بن علی رافقی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت بلند ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قبروں پر پانی چھڑکا جائے۔

باب (۲۵۶) وہ سبب جس کی بناء پر میت کو اکیلے چھوڑنا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں مجھے تحریر فرمایا کہ میت کو اکیلے نہ چھوڑنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں شیطان حلول کر جاتا ہے۔

باب (۲۵۷) وہ سبب جس کی بناء پر مستحب ہے میت کا سب سے قریبی رشتہ دار لوگوں کے پلٹ جانے کے بعد میت کی قبر کے پاس رہ جائے اور بلند آواز سے تلقین پڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے دفن کے بعد لوگوں کے پلٹ جانے کے بعد میت کا سب سے قریبی رشتہ دار قبر کے پاس رہ جائے اور قبر پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور باآواز بلند تلقین پڑھے اور جب ایسا کرنے کا سبب ہے جو قبر میں سوال ہو گا اس کے لئے یہی کافی ہے۔

باب (۲۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر کفن کو دھونی دینا اور میت کو عطر لگانا منع ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسین بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے اپنے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم لوگ کفن کو دھونی نہ دو اور سوائے کافور کے میت کے بدن پر کسی قسم کی خوشبو نہ لگاؤ اس لئے کہ میت احرام باندھے شخص کے بمنزلہ ہوتی ہے۔ (اور احرام میں خوشبو منع ہے)

باب (۲۵۹) وہ سبب جس کی بناء پر انسان پیدا کسی اور جگہ ہوتا ہے اور مرتا کہیں اور ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مخلد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابراہیم سے انہوں نے محمد بن بشیر سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی عبداللہ قزوینی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا کہ کیا سبب ہے کہ انسان پیدا یہاں ہوتا ہے اور مرتا کسی اور جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں کو پیدا کیا تو انہیں سارے روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔ پس ہر انسان اپنی مٹی کی طرف پلٹے گا۔

باب (۲۶۰) وہ سبب جس کی بناء پر مومن کی موت کو چھپانا نہ چاہیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن سیابہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ مومنین میں سے کسی مرنے والے کی موت کو جو غیبت میں مر گیا ہو نہ چھپاؤ تاکہ اس کی زوجہ عدہ رکھے اور مرنے والے کی میراث تقسیم کر لی جائے۔

باب (۲۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر جب جسم سے روح نکلنے لگتی ہے تو اسے مس کر کے محسوس کیا جاتا ہے اور جب جسم کے اندر موجود ہوتی ہے تو اسے مس کر کے محسوس نہیں کیا جاتا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عمران بن حجاج سے انہوں نے عبدالرحمن سے انہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ جب انسان کے جسم سے روح نکلنے لگتی ہے تو وہ اسے مس کر کے محسوس کرتا ہے اور جب اس میں موجود رہتی ہے تو اس کو کوئی علم نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اسی پر بدن کی نشو ونما ہوتی ہے۔

باب (۲۶۲) وہ سبب جس کی بناء پر عذاب قبر ہوتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے بندی بن محمد سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے صفوان بن مہران بن حسن سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ فرمایا احبار میں سے ایک شخص کو اس کی قبر میں بٹھایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ میں تجھ کو عذاب الٰہی کے سو (۱۰۰) کوڑے لگاؤں گا اس نے کہا میں اس کو برداشت نہ کر سکوں گا۔ پھر فرشتے اس کو گھٹاتے گھٹاتے ایک کوڑے تک پہنچے اور کہا اب ایک کوڑا تو ضروری ہے۔ اس نے کہا تم لوگ آخر ہمیں کوڑے کیوں لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا اس لئے کہ ایک دن تم نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مرتبہ تم ایک ضعیف شخص کی طرف سے ہو کر گزر رہے تھے مگر تم نے اس کی کوئی مدد نہیں کی اس کے بعد ان فرشتوں نے اس کو عذاب الٰہی کا ایک کوڑا لگایا تو اس کی پوری قبر آگ سے بھر گئی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن قاسم نے روایت کرتے ہوئے ابی خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ عذاب قبر چغل خوری اور اپنے اہل خانہ سے چھپ جانے (لاپتہ ہو جانے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نے جو نعمتیں ضائع کی ہیں اس کا کفارہ فشار قبر ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن حسین بن سفیان بن یعقوب بن حارث بن ابراہیم ہمدانی نے کوفہ میں اپنے گھر پر کہ بیان کیا مجھ سے ابوعبداللہ جعفر بن احمد بن یوسف ازدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن نوح حناط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن الیسع نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے پاس آکر کسی نے خبر دی کہ سعد بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر آپؐ اٹھے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب بھی اٹھے میت کو اٹھایا اور حکم دیا تو دروازے کے ایک پلے پر انہیں غسل دیا گیا اور پھر جب حنوط اور کفن ہو چکا اور تابوت میں رکھ کر اٹھایا گیا تو رسول اللہؐ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے کبھی تابوت کے داہنی طرف کندھا دیتے اور کبھی بائیں طرف۔ یہاں تک کہ ان کی قبر پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں اترے اور انہیں لحد میں اتارا اور اینٹوں سے اس کو بند کیا اور کہتے رہے کہ پتھر لاؤ، گیلی مٹی لاؤ جس سے اینٹوں کی درازیں بند کر دی جائیں۔ پھر جب آپؐ اس سے فارغ ہوئے اور مٹی ڈال کر قبر برابر کر دی گئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ بلائیں جتلا ہوں گے مگر اللہ کو یہ پسند ہے کہ بندہ کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا فیصلہ کرے الغرض جب قبر برابر کر دی گئی تو سعد کی ماں کی آواز ایک گوشہ سے آئی اے سعد تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سعد کی ماں ٹھہرو ایسا نہ کہو اور اللہ پر اپنا کوئی حتمی حکم نہ چلاؤ سعد بہت سے باتوں میں ماخوذ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سعد کو دفن کر کے جب رسول اللہؐ اور سب لوگ واپس ہوئے تو لوگوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں نے دیکھا کہ آپؐ نے سعد کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی کے ساتھ نہیں کیا آپؐ ...اور پا برہنہ چل رہے تھے؟ آپؐ نے فرمایا میں نے فرشتوں کی تاسی اور پیروی کی۔ لوگوں نے عرض کیا اور آپؐ کبھی تابوت کے داہنے تو

کاندھا دیتے اور کبھی بائیں کو ؟ آپؑ نے فرمایا اس وقت میرا ہاتھ جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھا وہ جدھر لیجاتے تھے میں جاتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا آپؑ نے خود ان کے غسل کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی، انہیں قبر میں اتارا اور اس کے باوجود آپؑ نے فرمایا کہ سعد چند باتوں میں ماخوذ ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ ان کا برتاؤ اپنی اہل خانہ کے ساتھ اچھا نہ تھا۔

بحمداللہ "جزاول" کا ترجمہ تمام

الھمہ صل علی محمد وآل محمد

مورخہ ۲ رجب ۱۴۱۲ھ

بمطابق روز چہار شنبہ ۸ جنوری ۱۹۹۲ء

احقر العباد سید حسن امداد ممتاز الافاضل غازی پور

حصہ دوم